

مثنوی بہارِ خرد

سیدنا اصرار علی



ALLAMA IQBAL LIBRARY



58046

U1  
۳۹۹۹۵



Call No.

Acc. No.

Date

**J. & K. UNIVERSITY LIBRARY**

This book should be returned on or before the last date stamped above. An over-due charge of .06 P. will be levied for each day, if the book is kept beyond that day.

W 466 05  
11

17



THE JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY  
LIBRARY.

DATE LOANED

Book No. 11-54 T

Copy

25096

Class No.

Vol.

Accession No.




Call No. \_\_\_\_\_

Date \_\_\_\_\_

Acc. No. \_\_\_\_\_

**J. & K. UNIVERSITY LIBRARY**

This book should be returned on or before the last date stamped above. An over-due charge of .06 P. will be levied for each day, if the book is kept beyond that day.

d. by  
Shan.



10x6

(295)

أَنَّ الشَّيْءَ كَمَا أَنَّ الْبَيْتَ السَّحْرَ

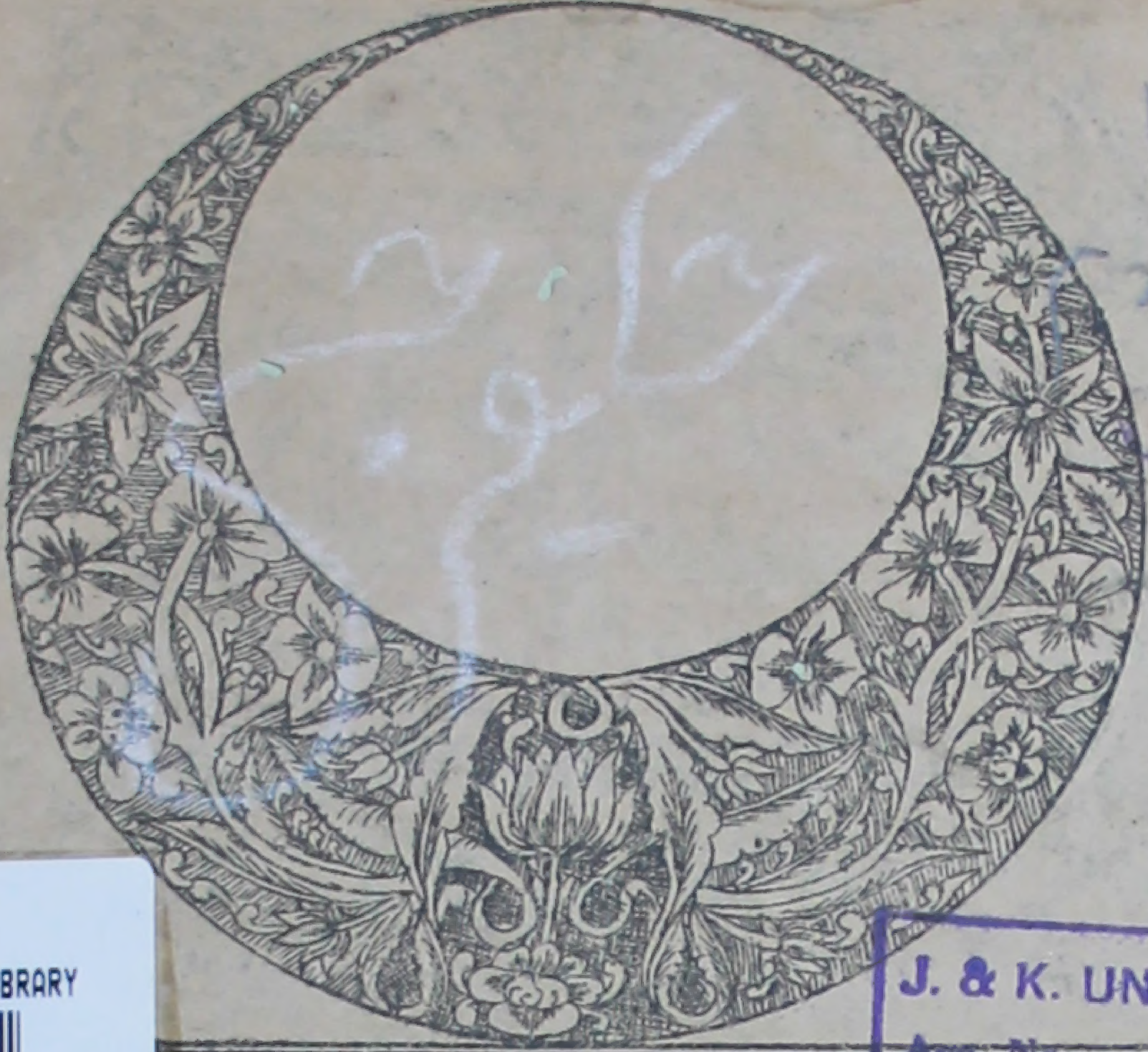
مصنفه اصغر

حق تالیف محفوظ

مطبع گلشن واقع در کراچی

مجلس اول





11

29/1  
CHECKED

عنوان  
ST 01  
۱۴

ALLAMA IQBAL LIBRARY  
58046

J. & K. UNIVERSITY LIB  
Acc. No. 58046  
Date ۱۴/۱۲/۱۴۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قلم شاخ تھا بارے پھولا پھولا ادب سے کہا امی شہر دو جہان زبان میری منقار بلبل ہوئی کیا تو نے غنچہ سے گل گل پھول نکالی عجب لن ترانی کی راہ جسے جس میں تو نے دکھایا جمال حرم میں تو ہی ہے تو ہی دین حقیقی ہوئی یا مجازی ہوئی فلک تجھ سے خالی نہ تجھ سے زمین یہ سب تیرے زہ میں ایو دو جمال تو مالک ہے ہر ذات تیری قدیم تو معبود سچا نہ منکار ہے ہماری زبان پر تو ہے تیرا نام	عجب بار و بر سے مجھ نکلا شمر تجھی سے خزان ہوتی سی بہار ہزار آج بلبل پڑھے دہستان دیا عشق تو نے ہر انسان کو کہاں کون معشوق کیسا حسین حقیقت میں ہر جا ہے تیرا ظہور محبت سے کوئی بھی خالی نہیں کوئی شیخ ہے اور کوئی بہمن فرشتے پری حور جن و بشر نہ تھے اور نہ ہو دینگے یہ خدا بجز تیرے معبود کوئی نہیں کسی سے ہر وعدہ کسی سے وعید تو مالک ہر مان حکم دیوے اگر	یہ توحید باری کا شہرہ ملا تو ہی باغ عالم کا ہے باغبان گل آواز سے آتش گل ہوئی چلون گلشن جمین سر کبیل کلیم خدا ہے ہمارا گواہ وہ بیشک اوی کا ہوا پائمال یہ قدرت نہیں تجھ سے سوا غیر میں کسی ڈھب سے ہو عشق بازی ہوئی تو بین ہوا دیکھ کسی میں نہیں نہ تو تو ان کا بھی ہونا محال مول و جان سی پوجے تجھ کے کریم بس اب گفتگو اس میں بیکار ہے نہ جنت سے مطلب دور منہ سے کام	کہ سجدے میں اس کا چکا آپ سر قلم میرا سراور تجھ پر نثار مگر کیا ہوا میں بھی ہوں زبان اس آتش سے دشمن کیا جاگو کہ عاشق تو ہی ہو تو ہی حبیب نہیکھے تو مجھ آنکھ کا ہے قصور کوئی مرتبہ اس سے عالی نہیں مگر تو ہی سب کا ہوا فی و لہن زمین آسمان مہر و انجم سر مگر تو ہی تھا اور رہے گا سدا نہیں ہر نہیں ہر نہیں ہر نہیں ہشت اور دوزخ کی ہے تو کلید تو جنت ہی ہو جائے ہم کو سقر
--	---	--	---



گھر شرم آتی ہے اعمال سے  
 میں ایسے تو دربار عالی چلا  
 اب اس قدر تو آجا فراہوش میں  
 دکھانے کے ہیں آسمان و زمین  
 رہا ہے نہ کوئی نہ رہ جائیگا  
 کدھر ہے فریدون کمان چوٹھا  
 چلا جائیگا رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ  
 سولتا ہے اچھون کو گور و کفن  
 نہیں بعد مرنے کے پچھتاہیگا  
 محبت سے دنیا کی ہو گال  
 سمجھتے ہیں دنیا کو اپنا مکان  
 نہ سوچا کبھی ہائے انجام کار  
 رہا کوئی دنیا کی تفتیش میں  
 کسی نے کسی جا کیا روزگار  
 کسی نے لیا مال و زر غیر کا  
 نہیں جانتے ہم جو غم کھائینگے  
 بجز اس کے کچھ ہاتھ آتا نہیں  
 چلو سیر گور عنسریاں کرو  
 کہو کیا ہوا بعد مرنے کے حال  
 بہت تا دم مرگ میلے ہے  
 کہ ہر ہے چھوٹا کمان ہے پلنگ  
 نہ دیکھا کبھی قبر کو جہانک کے  
 یونہی صبح کے سبغے ف کرتے رہے  
 بس ایدل نہ انجان ہو جان کر  
 کھڑی ہے قضا سر پہ انسان کے

کسے سوئے دکھاؤنگا حال سے  
 بہت سارے خواب خرگوش میں  
 ذرا آنکھ جھپکی تو پھر کچھ نہیں  
 یہ سب نقش بر آب بہہ جائیگا  
 ملی آخرش خاک میں اُن کی خاک  
 گناہوں کی گھڑی لئے ساتھ ساتھ  
 نہیں نوش کرتے ہیں زار و غن  
 گیا وقت کا ہے کوہ تھ آہیگا  
 و لا تلبسکم پر عمل کر عمل  
 ہزار آفرین واہ وارے گمان  
 رہے خواب غفلت میں لیل و نہار  
 گیا کوئی دولت کی تشویش میں  
 کوئی مفلسی سے رہا بے قرار  
 جہان بھی مکان ہے عجیب و غریب کا  
 تو چھاتی پہ رکھ کر نہ لے جائینگے  
 کسی کے کوئی ساتھ جاتا نہیں  
 کوئی دل بہلنے کا سامان کرو  
 کچھ اب بھی ہے دنیا کا سرخیال  
 مگر آخرش پھر اکیلے رہے  
 ملی گور سو وہ بھی تاریک و تنگ  
 نکلتے تھے میت سے منٹھ ہانک کے  
 مگر روز دو چار مرتے رہے  
 گیا قافلہ تو ہی سامان کر  
 رہے گی کسی روز یہ آن کے

دم مرگ چلتی رہی گرزبان  
 متاجات بدرگاہ قاضی الحاجات  
 طلسم جہان ہے بہت ہے نہایت  
 بگڑ جائیگا کچھ جو کچھ ہے بنا  
 نہ تھا کچھ بھی اور کچھ نہ ہوگا یہاں  
 بنا جس کی خاطر یہ کون مکان  
 نہ پایہ نہ دولت نہ دہن جائے گا  
 نہ کھو مفت میں عمر سے بے تمیز  
 یہ رجائیں گے بھائی بند ایک ایک  
 یہ دنیا ہے ہر چند خواب خیال  
 چراغ خرد گل ہے اندھیر ہے  
 کسی نے تمنا میں اولاد کی  
 کوئی عشق میں جان کو یا کیا  
 کوئی گھر میں بیٹھا مکر توڑ کے  
 ہمارا ہمارا ہی کرتے رہے  
 کرین لاکھ ہم شور و سن و من  
 اسی فکر میں ہم غرض مر چلے  
 وہاں سو رہے ہیں جواہل قبور  
 کہاں ہے وہ گلشن سیر چین  
 نہ بھائی نہ بند اور نہ بابا پین  
 شب و روز مرنے سے ڈرتے ہی  
 اگر جا بھی ٹھنچے تو مجبور سے  
 ہلا بچکے ان سے کہاں جائینگے  
 جو مرنے سے پہلے ہی مر جائیگا  
 یہ ظاہر ہے کچھ اور کا کہنا نہیں

تو سو سو طرح بیکہ کروں گا بیان  
 مگر حیف یوں ہاتھ حالی چلا  
 نہیں ہو کچھ اس کی بڑی کائنات  
 یقیناً ہے ہر ایک شے کو فنا  
 رہے گا وہی خالق و وجہاں  
 وہی جب نہیں ہو تو پھر تو کہاں  
 فقط ساتھ دو گز کفن جائے گا  
 سمجھ اسکو یوسف سے زیادہ غریب  
 اگر کام آئے تو اعمال نیک  
 مگر جانتے ہیں اسے بے زوال  
 کچھ غفلت نہیں عقل کا پھیر ہے  
 یونہی مفت میں عمر برباد کی  
 کوئی اپنی قسمت کو رو یا کیا  
 کہ دیگا خدا ہم کو چہت پھوڑ کے  
 جہان تک جسے غم سے مرتے ہے  
 ملیگا وہی ایک دو گز کفن  
 کہ آئے تھے کیوں اور کیا کر چلے  
 ذرا اُن سے پوچھو کہ کیوں جی حضور  
 کہاں ہے دطن اور اہل وطن  
 وہی قبر ہے اور وہی آپ ہیں  
 جنازے سے پہنیز کتے رہی  
 پڑ ہیں فاتحہ پر بہت دور سے  
 کسی روز ہم ہی یہاں آئینگے  
 اُسے خوف مرنے سے کیوں آہیگا  
 کہ چلنا ہے دنیا میں نہنا نہیں



گئے سات دہائیوں کی گٹھری بھی کچھ نہیں  
ولیکن ہے ہر دم در تو بہ باز  
نہاریم غیر از تو سر یاد رس  
خطائیں مری بخشہ سے اسی کرم  
میں آیا تھا کیوں اور کیا کر چلا  
کسے منہ دکھاؤنگا میں و سیاہ  
ہوا بوجہ سے اس کے میں بن گون  
گناہوں کا میرے گرانبار ہے  
بس اب احمد مجھ سے کہے لئے  
مجھے بخشہ بخشہ سے لے کریم  
یہی قول کل تھا یہی آج ہے  
مگر نام سے تیرے محبوب کے  
اوی کا ہے ہکو فقط آسرا

کمر باندھ بستر اٹھا رکھ قدم  
مگر حیف تجھ کو ذرا غم نہیں  
اٹھا ہاتھ اور کہہ بہ عجز و نیاز  
توئی عاصیان را خطا بخش پس  
کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم  
میں نامہ کو اعمال کے بھر چلا  
کہ سرزد ہوئے مجھ سے بے حد گناہ  
اسے راہ میں کس طرح ڈال دوں  
مگر تو تو سقا و غفار ہے  
بس اب اسید الانبیاء کے لئے  
کہ میں کہانتا ہوں غدا اب الیم  
کہ پیدا کئے کی تجھے لاج ہے  
نکل آؤں گا آپ میں ڈکے  
وہ بیشک ہے شاہنشاہ دوسرا

بس اب چیت جا وقت ہی نور کا  
لڑکپن گیا اور جوانی چلی  
مگر بچائے بخشائے بر حال  
آہی میں بندہ گنہگار ہوں  
گئی عمر افسوس یوں ہی گزر  
مرے نفس نے مجھ پر غلبہ کیا  
مجھ گٹھری تو مجھ سے بے نیازی میں  
بہت ہوں بہت ہوں میں شہر سل  
بجز تیرے یہ حال کس سے کہوں  
بس اب واسطے اپنے دلدار کے  
بہلا تیرے در سے میں جان کاں  
اگرچہ میں ہوں بحر عصیان غرق  
شفیع ایسا دونوں جہان نہیں  
خطائیں ہماری وہ بخشا یتگا

### نعت سرور کائنات

مطر ہے اس دم و مانع قلم  
سخن گل ہیں غنچہ ہیں نقطے تمام  
ضرورت نہیں ہے جولاؤن دلیل  
زبان پر ہے میرے محمد کا نام  
شناخوان ہوں میں شاہ لواک کا  
نہ تھا اور نہ ہو و یگا اس کل عدل  
خدا ان کا عاشق مجھ محبوب ہیں  
کہا ان کا خالق کو منظور ہے  
خدا کے پیارے خدا کے حبیب  
کہانی ہمیں وہ رہے سقیم  
یہاں جلتے پیر و پیمبر ہوئے

سیاہی کا اب روشنائی ہوا نام  
مجھ میں السطوران میں سلسبیل  
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام  
دماغ آج ہے عرش پر خاک کا  
قدم جس کے لئے فخر سے جبریل  
ذرا سوچئے کس کے مطلوب ہیں  
یہی عشق و الفت کا دستور ہے  
ہمارے پیغمبر ہے خوش نصیب  
جہاں ڈرنے دہشت نہ خطرہ نہ بیم  
مجھ ان سب کے ہادی و ہر جوئے

برابر برابر جو اشعار ہیں  
بڑی دیر سے جھک رہا ہے قلم  
جھکا عرش پر رہ گیا جھوم کے  
شہنشاہ یعنی حبیب خدا  
گئے عرش پر سید المرسلین  
شہد دوسرا خاتم المرسلین  
سپہ رسالت کے مجھ ماہ ہیں  
مشرق کیا ہم کو ایمان سے  
چلی اور سید ہی ارم تک گئی  
وہ ان کی شفاعت کے محتاج ہیں

مجھ رستہ ہے ابدل بہت دور کا  
خبر کوچ کی تو بھی تولنے نہ لی  
کہ ہستم اسیر کسند ہوا  
گناہوں میں اپنے گرفتار ہوں  
خجالت سے کیوں کراٹھاؤ نہیں  
مجھے رونا آتا ہے مجھ کیا کیا  
مجھ بیکار بیکار چلتی نہیں  
مجھے بخشہ سے مرے کردگار  
میں اس درد و آفت میں کہتا ہوں  
بس اب واسطے دیکھ سدا کے  
کروں کس سے اس درد و غم کا بیان  
پسینا زامت سے ہے تا بفرق  
کروں وصف طاقت رہا نہیں  
تو بخشے گا حجت نہ منرا یتگا  
ورق کیوں نہور شکستہ غم

مجھ سب تختہ سر و گلزار ہیں  
کہ آنکھوں سے چوئے کسی کے قدم  
ادب سے زبان کو مری چمکے  
شفیع گستاخان ماوشما  
ہوا ہے مجھ پائے کیا کہیں  
ہوئے خاتم احادیث کے نگین  
یہی تو ہمارے شہنشاہ ہیں  
فدا انکے قدموں پہ سوجان سے  
نہ ماندی ہوئی اور نہ کچھ تھک گئی  
بلا شک یہی درۃ التاج ہیں



یہی سرور قاب قوسین ہیں  
 پیالے درو آل و اصحاب پر  
 ابو بکر اول دوم ہیں عشر  
 رسول کرم کے ہیں یار غار  
 پلاساقیا جام عیش و طرب  
 چمن کو بھی کچھ اویں سے نسبت ہیں  
 محبت میں الفت میں آداب ہیں  
 وہاں کا نہ کس طرح خوشہ چین  
 ولیکن وہاں ہی مجھے غم ہوا  
 رشکین کٹا نالہ و آہ میں  
 غم ہجر میں جان کھوتا رہا  
 ابھی پاؤں رکھتا تھا محبو محال  
 زبان پر کمر شور تھا شین تھا  
 طبیعت کا جنگل پہ تھا اعتقاد  
 حسینوں سے رکھتا تھا اتحاد  
 اسی میں کٹی عمر اپنی تمام  
 تڑپتے تڑپتے جگر خون ہوا  
 بہم ہو گئے جب کہ دو چار یار  
 طعام اپنا بے ہیر بچتا تھا  
 سفر میں جو رہتا تھا اندوگہن  
 غرض پہر جو کچھ فضل حق ہو گیا  
 خداوند اور قبلہ معنوی  
 فلک مرتبہ شاہ عالی مقام  
 غرض میں جو گھبرا کے پہچا نہاں  
 حسینوں کا مسکن حسینوں کا گھر

ہمیر ہیں اور شاہ کونین ہیں  
 کہ ہیں بحر خوبی کے عمدہ گھر  
 جنہوں نے کیا کفر زیر و زبر  
 میں لکھتا ہوں لکھنے کا سبب  
 وہ بے شبہ ہے رشک خلد ہیں  
 سنے اور نہ دیکھے کبھی خواب میں  
 وہ دوشہ سے رضوان کچھ کہ نہیں  
 خوشی سے جہان میں رہا کم ہوا  
 محبت نے بہکا دیا راہ میں  
 بہانہ سے طفلی میں روتا رہا  
 کہ آنے لگے دل میں لاکھون خیال  
 نہ اب چین ہے اور نہ جین تھا  
 سبق بوستان کا نہ رہتا تھا یاد  
 رہا جا کے آگے سدا سید یاد  
 الف سے بخانا کبھی بے کا نام  
 لقب میرا آخر کو محبوبون ہوا  
 تو پہر ہو گئی اور ہی کچھ بہار  
 کہیں کوئی میلا ہو بچتا نہ تھا  
 کتاب میں کئی ایک تصنیف کہیں  
 تو میں پھر کے اپنے وطن کو گیا  
 شہ دو جہان میرا شہد علی  
 محیط کرم واجب الاعظام  
 تو کچھ سیر کی ہو گیا شانان  
 کوئی رشک گل کوئی رشک گھر

### سبب تالیف

قلم و زبان کیا جو ہو کل زبان  
 ہمارے ہمیر کے ہیں چار یار  
 سوم اُن میں عثمان چہارم علی  
 اگرچہ میں ہوں اب غریب الوطن  
 وہاں کا سا جو بن وہاں کا سا جوگ  
 اُسے لوگ کہتے ہیں سب آگرا  
 نہیں نام کو نام غم کا وہاں  
 بنایا ہے خالق نے وحشی مزاج  
 سمجھتا رہا عشق بازی کو کیل  
 لہو چشم نم سے بسایا کیا  
 چلا جب تو پہلے چلا نجد کو  
 الم سے جوتی مجھ کو الفت قدیم  
 پہاڑوں سے الفت جوتی بیشتر  
 غرض دل نے الٹا پڑھایا مجھے  
 ہوا بعد اسکے جو کچھ ہوشیار  
 ولیکن طبیعت کو بہلا دیا  
 شب و روز اڑنے لگے قہقہے  
 ہوا آخرش کو غریب الوطن  
 نظر پکیر اول دوم تیج نہر  
 وطن میں جو رہنے لگا کچھ اس  
 قلم نے جو یہ نام نامی لیا  
 مرے سر پہ سایہ ہمیشہ ہے  
 عجب ملک ہے واہ وصل علی  
 اگر آدمیت ہی ہوتی یہاں

نہوخت کا جزا وہیں سے بیان  
 کہ اسلام جن سے ہوا استواء  
 پڑی جن سے کفار میں کھل گئی  
 بہت ان سے راضی ہے پروردگار  
 وطن ہے مگر میرا رشک چین  
 وہاں کی سی خلقت ہانکے ہوگ  
 پھرا پھرنے کوئی جو دان آ پھرا  
 غرض ہو عجب دل لگی کا مکان  
 مجھے کل جو پوچھو تو کل تھی نراج  
 ہمیشہ رہا غریب یوں سے میل  
 گریبان کے پرنے اٹایا کیا  
 ذرا دیکھنا میرے اس قصہ کو  
 پڑھا سب دل الف لام میم  
 ہمیشہ رہی قاف ہی پر نظر  
 پڑھا بھی مگر کچھ نہ آیا مجھے  
 تو پیدا ہوئے سرین سود ہزار  
 کیا آہ و نالہ مگر کم کیا  
 گلستان میں رہنے لگے چھپے  
 نہ بلبل رہا اور نہ سیر چین  
 سوم شورش عشق مقبول کا  
 تو پنجاب آیا میں والد کے پاس  
 تو آداب سے بہک کے سجدہ کیا  
 فقط بندگی میرا پیشہ رہے  
 تروتازہ شاداب اوپر پھرا  
 تو بیشک تہا رشک بل غیاں



بہت دن رہا عیش و آرام سی  
 دیا حکم والد نے یوں اکیبار  
 مگر دن لغت کی نہ بہر مار ہو  
 جو اس طرح ارشاد والا ہوا  
 کہا پھر یہ مین لے کہ اسے کردگار  
 یہ ہی مختصہ دل مین ہنہ لگا  
 پیما خون دل مین نے حال کلام  
 چچا میرے سید تفضل حسین  
 خدا یا موثر ہو میرا کلام  
 بلا محکوسا قی شراب کن  
 نئے گل قلم سے کہلاتا ہوں  
 سنا ہے کہ تہا ہند مین ایک شاہ  
 شہنشاہ تھے اوس کے فرمان پڑے  
 کوئی شخص شاکی مسم کا نہیں  
 اگر رستم زال ہو سامنے  
 سخاوت مین یہ نام روشن کیا  
 نہ واقف تھا اتنا بھی کوئی بشر  
 جہان تک تھے لبر دل آرام تھے  
 کہ جس کے سبب چدیک تھے ہم  
 پہلا سرا دھوا دے کوئی کیا مجال  
 نہ دشمن کی دہشت نہ اعدا کا ڈر  
 بہر طور وہ شاہ خور سند تھا  
 نہ کہتا تھا وہ شاہ فرخندہ بخت  
 کبھی چین دم بہر کو آتا نہ تھا  
 حکمران ہوتا ہے فولاد کا

تنفر مارچ کے نام سے  
 کہ ہر دم جو رہتا ہے تو بقیار  
 کہ بے ہفت قلم کے بیکار ہو  
 تو مین اپنے دل مین یہ کہنے لگا  
 یہ مجھ سے تو ممکن نہیں زینہار  
 مگر خیر لاچار کہنے لگا  
 آنکھیں کی دعا سے ہوئی یہ تمام  
 کہ ہے چین سے جکے اپنا بھی چین  
 پڑ مین مثنوی میری خالص عام

مگر پھر جو کچھ دلوں کم ہوا  
 جو اردو ہو قصہ جہاندار کا  
 فقط مثنوی کا تو ہے یہ کمال  
 بہلا اب مین انکار کیونکر کروں  
 بہلا مجھ کو اتنی کہاں ہے قیمر  
 اسی کی رہی منکر شام و بچا  
 کیا مہربانی سے از حد پسند  
 ہمیشہ بلند آن کا پایہ رہے  
 نہیں ہے ستائش کی گوار زو

یہاں سے آغاز داستان ہر سر اسرحر کا بیان ہے  
 شاہزادہ جہاندار شاہ بڑی ثنا سے پیدا ہوا ایک  
 جہان اس کے جمال جہان پر شیدا ہوا

غلامی کے مشتاق برناؤ پیر  
 کہیں ملک مین نام غم کا نہیں  
 تو ہاتھوں سے دل کو لگے تھامنے  
 کہ حاتم کا قصہ ہی طے کر دیا  
 کہ ہر ظلم کے پاؤں کا جاوے  
 غرض بت بھی اس وقت مین ام تھے  
 جلاتا ہے وہ جس پر ملتے ہیں ہم  
 اگر چرخ بھی ہو تو ہو پائمال  
 مزے سے گذرتی تھی شام و صبح  
 مگر دن فقط داغ فرزند تھا  
 محل مین کوئی وارث تاج تخت  
 بجز غم کے کچھ اور کہتا نہ تھا  
 بڑا درد ہوتا ہے اولاد کا

قلم و مین تھا اوس کے اسٹان  
 شجاعت مین جیسے کشمیریان  
 بدن خوف سے تہ ترانے لگے  
 رعیت کو رکھتا تھا آرام سے  
 یہاں تک کہ اس عہد مین بڑا  
 دعاروز کرتے تھے عاشق مزاج  
 نہ تھا فوج و لشکر کا اس کے شمار  
 اچکوں کی کثرت نہ چور و نکازو  
 خزانے بھی لبر تھے مال سے  
 سو ایسا کہ اس در دین گھل گیا  
 اسی سے کلیجہ یہ ناسور تھا  
 جھکاتا تھا سجدے مین سر بار بار  
 مہو جس کے اولاد اچھے نیاز

تو پھر وہ ہی دشت ہی غم مہا  
 تو اچھا ہے ہوشغل و دچار کا  
 کہ کل روزمرہ ہوا در بول حال  
 اب سے ہوا سنتے ہی ننگوں  
 سنا ہے کہ دن شہر ہے سخت چیز  
 اسی غم مین گذرے مجھے چار ماہ  
 ہوا عرش سے میرا پایہ بلند  
 عرصے سرچ دو لو کا سایہ ہے  
 مگر قدردان کی تو ہے جستجو  
 دکھایا ہے سستی نے باغ سخن  
 تجھے ہی گلستان دکھاتا ہوں  
 جو انفرادی نصف رعیت پناہ  
 جسے دیکھتے خرم و شادمان  
 کرے سرکشی کوئی طاقت کہاں  
 اطاعت مین گردن جھکانے لگے  
 تنفر کا تھا بیداد کے نام سے  
 ستم کو سمجھتے نہ تھے دلربا  
 سلامت رہے صاحب تخت تاج  
 پہر اس مین بھی سب شیر دل جانثار  
 چراتے تھے دل بلکہ چوری سے چور  
 نہ تھا بچ اسکو کسی حال سے  
 ورموت اوس کی طرف گھل گیا  
 جہان سارا انکھو نہیں بے نور تھا  
 نہ آرام دن کو نہ شب کو دستار  
 اسے دے سپر عمر بھی کردار



غرض یہ ہی اُس شاہ کو بچ تھا  
 خبر لیجیو اے سیجائے جان  
 بہلا بیچ بھی ہے اسے شہنشاہ  
 ولا تقنوا تیرا فرمان ہے  
 میں اس سے تو مر جاؤں کچھ حال  
 فقیروں سے کہتا کہی اے جناب  
 نہیں ہائے افسوس گھر کا چراغ  
 دعا سے مدد ہو تو فرمائیے  
 ہماری زبان کا عجیب حال ہے  
 مگر اور آکٹا دکھایا اثر  
 غرض وہ شہنشاہ عالی تبار  
 کیا روز کی ما تو ہونے اثر  
 سنی جب خبر یہ شہنشاہ نے  
 کئے نو مہینے بمشکل تمام  
 وہ لڑکا پر نیا دپیدا ہوا  
 نظر تاب مگرے پہ لاتی نہ تھی  
 گلے سے لگایا شہنشاہ نے  
 بمشکل ہوئی ہے دعا مستجاب  
 دیا حکم پر شہنشاہ نے خیرات کا  
 کہا پھر کہ ان آئین اختر شاہ  
 ہوئے مجتمع آکے اختر شمار  
 سوایا ہمیشہ راج ہو  
 سوامی ترا بول بالا کرے  
 کرے اس کا کرتار تہ بند  
 براجے گا اچھی طرح راج پر

اسید کا ہمیشہ شمش و پرخ تھا  
 مدد کیجیو اے طبیب جہان  
 یہ در چوڑا اور جاؤں کہان  
 شرے واسطے سب کچھ آسان ہے  
 کہ جاتا رہے دل سے پرخ و ملا  
 دعا دیجئے لیجئے کچھ ثواب  
 دیا ہے عجب محکو قسمت کا داغ  
 کہی تو ہمارے ہی کام آئے  
 کہ مردار مردار سی کمال ہے  
 ہوا کور مانگا جو نو نظر  
 اسی غم میں رہتا تھا لیل و نہار  
 دعا ایک بیک ہو گئی کارگر  
 کہ لو کر دیا فضل اللہ نے  
 ہوا دن تو لد کا حال کلام  
 کہ ہر مرد و زن جس پہ شیدا ہوا  
 محبت سے دایہ دکھاتی نہ تھی  
 دکھایا یہ دن ادس کو اللہ نے  
 تمنا ہے اب یہ کہ دیکھو شایب  
 بند ہو وہ سماں جیسے برسات کا  
 بچن پوتھیوں کے کرین التماس  
 لگے کرنے کچھ من میں اپنے بچار  
 جو بیری ہو تن من سے آج ہو  
 کہ ہم سے گریہوں کو پالا کرے  
 سدا اس کو رکھے گوتیان اند  
 نہیں بیر سے اسکو بیری کا ڈر

دعا مانگتا تھا شب و تار میں  
 نگاہ کرم اسے شہد و سرا  
 گداہن ترے سب امیر و فقیر  
 یہ کیا میری قسمت کا ہے ایہ پیر  
 یہی ہے تو گٹ گٹ کے جاؤنگا  
 کہہ سکتا ہے میرے کلیجہ میں خار  
 یہ روشن ہے سب پر کہ اندھیر ہے  
 خدا نے دیا ہے زبان میں اثر  
 دعا مانگتے مانگتے تنک گیا  
 نہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت  
 کہلے آخر شش اور جاگے نصیب  
 ہوا شاہ پر فضل عز و جہل  
 تو سجدہ وہین عاجزی سے کیا  
 خوشی سے ہوئے سب کسب خندان  
 گمان اُٹپہ ہوتا نہ کیوں حور کا  
 فسانہ ولادت کا افسون ہوا  
 کہا ہنس کے اے جان سیر لے  
 خدا میرا بخشے تجھے عمر نوح  
 یہاں تک کئے لعل و گوہر نثار  
 مگر خوب اچھی طرح دیکھ دیکھ  
 غرض پوتھیان پانچ کریوں کہا  
 کرے تجھ پہ ہنگوان کر پاگنی  
 یہ بالک سوہاگی ہے ہنگان ہر  
 نہیں دود اور پوت کی کچھ کمی  
 مگر ایک پوتھی کا ہے بچن

چلا دل تمنائے دلدار میں  
 نہیں ہے مرا تم سوا دوسرا  
 بحکم علی کل شئی تدبیر  
 کہ ایسے غم نے لیا محکو گھیر  
 کہانتک بہلا دو دغم کہاؤنگا  
 وہ نکلے جو پاؤں کوئی گلزار  
 دل اب زندگی سے مرا سیر ہے  
 ہلاؤ عجب کیا کہ ہو کار گر  
 کلیجہ مرا آخر شش پک گیا  
 ہوئے دل کے ٹکڑے جگر تخت  
 ہوا ٹھیک فرمان امن بحیب  
 رہا اُس کے بیت اللہ فرماں جل  
 کہ گھر کا دیا اب خدا نے دیا  
 کیا دور خالق نے پرخ و محن  
 کہ عالم تھا ہر عضو میں نور کا  
 سنا جس نے وہ اوس پہفتون ہوا  
 ہزاروں جتن بلکہ لاکھوں کئے  
 کہ تازہ رہے حشر تک میری روح  
 کہ خالی ہوئے بحر اور کوہ ہار  
 کہ کوئی نکالے نہ پھر دین میکھ  
 مہاراج ہنگوان کی ہو دیا  
 دیا رام نے تجکو بالک و ہنی  
 بڑا جور والا ہے بلان ہے  
 کہ بالک یہ مالک ہے دہر ماتمی  
 کہ آویگا اس پر سینہ کھٹن



کسی استری سے کر گیا پرت  
 کر گیا یہ بری کو اپنے تباہ  
 بہر طور ہے اپنے دل کو یقین  
 پلا سا قیادادہ خشکوار  
 نہ یوں خدا کے غضب سے ڈرین  
 جوانی کے دن جب نکل جائیگے  
 ہوا شاہزادہ جو کچھ ہوشیار  
 غضب کا صنم چشم بدور رہتا  
 دکھایا یہ دن جیسا کہ اللہ نے  
 غرض جو کہ دنیا کی ہے ہم راہ  
 گیا سوئے صحرای کسی روز وہ  
 رہا دیکھنے کو نہ کوئی چہرہ  
 ہوا تیز اسنے میں کچھ آفتاب  
 دکھائی دیا ناگمان ایک باغ  
 گیا بوسے مانند گلزار میں  
 وہاں گارہ ہے عجب آن سے  
 نہ کچھ رنگ میں اور نہ کچھ سائے میں  
 گیا پاس اس کے بہ غلبت تمام  
 لگا تہترانے تن نازنین  
 رہے حکم میں تیرے چرخ بلند  
 کوئی بل کرے تجھے مغدوری  
 نہ باتوں پر اس شخص کجانیے  
 حقیقت میں ہے گرچہ توشت  
 کہا او جوان حسین خوش حال  
 کہا دوسے بیتاب ہو کر وہیں

سکھا و گیا پکشتی پر تیم کی ریت  
 کہیں گے اسے سب جہان شاہ  
 جب اس نے ہمال خوبی سے  
 رنگ و روغن نکالا ایک دن شکار کو گیا وہاں سے  
 ایک طوطا مول لایا اسے اپنا منوں و ہر دم بنایا  
 تو ہم آپر ہی سے نکل جائیگے  
 تو ہر اور اسپر کیا زرنثار  
 وہ رشک پر ہی غیرت حور تھا  
 تو خوش ہو کے دل سے شہنشاہ نے  
 ہوا سب میں کامل جہاندار شاہ  
 لئے ساتھ دو چار دل سوز وہ  
 رہا نام کو بھی نہ باقی پرند  
 لگے لوگ بل بل کے ہونے کباب  
 اسی دشت کا تھا وہ چشم و چراغ  
 ذرا جان آئی تنہا زار میں  
 فدا جس پہ زہرہ ہو سوجان سے  
 فقس ایک طوطی کا لب لہلہ تہ میں  
 کہا اے جوان زیب گلشن سلام  
 ہلے خوف سے آسمان زمین  
 نہ دھڑکے ہون رخپہ تیرے پسند  
 مگر یہ جہالت سے مجبور ہے  
 خدا کے لئے جسم فرمایے  
 مگر فوق ہے تجکو انسان پر  
 یہ طوطا نہیں چاہیے بیچ ڈال  
 کہ صاحب یہ طوطا بجا و نہین

کسی استری کا بھی کچھ میر ہے  
 یہ سنکر ہوا بابا کچھ کچھ لول  
 جو انی عجیب چیز ہے داد واہ  
 وہ جوش جوانی دہ دل کی تنگ  
 نظر جس کی اد سپر پڑی ایجاہ  
 بٹھائے اتالیق منشی ادیب  
 سدا ساتھ رہنے لگے جان نثار  
 وہاں جا کے جہدم سنبھالی کمان  
 وہ جنگل کا جنگل صفا کر دیا  
 بگاڑا جو غور شید نے رنگ روپ  
 قرینہ سے آیا جو دل کو پسند  
 ہوئے ہوش جیب ٹپک آنی حوس  
 چمکتی تھی بلبل اگرچہ ہزار  
 گلا اس کا اس گل کو آیا پسند  
 یہ سنکر نہ اسنے دیا کچھ جواب  
 یہ طوطا نے دیکھا تو پر جہاڑ کر  
 فلک کو بھی یہ آج طاقت نہیں  
 کیا اسے گو عقل کے برخلاف  
 یہ سنتے ہی بولا جہاندار شاہ  
 کہا پہرہ دل میں کہ لیجے اسے  
 جواہر وہ دیگے تجھے بے بہا  
 اسے مینے پالا ہستار مان سے

مگر جان کی سب طرح کھیر ہے  
 مگر ہر کہا سچ سے کیا حصول  
 جو نہ تاج ہو گا سے گاہنہیں  
 عجب دھوم سے آرہی ہے ہمار  
 لیکن جوانی ہے ہم کیا کرین  
 یہ ہی فلک ہستی کی ہے بادشاہ  
 ہوا اور ہی اور کچھ رنگ و رنگ  
 کیا جان و دل دیکھتے ہی نثار  
 سکھایا ہر ایک فن عجیب غریب  
 ہمار دوشب شغل سیر و شکار  
 پھوٹا کسی جانور کا نشان  
 ہر ایک دشت و صحیر سے بہر دیا  
 لگے کرنے سایہ کی سب ڈرہو پ  
 جہاندار چپکا کے اپنا سمند  
 تو دیکھا کہ ایک شخص زین لباس  
 گرتاں سے اس کے کھاتی تھی خاک  
 ہوئی دل کو آواز گویا کند  
 ہوا شاہزادہ غضب سے کباب  
 کہا شاہزادہ ہے اوس سیمبر  
 کہ قدموں پہ تیرے نہ گرے حسین  
 مگر آپ لبت کر دین مساف  
 کہ جا تیری خاطر سے بخشا گناہ  
 کسی ڈرہے جانے نہ دیکھا سے  
 کہ ہوش و درشت تیرا ہبلا  
 عزیزا سکور کہتا ہوں میں بنے



لے گا کہان ایسا شیریں کلام  
ادھر لاہین دے یہ پالینگے ہم  
غرض اُسے آخر کو جہان کے  
محل کو گیا کہہ ملاتا ہوا  
غرض شاہزادہ نصیر اہتمام  
وہ طوطا ہی اپنا سنا کر کلام  
کہو جا کے ساتی کلام سے  
نئے عشق اب اس کے پلاوے مجھے  
عجب سحر کچھ عشق کو یاد ہے  
نہ مطلب گداسے نہ کچھ شاہ سے  
سنا ہے سیدن جہاندار شاہ  
پرستار ہی ماہ رخسار تھی  
یہ مشہور ہے سب میں نزدیک دور  
ہمیں ہیں فقط ایک شک پی  
خصوصاً جو عاشق کے ہوں در  
چنانچہ توجہ سے اب تم ذرا  
اُسی وقت پہ آرسی دیکھ کر  
جو کچھ بال بجاتے ان کو سنوار  
کوئی ایسی صورت کا زہر نہیں  
جو کہتی ہو تم مومور راستہ ہی  
کہیں گے پرتی ہنسی چل  
کہا بہرہ اے بے حیا بے ادب  
حقیقت میں تم غیرت حور ہو  
میں بیج جو ٹھ سے گر چہ پڑا ہوا  
جو سمجھی ہی ہو گی تو ہو کیا خیال

نہ لونگا جو دانا ہوں میں سکرام  
غم اپنی طبیعت کا ٹالینگے ہم  
قفس وہ حوالے کیا بار کے  
سبھوں کو وہ طوطا دکھاتا ہوا  
اُسے پاس رکھنے لگا صبح و شام  
قضا کا ریکدن مہر پرور نے اپنے حسن حال کا ذکر کیا  
نے خوب آڑے ہاتھوں لیا اسی ضمن میں مہر پرور بات کی  
خوبصورتی کا تذکرہ آیا جہاندار نے تیر عشق سیدنے پر کہا یا نظیر  
نام مصو کو بچکر قصو منگانی دیکھا تو یک یک ہوش جاتے  
رہے پچھاڑ کھائی  
بغل میں لئے ایک تابندہ ماہ  
نشے میں جوانی کے سرشار تھی  
حسینوں کو ہوتا ہے از بس غور  
خریدار ہیں زہرہ و مشتری  
تو اللہ رے اُن کی پہر گفتگو  
سنو ایک مجھ سے نیا صاحب  
بگنی اور اچھی طرح بن سنور  
لگی کرنے عاشق کا دل تار تار  
سنایا کہ دیکھا ہے تھے کہیں  
یہ تقریر سب بے کم و کاست ہی  
کہ کرنا ہے ٹین ٹین جیون محل  
بتا اپنے ہنسنے کا محک و سبب  
ز سر تا قدم شعلہ طور ہو  
متھارا تو لیکن خطا دار ہوں  
کہ دنیا میں مجھ سے نہیں خوش حال

کہا شاہزادہ نے بس ہنسی خوش  
محبت سے اب اس کی دہڑال ہاتھ  
اسے لیکے ایسا وہ مگر و کھلا  
کہا آج وہ چیز لائے ہیں ہم  
انکرا تھا اس کو جدا ایک دم  
قضا کا ریکدن مہر پرور نے اپنے حسن حال کا ذکر کیا  
نے خوب آڑے ہاتھوں لیا اسی ضمن میں مہر پرور بات کی  
خوبصورتی کا تذکرہ آیا جہاندار نے تیر عشق سیدنے پر کہا یا نظیر  
نام مصو کو بچکر قصو منگانی دیکھا تو یک یک ہوش جاتے  
رہے پچھاڑ کھائی  
شب ماہ میں پی رہا تھا شراب  
اُسے مہر پرور دیا تھا خطاب  
سمجھتی ہیں مجھ سا جہاندار حسین  
ہمارا ہی بہتر ہے ہر ایک دم  
کرین سن ترانی سے ٹکڑے جگر  
جب اس گل کے نزدیک نہیں گنیر  
دھڑی اور مرہ کو کر کے دست  
کہا شاہزادہ ایسے پہلے صنم  
یہ فقرہ ناب تک ہوا تھا نام  
کہا مہر پرور نے ہو کر خفا  
مجھے ایسی بہانی نہیں ہے ادا  
کہا اُسے اے غیرت مہر واد  
خطا میری شد کرو و معاف  
نہ سمجھی و لے اس کنایہ کو وہ  
کہا شاہزادہ سے دکر اچھی

ذرا کہول آنکھیں نہ بال بیاہوش  
کہیں جان جاتے نہ طوطے کیساتھ  
کہ قانون کا گویا خزانہ ملا  
کہ پہنچے تو مشکل سے پہنچے ہم  
کہ تھی اس کو دم بہر کی وقت ختم  
نیا روز دل پر بچھاتا تھا ام  
کہ ہشیار ہو جائے پر جام سے  
نشے سے زمین پر جھکا دمجھے  
یہ دل کے پھنسانے میں ہتا ہے  
جھکاتا ہے سب کو کھے چاہ سے  
کہ تھا جوش پران و نوین شباب  
کہ تھی وہ صنم غیرت آفتاب  
نہیں کوئی غارت گر عقل و دین  
ہمیں ایک گویا ہیں رشک صنم  
خدائے کئے عوے پہ بانہیں مگر  
تو سمجھی کہ مان ہم ہی ہیں کوئی چیز  
ہوئی اور غم سے میں چالاک پوت  
سنو تو تمہیں میرے سر کی قسم  
کہ طوطے نے ہنسر کہا بی سلام  
ارے تجھے پوچھتا ہوا بے حیا  
کروں لڑی چوٹی پہ تج کو خدا  
ہوا خیر ہو لے میں مجھے گناہ  
نہ ہنسنے کا پوچھو مرے حال صفا  
ستائے لگے دل ستائے کو وہ  
سنی اور دیکھی مومور کی مہنی



پر اسیر بتاتی نہیں ہے سبب  
 غرض جب وہ چین ہونے لگی  
 یہ بی بی جو کہتی ہیں مجھ حسین  
 زمانہ میں لاکھوں دلارام ہیں  
 مگر ان کا اسدم جو یہ حال ہی  
 وہ ان کا شہنشاہ گیتی پناہ  
 جو دیکھے کوئی شکل اسلہ کی  
 بدن صاف اور عضو سب نور کے  
 حقیقت میں ہے غیر آفتاب  
 اگر دیکھ لیں وہ مژدہ نو کدار  
 حسین اس قدر ہے وہ زہرہ چین  
 ہوا شاہزادہ یہ سنتے ہی لوٹ  
 بڑا بیخ و غم قفسہ کم ہوا  
 غرض ہو کے وہ نیم جان بقرار  
 کہ خود صرف کر کے خزانہ کثیر  
 بناتا تھا تصویر آواز پر  
 کہا کہ بیچ لا اوس کا نقش و نگار  
 وہ پہنچا پتے کو لگاتا ہوا  
 مصور وہ شیر اوی باغ میں  
 کئے نذر وہ جا کے پر شاہ کی  
 دعا دیکے اٹھا پھر آیا وہیں  
 وہ خود گرہ مرد کفن سال ہی  
 دیا حکم خواجہ سرا کو کہ مان  
 کہا وہ سلامت رہیں جان جان  
 بہت اس میں چیزیں ہیں عجیب

نگوری پہ لڑے خدا کا غضب  
 دکھانے کو غمزہ سے وٹنے لگی  
 سنا یہی نہو گا کسی نے کہیں  
 ہزاروں سمنبر گل اندام ہیں  
 تو کیا گندمی رنگ کا کال ہی  
 گل اندام گل پر ہن کج کلاہ  
 تو قدرت نظر آئے اللہ کی  
 ڈہلے جیسے سانچے میں بلو کے  
 نہیں آج اسکا جہان میں جواب  
 تو ہو طرفہ العین میں اوسا  
 تکیر کہیں نام کو ہی نہیں  
 لگی جا کے اس کے کلیجے پر چوٹ  
 دگر گون طبیعت کا عالم ہوا  
 اوس وقت رونے لگا زار زار  
 بلا یا مصور کوئی بے نظیر  
 وہ پرواز کرتا تھا پر پار  
 کہ آوے مرے دل کو چن قرار  
 مصیبت سفر کی اٹھاتا ہوا  
 کسی لالہ رو کے گرداع میں  
 ملاقات کی اس طرح راہ کی  
 کہ شاہون سے الفت ہی چہین  
 مگر پاس اس کے نیا مال ہی  
 وہ اسباب گل لیکے آئے یہاں  
 کہ ہم سے غریبوں پہن مہربان  
 کہ ڈھونڈے ہی ہرگز نہو نہیں

ذرا پوچھئے آپ اسے جان جان  
 تو طوطے نے خود جہاز کربال پر  
 بہلایہ کوئی عقل کا ہے کلام  
 کہ ورون ہیں ببل کی خاطرین  
 یہیں پاس ہے شہر بنو سواد  
 عجب ایک کہتا ہے دختر حسین  
 مٹر جائے اوسپر نظر کیا جمال  
 اگر چپ کے پردے میں بیٹھو جو  
 یہ بیٹی جو کہتی ہیں ہونیں میں  
 وہ قد دیکھ کر ہو قیامت بپا  
 نہ کچھ ناز و خضر نہ دل میں غرور  
 کیا عشق نے آ کے سینے میں گہر  
 کہی اف تھی لب پر کہی ہانوی  
 مگر دل کو روکا بہ شکل تمام  
 نہ مانی کہی اوسے بہزاد کی  
 تجارت کا کچھ مال دیکر آسے  
 مگر عقل کو کام نہ فرمایو  
 اوی گل کا گلشن تھا کوئی ہاں  
 اسی وقت اسباب کو کھول کھال  
 بہت خوش ہوا شاہ وہ دیکر  
 اسی دن ہوئی اوسکی شہزادہاں  
 ہوئی رفتہ رفتہ آسے ہی خبر  
 سنایا جو خواجہ سرانے پیام  
 نہ پوچھا کسی اور نے حال ہی  
 وہ قابل ہیں ایسی ہی سرکار کے

نہیں اپنے جی کا کرونگی زبان  
 کہا اے شہنشاہ عالی گہر  
 انہیں پر ہے کیا حسن کا اختتام  
 کہیں کم ہوئے ہیں یہ گل برین  
 جہان سیکڑوں ہیں سنگرزاد  
 کہ ہے خاتم حسن کی وہ نگین  
 نہ ایسا سنا اور نہ دیکھا جمال  
 تو چین چین کے باہر ملک آئے نور  
 انہیں آسے تلوون ہی نسبتین  
 نظر آئیں گیسو تو ٹوٹے بلا  
 دیا ہے خدا نے یہ عقل و شعور  
 لگا دل اچھلنے ہوا خون جگر  
 گذر جائے جی سے مہی ل بگاڑ  
 کیا ایک اور آزمائش کا کام  
 نہ کہتا تھا حاجت وہ استاد کی  
 روانہ کیا سوے دلبر آسے  
 کہیں یونہیں خالی نہ پہر آئو  
 کہ ہوتا تھا جنت کا جسر گمان  
 لئے چند تحفے تحائف نکال  
 دیا اوسکو خلعت معال زر  
 کہ آیا ہے اک مرد تاجر یہاں  
 لیا تھا یہ جس کے لئے دروہر  
 کیا آسے سنتے ہی اٹھ کر سلام  
 میں خود ہی انہیں کا ہون والی ہی  
 میں رکھ دوں گا ان پر سے ہبا کے



مگر میری جانب سے بعد از پاس  
اگر اب یہاں سے دھن لاؤنگا  
تو مٹ جائے لالے کے سینکڑوں  
دکھاؤں جو اسباب ہو جو ہے  
منہیں حکم اقدس بجا لاؤں گا  
ہمیں خیر اچھا چلے آئیں گے  
گلوں نے لے چوم گل کے قلم  
لگین کہنے حق سترہ قمریان  
غرض آکے اتری وہ گل پرین  
وہ حاضر ہوا لیکے تحفے نفیس  
چنا جا کے موقع سے اس کے حضور  
کر و پیش باقی جو کچھ اور ہے  
جڑے قفل ہیں اس پونیکے چار  
اٹھاتا ہے دامن سے کراہی ہوتا  
پراسے گزارش کیا اکیھنور  
یہ وہ شے ہے اسے مہر عالی نسب  
یہ شکر ہوا اور بھی شتیاق  
یہ مانا کہ دینے میں انکار ہے  
ہو ادا مین جب کہ غنقا اسیر  
مگر آپ دکھلائے گا خاکسار  
بظاہر ہوتا یہ چونکہ اک مرد پیر  
وہ آیا مگر دور سے دیکھ کر  
جہاں حسن کچھ اپنا جلوہ دکھا  
یہاں ذرا اور زکمان چاہئے  
سنبھالا ہوتے ہوش کچھ ٹھیک

ذرا کیجئے جا کے یوں التماس  
تو سارے کا نقصان کر آؤنگا  
گل و غنچہ ہو جائیں سب باغ  
کہ میرا تو خود ہی مقصود ہے  
ضرر ہو تو ہو آپ ہی آؤں گا  
وہیں انکر سیر کر جائیں گے  
صبا نے دعا اسے کی پر کچھ دم  
کہ لو آن پہنچا وہ سرور دان  
مگر کر کے غیروں سے خالی چن  
جو عہدہ سے عہدہ تھے چپس نہیں  
بہت خوش ہوئی وہ پرچی شکستہ  
کہ پہر لوٹنا ہم کو مرنے الفوج ہے  
وہ دیتا نہیں ہمنے مانگا ہزار  
چڑھے ہیں کئی اوس پتہ رین غلام  
امانت ہے یہ چیز جاوگی دور  
کہ ذرہ ہی چمکے گا جس کے سبب  
رکھا عقل و دانش کو بالائے طاق  
دکھانے میں کاہکی تکرار ہے  
تو یوں عرض کرنے لگا بے نظیر  
مہر و سانسین غنیر کا زینار  
کہا خیر آجائے خود بے نظیر  
اڑے ہوش اور گر پڑا بے خبر  
وہاں غیر ممکن ہے دل بندش جائے  
فقط عشق میں دل جوان چاہئے  
اٹھا ہمارے اپنے کپڑوں کی خاک

کہ اسباب آدھا بہ شکل تمام  
اگر آپ اسے غیرت انجمن  
مجھے اس وسیلہ سے ہوا مختار  
جو اس میں ہوا جاو کچھ ہی بند  
کیا جب گزارش یہ اس کے حضور  
غرض دوسرے روز وہ گلعذار  
غبارِ سیم تو سن باد پا  
زمین میں گڑھے شرم ہو نوناں  
کئی بیٹھ پر وہ مین بدر منیر  
کئی نوڈیاں ماہر و سیمبر  
کہا واقعی مال ایسا کہ میں  
یہ سنکر سبوں نے کیا التماس  
خدا جانے اس میں ہے کیا عجیب  
کہا حکم دو کہول ڈالے اسے  
نہ کہولوں گا ہرگز میں ہو یہاں  
اسی سے بیگا مجھے افتخار  
کہا نوڈیوں سے بہ منت کہو  
ذرا دل میں سوچو تمہیں غنچے سے  
اگر آپ کو یہ ہی منظور ہے  
میں ڈرتا ہوں ایجاں غلام  
نہیں لعل ہم میں جو لیو گیا توڑ  
وہ حسن خدا داد وہ بانکپن  
جوان ہو کوئی یا کوئی پیر ہو  
کہا شاہزادی نے لینا اسے  
کہا تو زمین پر لگا اسے

یہاں لیکے پہنچا ہے کل یہ غلام  
کرین دو گڑی آکے سیر چمن  
کروں جان اور مال اپنا نثار  
تو واللہ رتبہ ہو میرا بلند  
تو کہنے لگی لطف سے کیا ضرور  
مگنی باغ گلگون پہ ہو کر سوار  
لیا آنکھ میں بلبلوں نے لگا  
گلگون کے ہوئے زرد غیرے گال  
کہا پر کہ مان آکے اب بے نظیر  
وہ اسباب سب لیکتیں آنکر  
کسی جا کبھی ہم نے دیکھا نہیں  
کہ صندوق باقی ہوا کس کے پاس  
کہ ہشیار بیٹھا ہے اس کے قریب  
جو تحفہ ہونا در نکالے اسے  
نہ فرمائیں تکرار جان جہاں  
حفاظت میں کوشش ہو لعل نہا  
کہ نقصان کیا ہے اسے کہول دو  
بہا نہ بھد کرنا کسی اور سے  
تو سپر خیر بندہ ہی مجبور ہے  
سمجھتا ہوں بہتر سے جانے  
ہماری سی صورت کی ہوگی کرٹ  
بہلا کیوں نہو دل اسیر محن  
کشش ہو تو کیوں نہ کر نہ تاثیر ہو  
کڑا ہو تو گرنے نہ دینا اسے  
کہاں کہیں پیر ہوں اس سے



گئے ہاتھ اور پاؤں کچھ لڑکھڑا  
 بڑی عمر بچتے تھیں بے نیاز  
 وہ گویا کہ تدبیر تشخیص تھی  
 کہا دل میں صدقے عجیبان ہی  
 مٹے یہ جوانی کی دل سے ترنگ  
 غضب تیغ ابرو ہے یہ خوش حال  
 یہ سنستے ہی کہنے لگا بے نظیر  
 نگہ اسکی ہوتی ہے سینہ کپڑ  
 وہ بوٹا سا قد وہ الوٹھی سی چال  
 خم تیغ ابرو کا عالم شہید  
 یہ سنستے ہی ایک جوش پیدا ہوا  
 گردل کو روکا نہ کی لب سے آہ  
 بہانہ سے کہنے لگی بے نظیر  
 دل و جان تو حاضر ہے لے لیجے  
 اگر مجھے پوچھو تو بیکار ہے  
 بظاہر تو کچھ اس کی قیمت نہیں  
 وہ کیا کچھ نہ دیوے گا فرمائیے  
 وہ اس گل پہ عاشق دل و جگر ہے  
 یہ خورشید آوے جو اس سے کٹے تھے  
 اگر دسی نہ تصویر لے بد نصیب  
 نہ آویگا پہ خواب میں بھی خیال  
 نہیں جان دیتا کوئی جان کے  
 کیا جس نے لایچ پشیمان ہوا  
 اگر اپنے کہنے سے بہر جائے وہ  
 ارے باولے ہوشیار سنبھل

نہ سنبھلا گیا آخرش گر پڑا  
 بڑھو جیسے بڑھتی ہی زلف و راز  
 جہاندار کی اس میں تصویر تھی  
 یہ تصویر کیا آفت جان ہے  
 مٹا جسکے باعث سے ناموس تنگ  
 کیا جس نے یک لخت یوں لٹکال  
 کہ اے ماہ رو رشک بد سیر  
 مقررہ اسکی دیکھو تو ہوا دسار  
 کہ ہو سرد قمری صفت پائمال  
 بیوین قفل باغ ارم کی کلید  
 دل زار باتوں پہ شدید ہوا  
 لگا داغ سینہ پہ گوشل ماہ  
 یہیں بیچ ڈالو یہ نقش حریر  
 مگر اس پہ صاحب کرم کیجئے  
 فقط قابل نقش دیوار ہے  
 بکے ہی نہیں جینے سے کہیں  
 حضور آپ بھولی نہ بن جائیے  
 سنگائی یہ تصویر ارمان سے ہے  
 تو چکے ستار مرا ایک ساتھ  
 تو نقشے جمالین گے اپنے قریب  
 تپ غم سے فرقت میں ہوگا وصال  
 کرشمے ہیں دنیا میں سب بیکے  
 کبھی دل کا پورا نہ ارمان ہوا  
 جو دینے کہا ہے نہ دلواتے وہ  
 نہ ڈالو آپ سے زندگی میں خلل

یہی ہو گا جب آپ کا سن سال  
 یہ کہہ روہ صندوقچہ کہول کر  
 جسے دیکھ کر آستے عش عش کیا  
 سبھا سے آتا نہیں ہر دستار  
 نہ کہوے کوئی اہلو سودا ہوا  
 کہا پر کہ یہ کس کی تصویر ہے  
 یہ آقا ہے میرا جہاندار شاہ  
 جہان اس کی آنکھوں کا بیار ہی  
 وہ بانگی ادا اور وہ ٹیڑھی نگاہ  
 خط سبز ہے دلبری کی سند  
 جگر خنجر عنم سے شق ہو گیا  
 وہ تصویر کہدی الگ تھ سے  
 وہ بولا کہ صدقے میں کنازین  
 کہا ایک کاغذ کا ٹکڑا حقیر  
 کہا او سے ہنس کر کہ ہان سچ کہا  
 مگر اس کی فرقت جسے شاق ہو  
 شہنشاہ بنگال عالی حصال  
 پدرا اس کا شادی کو تیار ہے  
 یہ سنکر کہا دل میں اس ماہ نے  
 ہم آغوش ہو گا وہ بت غیر سے  
 بنے جسطح سے یہ لے لیجئے  
 کہا ہنس کے پرس تو اے بظہر  
 ذرا دل میں کر غور احمق بن  
 تو پہر کیا ہو غم سے تبادل کاحال  
 وہاں تک نہ جا چور دے یہ خیال

تو کھلایا نگاہ میرے گرنیکا حال  
 نکالا عجیب نقش حب پر اثر  
 بدن سن ہو اگر پڑی عش کیا  
 کلیجہ اچھلتا ہے بے اختیار  
 ارسل سنبھل جا تجھے کیا ہوا  
 عجب اسکی صورت میں تاثیر ہے  
 کیا جس نے یوں لک دل کو تباہ  
 دوائے دل عاشق زار ہے  
 کہ سید ہی کرے کوچہ دلیں باہ  
 حسینوں میں یہ ماہ ہے سند  
 اٹھارنگ مونہ اسکا فتن ہو گیا  
 کہ لیجے اسے پر کسی گہات سے  
 امانت ہے یہ جینے کی نہیں  
 امانت کے قابل ہوا بے نظیر  
 گردل سے پوچھو تو ہے بے بہا  
 دل و جان سے جو ہر کام شاق ہو  
 جو رکھتا ہے لڑکی کوئی خوش حال  
 کہ لڑکی سے اپنی بہت پیار ہی  
 پسنا یا بڑھ غم میں اللہ نے  
 بنے گی بری دل پر یان خیر سے  
 وہاں اس کو جانے ہی کیونچے  
 نہ دوام حرص و ہوا میں کسیر  
 نئے رنگ لاتا ہے چرخ کمن  
 یقیناً تجھے زندگی ہو دبال  
 جہان اسکی قیمت لے بیچ ڈال



مجھے دے میں دوں گی تجھے مال و زر  
وہ سمجھا کہ افسون ہوا کارگر  
وہ تصویر دی پہاں سکڑا میں  
تال سے دیکھا تھا نقش نگار  
گیا بے نظیر آپ ہی جہوم جہوم  
کئی دن میں پہنچا غرض بے نظیر  
کیا اُس نے اتنے ہی میں جاں بزم  
یہ کہہ کر وہ تصویر کی پیشکش  
چہرک سا قیام بے بجائے گلاب  
گئے ہوش اب نا صحا جاییے  
بترک نہو جائے جیہ کہیں  
یہ رہتی ہے عشاق کی تاک میں  
وہ تصویر حبوت آئی نظر  
نہن کی رہی سہ نہن کی خبر  
کوئی لیکیا میرے دل کا قرار  
ترپتا ہے دل کیا دوا کھجے  
تمنا ہے یہ نقش جادو اثر  
میں بلبل ہوں اور غیرت بوسان  
ہوئے آخرش مہکے سب جواں  
ترپتا ہے روتا ہے بے چین ہی  
اسیدم بلا کر کہا شاہ نے  
اسی دن کو پلا تھا اے ماہر  
ابھی دودھ کے دانت ٹوٹے نہیں  
کبھی پہاں چہنہ ندیتے تو ہم  
نہو بادی مادر مہربان

یہ سودا ہے سودے میں سودا نکر  
کیا عشق نے اُس پر پی پراثر  
لیا سیم و زرا اُس کے انعام میں  
لیا گھر بوجھتے ہی خاک آمار  
لئے ہاتھ اپنے کئی بار چوم  
لئے ساتھ تصویر بدر منیر  
کہ رکھے ہمیشہ خدا شاد کام

نہیں دیکھ آخر کو بچپائے گا  
مرا سحر اس پر اثر کر گیا  
شکوہ کہلا کے ہوا باغ باغ  
بنائی وہ تصویر استاد نے  
ملا دل کا مطلب تو ہوشادمان  
ادھر منتظر تھا جہاندار شاہ  
ملے حق تعالیٰ سے دل کی

یہ خبر سننے ہی اپنے پاس بلایا مہر پری سہبت  
کچھ سمجھایا مگر چونکہ ہوش و حواس نہ تھے جہاندار نے  
کچھ خیال نہ کیا اس کان سنا اس کان اڑا دیا

نشے میں ہیں اب بھی سناہین  
ملائی ہے یہ جان و دل خال میں  
ہوا خنجر غم سے گہاں جگر  
گیا خنجر عشق دل سے گزر  
ہوا آہ تیر مرہ آر پار  
کلجے سے اس کو لگا لیجئے  
رہے سامنے میرے آٹھوں پر  
پڑ ہی ہیں ہزار عشق میں ہستان  
کیا شاہ سے جا کے یوں التماس  
زبان پر فقط شورش شین ہی  
کہ دی ہے تجھے عقل اللہ نے  
کہ ہو جان کے اپنے جی کا عدد  
ابھی سوٹ کے داغ چھوٹے نہیں  
جو گرتا تھا آنکھوں پہ لیتے تھیم  
یہ تیج الم او سنے کمانی کمان

نصیحت کو کچھ عشق سے بیر ہے  
پہنسا کر جہاندار کو بید رنگ  
ادھر اشک دریا بہاتے رہے  
بڑی دیر کے بعد آیا جو ہوش  
کیا نقش دیوار تصویر نے  
یہ نقش محبت ہے نقشہ نہیں  
ذرا بولے منہ سے غنچہ دہن  
چہا خار غم کچھ دوا کیجئے  
ہوا غیرت گل گرفتار عشق  
جبرے طور آتے ہیں ہکو نظر  
سمجھ ہوش میں آ جہاندار شاہ  
ارے دشمن جان محبت نکر  
کہ کرنے لگا سر میں شورش خون  
گوئے میں گرا آج تو چاہ سے  
اسید واسطے ہم گئے تھیں ناک

کہیں ایک جیہ نہ ہاتھ آئے گا  
غم عشق دل میں گزر کر گیا  
بنا کے کسی کا جگر داغ داغ  
کہ چومے قدم روح ہزار دے  
وطن کو ہوا اُس جگہ سے دان  
بنائے ہوئے غم سے حالت تباہ  
رہے شادمان شاہ والا نذر  
بکا یک جود دیکھا گرا کہا کے غش  
دیا عقل و دانش نے ایک جواب  
سمجھ کر ذرا ہکو سمجھائیے

محبت میں ایدل عجب سیر ہے  
لگانے لگی کے دل پر خدنگ  
ادھر یک بیک ہوش جاتے رہے  
تو کرنے لگا بے تحاشا خروش  
پہنسا یا مجھے میری تقدیر نے  
کروں اس پر قربان لجان دین  
ہنسو گل کی مانند گل پر ہیں  
یہ لب برگ گل سے ہلا دیجئے  
خدا جانے کیونکر چہا خار عشق  
خدا خیر رکے نہ پہنچے ضرر  
نہو مبتلائے الم خوا مخواہ  
محبت میں ہوتا ہے جی کا ضرر  
پکے لگا چشم گریان سے خون  
گرا یا ہمیں منصب جاہ سے  
کراے کان عشرت کو درد ناک



اسی دن کو اگلے شہادتے داغ  
 ابھی کیل کے دن پہنچ بلوین  
 جسے زلیست ہاں اپنی دشوار ہو  
 محبت بہاتی ہے آنکھوں سے خون  
 ترپنے کا دل کے کرو کیا بیان  
 کلیجے میں ہوتی ہے جسم غلشر  
 کہاں اس عشق سے باز آ  
 کہیں ان سے دل کو لگانا نہیں  
 غضب ناز کرتے ہیں عشاق کی  
 غرض جو حسینوں پہ شیدا ہوا  
 دکھاتا ہے نقشہ بیابان کا  
 اگر جان ہی پر گذرتی ہو خیر  
 اشرحیہ کہ یہ کر گیا کر گیا  
 مزے میں رہا جو اسے پی گیا  
 یہ سنکر ہوا شاہ کچھ ناامید  
 سنبھالو کہ شاید سنبھل جاوے  
 مجھے ہو گئی زلیست اپنی محال  
 اگرچہ ہے یہ عشق و الفت ستم  
 یہ کہہ کر گئے سب جہاندار پس  
 ذرا دل میں سوچیں تو اپنے حضور  
 محبت سے ہوتی ہے حالت نرس  
 اسی سے ہے گل کا جگر پاش پاش  
 یہ ہی ہی ہی ہے مرض لا علاج  
 سچا سے پوچھو تو منہ پیر لیں  
 قضا کو غرض لیکھتا ہے یہ

کہ بڑھ کو بجا دو ہمارا چہرے  
 ہلاقم کہاں اور محبت کہاں  
 وہ ہندے میں اسکے گرفتار ہو  
 محبت میں ہوتا ہے آخر جنون  
 زبان پر فرشتوں کے ہوا لہان  
 تو ممکن نہیں بہر دوا و دوش  
 نہیں چاہنے میں کسی کے مزا  
 کبھی ان کے دھوکے میں آنا نہیں  
 چپاتے ہیں صورت کو شاق کی  
 اسے غم تو کیا روگ پیدا ہوا  
 یہ جاتا ہے جی لیکے انسان کا  
 تو الداس کو نہیں دل سے بے  
 بلا سے اگر مر گیا مر گیا  
 اگر جی گیا عشق میں جی گیا  
 کہا اسکو سودا جو ہو کیا بعید  
 کسی راہ سے راہ پر آنے کی  
 میں کیونکر ان آنکھوں کے دیکھوں حال  
 مگر ایک تجویز کرتے ہیں ہم  
 کیا متفق ہو کے یوں التماس  
 محبت کرے آپ سادھی شعور  
 محبت میں ہوتا ہے آخر جنون  
 اسی سے ہے غم بلبون کی ہاش  
 جو کل اس میں پوچھو تو کل ہی آج  
 دوا جان کے خاک اس کی نہیں  
 کلیجہ پہ گل دیکھ جاتا ہے یہ

محبت کے تم آپا پالے پڑے  
 بلا ہے یہ زندہ نہیں چوڑتی  
 بچاؤے محبت سے پروردگار  
 یہ حیوان بناتی ہے انسان کی  
 نہ مطلب خوشی سے نہ کچھ غم کی کام  
 گریبان کے ٹکڑے جگر چاک چاک  
 یہ جو آج کل کے پرزاد ہیں  
 یہ دم دیکھ لیتے ہیں مہرینم  
 کبھی شکل اپنی دکھاتے نہیں  
 بے رادگ ہے عشق حاصل کلام  
 یہ سنتے ہی بولا جہاندار شاہ  
 یہ جی ہے حقیقت میں انسان کا  
 نہیں دین دنیا کی اسدم خبر  
 خدارا نہ تکلیف فرماتے  
 اسیدم ندیم و ندیم کو بلا  
 نہیں آج ڈوبی کمانی مری  
 کہا سب نے اسے شاہ عالیجناب  
 تعجب کیا کہ ہو درد و غم سے نجات  
 تعجب ہے اسے رشک شاہ تمام  
 محبت کو عقل و دانش سے بے  
 ملاتی ہے یہ کوہ اور کاہ سے  
 یہی داغ جہاتی پہ لالے کی ہر  
 دوا اس کی سارے نہیں ہیں  
 جوانی میں ہوتا ہے کو یہ وگ  
 نہ عاشق کو راحت نہ صبر قرار

ہمیں اپنے جینے کے لالچے پڑے  
 یہ خود موت سے منہ نہیں جھکتی  
 نہیں زلیست کا اس میں کچھ اعتبار  
 یہ بیدار ہوئی ہے ایمان ہی  
 مگر اشک بکتے ہیں منہ پر دم  
 تپ غم سے سینے میں ل خاک خاک  
 ستمگر ہیں ظالم ہیں جلا دین  
 دکھاتے ہیں آخر کو راہ عدم  
 جو مر جائے عاشق تو آتے نہیں  
 یہی عیش کرتا ہے ظالم حرام  
 تپ عشق سے بہر کے اک سر و آہ  
 نہیں مجھ کو فسوس کچھ جان کا  
 عجب جام الفت کا دیکھا اثر  
 نہ سمجھو نگا مجھ کو نہ سمجھا سنے  
 کہا کچھ کرو درد دل کی دوا  
 دوا فی خدا یا دوا فی تری  
 نفرمائیں آپ اس قدر اضطراب  
 نہ لے عشق کا نام بہر تاحیات  
 کہ ہو مرغ و نا گرفتار دام  
 محبت دکھاتی ہے جگر کی سیر  
 جھکاتی ہے یہ ہی کوئین چاہ سے  
 یہی طوق گردن میں مالے کی ہر  
 اگر جان بے تو ممکن نہیں  
 دم مرگ تک اسکو رو تپیں لوگ  
 تر پنا تپ غم سے لیل و نہار



رخ و زلف پر جان دینا نہیں  
 ہوا قیس مجنون اس کے سبب  
 لگا یا گلے اس نے قمری کے طوق  
 یہ رہتا ہے عاشق کی تدبیر میں  
 بیابان میں رہتا ہے عاشق مریح  
 سدا لب پہ دیوانگی کے کلام  
 خصوصاً یہ عشق زن بد خصال  
 مذ سے بھول کر دل انہیں نہ ہمار  
 یہ گونا قص العقل مشہور ہیں  
 انہیں یاد ہیں لاکھ جور و جفا  
 چر تر نہار و ن انہیں یاد ہیں  
 یہ لیں مرغ دانا کو بے دام مول  
 غرض دشمن جان عشاق ہیں  
 مگر اے الفت کسی سے نہیں  
 نکل جلتے جب ان کی دل کی ہوس  
 یہ عورت اسی وقت تک یار ہے  
 مذ سے جب کو مطلق خدا عقل و ہوش  
 یہ کبخت بد ذات ابلیس ہیں  
 یہ جو کچھ کریں وہا ہی کم جانے  
 وہاں تھے مگر ہوش کسی کے بجا  
 نصیحت اگرچہ وہ سننا نہ  
 مصیبت میں وہ خود گرفتار رہتا  
 یہ خود خاک جب تک نہیں چاہتا  
 اسے آجکل عقل سے بیر ہے  
 یہاں نالہ و آہ ہے سر بلند

شب و روز غم مول لینا نہیں  
 دیا کو کہن کو اسی نے لقب  
 دیا اسے اصغر کو مجنون یہ فوق  
 پہناتا ہے زلف گر گیر میں  
 اگرچہ ہو وہ صاحب تخت و تاج  
 نہ کچھ گھر سے مطلب نہ باہر کام  
 کہ ہو آخرش جان دل کا وبال  
 نہ ہو خار گل کہا کے تن پر ہزار  
 بہت اپنے نزدیک پر دور ہیں  
 یہ فرقہ کا فرقہ ہے گل نے فا  
 یہ استاد کے اپنے استاد ہیں  
 بند ہے طاقت دل جو دین پہ کھنچ لیا  
 جہاں لوٹ لیں اس کی شتاق ہیں  
 بظاہر اگر ہو تو جی سے نہیں  
 ذرا لوٹ لیں خوب سازگاریں  
 کہ تو لاکھ دل سے خریدار ہے  
 وہ ہووے تو ہوا کا حلقہ گمشدہ  
 جو شیطان دس ہو تو یہ بس ہیں  
 انہیں ایک آفت ستم جانے  
 سمجھتا تھا وہ کب مبرا یا ہلا  
 برابر مگر سر کو دہنتا رہا  
 مگر کیا کرے دل سے لاچار رہا  
 فلاطون کا کہنا نہیں مانتا  
 محبت سے حالت بہت غیر ہے  
 یہاں عقل مطلق نہیں ہو موند

سدا درد پہلو سے لب پر فغان  
 اسی سے ہوئی تلخ شیریں کی جان  
 یہ ہی دشمن جان عشاق ہی  
 اسے سیہ گلشن خوش آتی نہیں  
 رگڑتا ہے سر جا کے کسار میں  
 غرض عشق آفت ہے باز آتے  
 جو ڈھونڈو تو عورت نہ خوشنویس  
 جو ہندے میں انکے پہننا مگر کیا  
 نہ سمجھے کوئی ان کو بھولا غیب  
 اگر نیک بودے سر انجام زن  
 یہ محل محل کے دین پر فروت کو  
 حلال انکے فتوے سے آب حرام  
 نظر جس سے کی چار دو کر دیا  
 بہ شکل نہاتی ہیں دو چار دن  
 تو پر کوئی کیسا ہی ہو و حسین  
 اگر فرق آیا تو یہ طور ہے  
 مگر وہ بھی اسے نہ کھئے امید  
 ستارے یہ لا دین ابھی توڑ کر  
 بچے انکے ہندے سے دل کیا مچا  
 نصیحت کو سن کئے ہاں کی ہوں  
 نہوا اپنے دل پر جسے اختیار  
 نصیحت سے گر عشق جاتا رہے  
 مذ میں نے کی عرض جا شاہی  
 جنون عشق کا ہے بار المیہ  
 یہ وہ عشق و الفت کی سرکاری

تب غم سے نوک زبان پر ہوں  
 یہ ہی ہے زلیخا کا خواب گران  
 یہ ہی جان لینے کا شتاق ہی  
 اسے بوئے انسان بہاتی نہیں  
 تمنائے سنگ در یار میں  
 کہا شک مری جان سمجھائیے  
 بدی بلکہ خو ہے جو قابو لے  
 اگر راز اپنے کہا سر گیا  
 نہوا انکی صحبت کسی کو نصیب  
 زنان راز نام بونے زن  
 کرین لبس میں ہر دوتا روت کو  
 کرے انکو ابلیس جبک کر سلام  
 جگہ دل میں پانی تو غم بہر دیا  
 نہیں چین پر دوسرے یار بن  
 انہیں نام کو اس سے انہیں نہیں  
 سحر اور ہے شام کو اور ہے  
 کہ زنگی نگر دوز شستن سپید  
 دکھا دین فلک سے زمین چڑ کر  
 سمجھتا تھا وہ کد بہر خیا  
 تحیر میں بیٹھا رہا سرنگون  
 ہلا اس کی باتوں کا کیا اعتبار  
 تو کیوں قیس و مجنون ہیں تارے  
 سمجھتا نہیں وہ کسی راہ سے  
 اسے کچھ نہیں عقل و دانش کام  
 سراسر جان عقل بیکار ہے



عنان تو سن پند کی مژدو  
محبت سے رشتہ ہم جوڑ کے  
کیا عشق نے آتے ہی گتہ  
کر دسوجکر کوئی ایسا علاج  
کہا سب نے اے شاہ عاجیلا  
ہوا شاہزادہ اسیر بلا  
نہ سمجھے گا ہرگز یہ سمجھائے  
اگر داروے وصل پہنچے ہم  
علاج اس کا آغوش لدا رہی  
یہ بیماری چشم بیمار ہے  
یہ مرنے کا ہے جیروہی آن کے  
گلے سے ملے آکے وہ گلزار  
پلا جلد ساقی مے ارغوان  
مچالین ذرا اور بھی ہوا دم  
ہوا حب کہ تجویز عناب لب  
یہ مانا کہ ہے وصل اسکی دوا  
ہم پہنچنا اسکا دشوار ہے  
اگر باپ راضی ہو اُس ملہ کا  
کیا جائے اس ڈھب کا نامہ رقم  
بہ شیرین زبانی و لطف و خوشی  
مگر اس طرح سے کرے نشین  
بنا کرتے آئے جادو نگار

پس از حمد شاہد نشہ و جہان  
ہمیں چاہیے انس باہدگر  
مترجما سننے ہیں اکثر وصال

خدا اس کا حافظ اسے چوڑو  
کیا مجھ کو مردہ مکر توڑ کے  
جڑی ہے محبت خدا کی پناہ  
بدستور ہو جائے اس کا مزاج  
سدا تیرا دشمن رہے پائمال  
بنی دامن زنجیر زلف دوتا  
لگے گی گراگ بھر کائے سے  
تو فوراً یہ جاتا رہے درد و غم  
دم عیسوی محض بیکار ہے  
بہ ظاہر علاج اس کا دیدار ہے  
جلائے توجی جائے یہ جان کے

کہ صحت ہو اس گل کو جسکے سبب  
یہ رکھتی ہے تاثیر آب لب  
تلاش اسکی والد بیکار ہے  
ابھی فضل ہو جائے اللہ کا  
کہ ثابت ہو جس سے محبت ہم  
توانی کہ پہلے بہ موکشی  
کہ کلمہ نہیں کا نہ آونے کہیں

کہ قاصر ہے ہمیں قلم کی زبان  
کہ ہوں مورد لطف حق بشیر  
سدا غنچہ دل ہے جس نہال

ہوا باپ کو اور سنکر الم  
وزیر و ن کو خلوت میں کہ ہم  
یہ سنبھلا تو سنبھلا نہیں آج کل  
پہر آجائے جانی مرا شہین  
زمانے سے پہنچے نہ تجھ کو گزند  
نصیحت سے کچھ اسکو حاصل نہیں  
نہ سنبھلے سنبھالے اگر آسمان  
قسم حق تعالیٰ کی اسکے موا  
کسی کی یہاں پیش چلتی نہیں  
بغیر از صنم چین آنا محال  
نصیحت کا اب چھوڑیے خیال

ارکان دولت نے تجویز کر کے بہر و بانو کے باپ کو  
نامہ لکھا کنایت سب حال سنایا مگر اس نے منظور  
نہیں کیا صاف جواب ارقام شرایا

توشہ نے کہا بہر کے ایک سر آہ  
مگر ماتہ آنا تو آسان نہیں  
کیا عرض رنج ادب کو وہیں  
روانہ ہو قاصد کوئی ذلیشور  
محبت کا مضمون ہوین تمام  
وہاں کوئی موقع جو آدے لطر  
پسند اسکو سنے کیا یک قلم

بعد شوق پہنچے ہمارا سلام  
گل عشق بلبل ہیں جسکے ہزار  
دیا جسے لاک کے سینہ پر دلف

نامہ

کہا ماتے کیا ہو گیا یہ ستم  
کہا دور ہو دل سے کیونکر غم  
پٹرک کر مرا جائیگا دم نکل  
مین بیٹوں اسے لیکے آغوش میں  
رہے زیر فرمان یہ پرخ بلند  
سبب یہ کہ قابو میں بادل نہیں  
مگر ان جو وہ ماہ ہو مہربان  
نہ تاثیر بخشے گی کوئی دوا  
اطبا کی یہاں دال گلتی نہیں  
یہ کلفت طبیعت کی جانا محال  
وہ تدبیر کیجے کہ ہوئے حال  
نکلجائے فوراً کلیجہ سے خار  
نہیں بہر بہار جوانی کہاں  
کہ پیری میں پینا ہے کھارام  
سوے چرخ حسرت ہو کر کے نگاہ  
ملی ہے کہی یہ کسی کو کہیں  
کہ تدبیر کچھ اسکی شکل نہیں  
لئے جائے دو چار تحفے ضرور  
کہ ایسے ہی بالوں سے نکلیں کام  
تو مطلب زبانی کہے نامہ بر  
بلایا دبیر عطار و رستم  
کیا سحر کا غدہ یہ یوں آشکار  
کہ ہے تحفہ دین خیر الانام  
فدا دل سے جسکے خزان و بہار  
کیا جس نے روشن گلوں کا چراغ

کہ ہے تحفہ دین خیر الانام  
فدا دل سے جسکے خزان و بہار  
کیا جس نے روشن گلوں کا چراغ



محبت ہی کہتے ہیں جبکہ عوام  
 یہ توفیق دے اب تو ہکو خدا  
 مگر ظاہر مثل رسم عوام  
 یہی چاہ ہو گی تمہیں خواہ مخواہ  
 مگر آپ ہی اس پر کردین صبا  
 نگہ سے یہ نقشہ رہے برقرار  
 جو کہوے اُسے کیجئے گا قبول  
 محبت کا یہ ہی ہے انجام کار  
 محبت ہی اس کا رخا نہیں ہی  
 محبت نے ہر گل پہ ڈالی کند  
 محبت سے زہرہ کے نغمے ہوتے  
 مسیحا ہی ہے یہی درد ہے  
 ملی اس سے قوت بنی جانکو  
 باین شد وداے شہ حشران  
 نہ کہتا ہوا الفت سے مطلق خبر  
 اس واسطے عرض ہوا یجناب  
 لیا نام الفت کا جو بار بار  
 روانہ ہوا قاصد تیز گام  
 گلستان سے پہلا صبا بکے وہ  
 ملاجا کے آخر شہنشاہ سے  
 وہ سنکر غصہ کیا کیا تر ترا  
 چنان دید و قاصد راہ سنج  
 دیا حکم پر شہ نے اسکا جواب  
 سپاس خدا خالق النور جان  
 ثناء سے محمد علی الصلوٰۃ

یہ ساری ہوساری زمین تمام  
 کہ آپس میں اپنی کرین ل خدا  
 نہیں ہم سے تھے پیام سلام  
 کہ ہے دل کو دل سوزائے میں ہا  
 کہ تا قاف ہو شہرہ اتحاد  
 بگاڑے اگر نقش لیل و نہار  
 کہ شہرہ ہے شادی کا اس محل  
 کہ ہو بعد ہجر صنم وصل یار  
 محبت سے سب کچھ زمانہ میں ہی  
 کہ طوبیٰ سے ہے شاخ کی بلند  
 فرشتوں کو اسے جھکائے کوئے  
 یہی تپ ہے یہی دم سرفہ  
 دیا قوت اسے دل و جان کو  
 کیا صرف اس واسطے یہ بیان  
 کرے ایک عالم کو زیر و زبر  
 کہ دین سوچ کر آپ اسکا جواب  
 قلم نے نکالے شگوفے نہار  
 نہ گلشن سے مطلب صحرا سے کام  
 بیابان سے گذرا ہوا بکے وہ  
 عجب کام نکلا ہوا خواہ سے  
 لگا کا نپنے تن بدن بید سا  
 کہ از ہول جان مغزش لکیر بچ  
 لکھے کو منشی ولیکن شتاب

فوائد ہیں اس کے بہت بشمار  
 اگرچہ محبت بیان دل میں ہی  
 اگر اس محبت کا ہوسے ظہور  
 محبت جمانے کو کچھ سلسلا  
 اب ایسی کوئی رسم اور راہ ہو  
 یہ آتا ہے قاصد عقیدت نشان  
 محبت سے نسبت اگر دیکھئے  
 محبت بن اس جانہ آیا کوئی  
 محبت اگر کار پر داز ہو  
 محبت سے گلشن میں غنچہ کھلا  
 محبت کا نسخہ ہے از بس عجیب  
 محبت نہوے تو کچھ بھی نہ ہو  
 فلک اس سے خالی نہ ہے زمین  
 کہ شاید کوئی آپ کی نرم میں  
 زبان او کی مرہم نہویش ہو  
 کرین آپ اردو بدل غور سے  
 اب آگے دعا ہے شہ داوگر  
 چلا شہر سے مشل باد صبا  
 سمندر میں مصر درختوں میں باد  
 ادب سے دعا دیکے نامہ دیا  
 کمان گوشہ ابرو دش خم گرفت  
 جو حاضر تھے وہ ماتہ ملنے لگے  
 اسی دم بنا کے کسینے قلم

کرے مستفید ان سے پردہ کار  
 یہ آتش نہان آبا در گل میں ہی  
 تو پردہ یہ آپس کا ہو جائے دور  
 دیا میں اپنی طرف سے ملا  
 کہ خلق خدا جس سے آگاہ ہو  
 کر گیا نشان عقیدت بیان  
 تو دو دل ہم منعقد کیجئے  
 محبت سے خالی نہ پایا کوئی  
 دلون کے تین سوز سے ساز ہو  
 محبت سے دین بلبین کھکھلا  
 یہ ہی ہے مرہم ادیبی و طبیب  
 نہو یہ تو انسان میں جی نہو  
 غرض کوئی شے آج اس نہیں  
 خلل ڈال دے غزم بالجزم میں  
 تو کیا جانے کیا گفتگو پیش ہو  
 نہ لیں اسے اس میں کسی ور سے  
 نہ آوے خزان گلشن ملک پر  
 ہوا کو بتاتا ہوا وہ ہوا  
 پہاڑ و نین متاثر شک طوفان باد  
 پیام زبانی گذارش کیا  
 ز تندی گویندہ را دم گرفت  
 جگر خوف سے سب کے ہلنے لگے  
 کیا اس طرح ایک نامہ رقم  
 کہ گویا ہے جس سے قلم کی زبان  
 کھلا یا سداقت کا ہر چمن

### جواب نامہ

دکھائی ہمیں جسے راہ نجات  
 سکھایا محبت کا جال و طین



کیا عقل و دانش کا روش چرخ  
وہ پہنچا بہ فضل شد و جہان  
کرون اسکی توصیف کیونکر بیان  
حروفون کا یہ سلسلہ ہے ہم  
نہیں بلکہ دراصل یہ بات ہی  
زبانی ہی قاصد نے ایسا بیان  
بفضل خدا اے شہ ارجمند  
نہیں محکو واجبہ کرنا کلام  
جو کہوے کوئی بات مستثنیٰ  
وہ قاصد غرض صاف لیکر جواب  
ذرا ساقیا تو ہی آکر سنبھال  
نشے میں تھناید سنبھل جاؤنگا  
ختم دام گیسو سے پہر جیتے جی  
پہنسا آکے جو اس میں مان کر  
سنائے کہ قاصد پہرانا مراد  
کلجہ پیش سے اچھلنے لگا  
بظاہر پد راس کا مغرور ہے  
ستم کو سمجھتا ہو جو دل لگی  
غرض بیوفا سے رہے دو دو  
کہا پہرے شاہ عالی جناب  
جنون کا بیان آجکل جوش ہی  
ہو او دود سو داسے سترین جنون  
نہ آیا ذرا انگ کا نام پاس  
گرہ کھول کر اپنے سنبھل سناں  
بہت اپنے چہرے پر ایسا ملا

منور ہوا جس کول درد داغ  
ہوئے راز رسیہ اس عیان  
وحی ہے کہ ہے شان خالق عیان  
الگو یا ہے گیسو سے پیچ و خم  
کہ حیوان ہے یہ گرد ظلمات ہی  
کہ تھا جسکے اظہار میں خوف جان  
سمجھئے نہ بندہ کو محتاج پند  
کہ سنتے ہی ہنسنے لگیں خاص عام  
صیح ہو نہو غیر واجب کہیں  
جہاندار وہ نامہ دیکھ کر دیوانہ ہوا  
بنکر خود روانہ ہوا۔ امر او زرا حیا حال سے آگاہ ہوئے  
تو فرط محبت سے آپ ہی ہمراہ ہوئے مگر دھرتک پہنچنے  
پائے بموجب حکم ایک فقیر کے اسٹہ سے لوٹا آخر  
وہ آخر کو جاتا رہا جان سے  
دیا نامہ شاہ مینو سواد  
غم عشق دل کو مسلنے لگا  
طلب اس کی اب عقل کو دور  
اُسے بھول کے دل ندیکے کبھی  
اگرچہ ہو صورت میں وہ شکر  
کیا محکو کجنت دل لئے خراب  
کہاں دل میں طاقت کی ہوش تکی  
ٹپکنے لگا چشم پر غم سے خون  
اتارا او سیوقت شاہی لباس  
بکیرے تو وہ ہو گئے جی کا جال  
کہ دل ایک عالم کا جس پر حلا

محبت سے اے شاہ والا ہم  
کنائے ہی ظاہر ہوئے سرسبز  
حقیقت میں کاغذ وہ کاغذین  
صفا جھپٹیں اُنکے بین السطور  
بخوبی غرض ہم کو آیا یقین  
بہت ڈرتے ڈرتے گزارش کیا  
مجھے حق نے بخشی ہے عقل مخد  
نہیں چاہئے گفتگو بے محل  
بڑے مرتبہ اے شہ خوش کلام  
لکھون حال کیا میں جہاندار کا  
ہوا پڑھتے ہی رنگ چہرہ کا فاق  
کہا باپ نے اے جہاندار شاہ  
جو منہ پیر لے سکے عاشق کا نام  
فلک پر ہو جس ماہر کا داغ  
یہ سکر جہاندار رونے لگا  
بگڑا طبیعت کا نقشہ تمام  
غرض سوز الفت نے یہ کچھ کیا  
ہو واجب یہ نقشہ جہاندار کا  
جلایا جو دل نالہ و آہ نے  
لیا گیر واکھیس جب چاہ کے  
بند تھا یہ آنکھوں ہی اشکو کا نا

کیا تھا جو حضرت نے نامہ رقم  
ہوا نقش الفت کا دل پر اثر  
یقیناً ہے خسارہ مہمیں  
حقیقت میں ہی عارض شکر  
محبت کا نسخہ ہے نامہ نہیں  
وہ پیغام ہی آپکا سن لیا  
بخوبی سمجھتا ہوں سب کیا بد  
عمل میں پڑے جسکے باعث خلل  
خدا عقل بخشے زیادہ سلام  
پشیمان پہرا لیکن آیتاب  
ہوا ہجر سے اب مرا تنگ حال  
نہیں دیکھ گھر سے نکلیاؤنگا  
نکلتے نہ دیکھا کسی کو کبھی  
بہر و سا نہیں ایسے بیمار کا  
اگلی تاب و طاقت بڑھ کر فلق  
نکر حال شد اپنا تباہ  
اُسے دور سے جہک کے کیجے سلام  
محبت کا اُسکے نہ دے لک داغ  
نصیحت کو اُنکوں سے چھو لگا  
نہیں عقل اتنی کہ سمجھوں کلام  
کہ تن من جلا کر بسم کر دیا  
ارادہ کیا کوئے دلدار کا  
کیا جو گیا ہمیں اُس نے  
تو پہو لا شفق گرد اُس ماہ کے  
کر سبلی کی حاجت تھی زہنا



زمر کے حلقے پڑے کا نین  
 نکلتا تھا منہ سے ہوان آہ کا  
 ن تن کی رہے اور نہ من کی حوا  
 محبت بڑی عشق جنجال ہو  
 ہوئی جب کہ قسمت سے حالت ہو  
 تو میں کیونکہ ہر جاؤں تقدیر سے  
 سنایئے جو کچھ کہہ سنے کہا  
 جو یہ بھی نہ تو تو ہی پرانی ہو  
 پڑیگی جو افتاد جیلو نگاہیں  
 یہ کہہ کر جو آیا ذرا ہوش میں  
 وہ طوٹے کا پنجرہ بھی لے تہ میں  
 دہوان منہ سے اپناڑا تا ہوا  
 سبب یہ کہ نو کرتے لاچار تھے  
 ہر اک ان میں شدید غم پوار  
 نہ جہا لون کا غم اور نہ غم خار کا  
 رہا یوں جو سرگرم شاہم گاہ  
 ملا ایک دریا کہیں ناگمان  
 تموج کی تھی استدر غل پکار  
 یہ مینڈ ہے کارنگا اس جگہ جڈ  
 مگر کا مگر یہ بڑا حال ہوتا  
 مجھے شوق تھا اڑ کے پہنچوں کہیں  
 ترپنے لگا خاک پر نیم جان  
 اب اس دم کہ تم آپ لاچار ہو  
 رہائی ملے اس فتنے سے اگر  
 اگر حق تھا لے مددگار ہو

نہیں جن کی توصیف ہکا نین  
 بتاتا تھا گویا پتا چاہ کا  
 کڑے ہگئے دنگ سب کس پاس  
 کہا مان باز آ یہ کیا حال ہے  
 کیا سر میں ہوئے نے اگر جنون  
 علاج اس کا ہو گا نہ تیر سے  
 نصیحت کا پروقت جاتا رہا  
 خدا پر مجھے کیا ہر دسا نہیں  
 اگر جاؤنگا جی پہ کیلو نگاہیں  
 تو اٹھا وہ جوگی بڑے جوش میں  
 کہ تھا سحر میں کی ہر ایک بات میں  
 مگر ضعف سے لڑ کھڑا تا ہوا  
 اسی گہر کے گویا نمک خوار تھے  
 گلچے پہ گل دل جگر خار خار  
 نہ غم کا الم اور نہ غمخوار کا  
 بہت راہ ملے کر گیا مثل ماہ  
 نہ تھا جس کے ساحل کا پید نشان  
 کہ گویا قیامت ہوئی آشکا  
 کہ چپتا تھا برج حمل میں اسد  
 گھڑی میں جان اسکو گھڑیاں تھا  
 مقدر نے لیکن ڈوبا یا نہیں  
 مڑتی ہیں جس طور سے مچھلیاں  
 قفس میں بلا کے گرفتار ہو  
 تو کوشش میں کہو لون بٹی لہو  
 تو بیشک یہ بڑا ابھی پار ہو

اڑے دیکھ کر چرخ گردان کی ہوش  
 لپیٹ ایک سمرن غرض تھیں  
 کہا پر کسی نے کہے خوش خصال  
 بھلا نزار بولانہ باز آؤں گا  
 مقرر ہوئی خون دل سو محاش  
 نصیحت سے کچھ بھی نہو گا حصول  
 نہ تکلیف اسکی مجھے دیجئے  
 رفاقت کا میرے نہ تم دم بہر  
 رہ دوست میں جی اگر جانیگا  
 کہا پر میں گے جولا یا خدا  
 چلا سوئے صحرا وہ صحرا نورد  
 ندیموں نے دیکھا جو اس میں دم  
 وہ جوگی اگرچہ اکیلا چلا  
 بند ہی شانہراو یکو نہن یار کی  
 وہ گل آپ سے آپ خندان ہوا  
 نہ جنگل سے مطلب صحرا سو کام  
 وہ طوفان طلائع سے اسکے بپا  
 قضا کا دہن اسکا گرداب تھا  
 نہ تھا مچھلیو نکو اگرچہ خضر  
 اس الفت کے ڈوبے ہوئے تھے جا  
 کوئی خضر ہے یا نہ ایسا ہے  
 یہ طوطی کو جب حال آیا نظر  
 مجھے قید رکھنا مناسب نہیں  
 ابھی لاؤں کر کے دوا و دوش  
 کہا شانہراو لہ لے بے غمکد

ہوئے ماہ و خورشید حلقہ بگوش  
 وہ جوگی بنا بات کی بات میں  
 نہ کر دیکھا اب بھی تو دل پامال  
 جو رو کو گئے میں سر بل جادو کا  
 کیا زہر عنسم نے جگر پاش پاش  
 یہ بک بک ہے ناحق رملر فضل  
 مگر مان جو کچھ ہو مدد کیجئے  
 مجھے اب خدا کے حوالے کرو  
 تو جینے سے بڑھ کر ضرا آئیگا  
 کیا وصل کی آرزو سے خدا  
 تپ غم سے بہتا ہوا آہ سرد  
 چلے ساتھ وہ مبتلا سے الم  
 مگر ساتھ ہر ایک چیل چیل  
 چلا سر سے جنگل میں کیا بارگی  
 بیابان بالکل گلستان ہوا  
 وہ جاتا تھا اور عیش و عشرت جم  
 کہ ہو کشتی نوح بے نا خدا  
 سمندر کا زہرہ جہان آب تھا  
 کہ نہ تھی ہین پانی میں خوش شتر  
 جو دیکھا کہا اے مرے وہ بھلا  
 مگر مان ہجوم غم و یاس ہے  
 تو بولی کہ اے شاہ والا گھر  
 رہا ہو کے اڑ جاؤنگی کیا کہیں  
 کوئی نہی کردار سے منشن  
 جو دیکھا کہ لے پردہ ہی آشکا



سفر کی مصیبت وطن کا الم  
 اگر چہ رُودن اور اڑ جائے تو  
 تو بہر حال دل کھ کہ کس کھون  
 حقیقت میں اے شاہ والا نزا  
 مگر خوب واقف ہیں عورت مرد  
 کروں کس طرح میں سپاس خدا  
 میں اب ہمہ کرتا ہوں کجائین  
 اگر قول سے اپنے پہر جاؤ نہیں  
 کیا ہے مجھے اس طرح سرخرو  
 علاوہ ازین اے شہ خوش خصال  
 غرض میں تو یہ چاہتی ہوں خباب  
 یہ سنکر تو کچھ اوس کو آیا یقین  
 غرض اُسے جھاڑنے رابال پر  
 بندی پہ اُسے مگر پہنچ کر  
 مگر تنگم، اور اس قدر مختصر  
 مگر دل میں کرتا تھا اپنی خیال  
 مگر ان کوئی اہل لہو تو ہو  
 کسی سمت کچھ بوجہ سے جھک گیا  
 کوئی گھر ہو جیسے اجاڑا ہوا  
 دل اپنا جہان سے اُٹھائے ہو  
 بدن کا نپا تھا نہ تھا منہ دانت  
 لٹکتی تھی ڈاڑھی پڑی جیسا  
 اُسے دیکھ لوطا ہوا شادمان  
 کہا روکے اے یار شیریں مجال  
 سخن تیرا دل کے لئے دام ہے

خلش خار دوری کی یاد منم  
 نہ مڑ کر میرے پاس پر آئے تو  
 دل ہی دل میں گشت کر غرض تو  
 نہیں جانور کا ذرا اعتماد  
 خدا بیخ انگشت کیسا ننگو  
 کہ جس نے بنایا مجھے باوفا  
 کہ جب تک نہ ہمتہ آئے وہ سہم  
 نہ فرمان عالی بجا لاؤں میں  
 سکھائی ہے جادو بہر گفنگو  
 جہان میں پڑے میرے جی پر بال  
 کہ تم اپنے مطلب کو پہنچو شباب  
 کہ ان اب بظاہر اُڑنا نہیں  
 بہت دیر دیکھا ادھر اور ادھر  
 بیابان میں دوڑائی ہر نظر  
 کہ دل غم کا بھی کسے الحذر  
 کہ یہ کس کا تکیہ ہے عذرا بجلال  
 چلو دل کا مطلب اسی کو  
 کہیں اڑ پانی تو کچھ ک گیا  
 مگر صاف شفاف جھاڑا ہوا  
 وہ بیٹا تھا گردن جھکائے ہوئے  
 اگر پیٹ دیکھو تو معذرت نہ آت  
 نہ تھا اوس میں چہرہ مگر آفتاب  
 ادب سے کیا وصف خالق بیا  
 ٹپکتا ہے باتوں ہی تیرے لال  
 مگر یہ بتا چھکو کیا کام ہے

پہاڑوں پر بھی تازہ یہ تزار ہی  
 محبت میں تو تون کی جاگر گری  
 کیا عرض توئے لئے ای حسین  
 یہ قابو سے جسم نکل جائیگا  
 اگر پوچھئے گا بد و نیک سے  
 اگر چہ بظاہر ہوں میں مشت پر  
 بخاؤنگا ہر گز ترے پاس سے  
 تو سو گند اے صاحب تاج تخت  
 قیامت کو وہ صورت زانچ  
 ابھی آکے بلی دلوچے مجھے  
 سلامت رہو اے پیارے سدا  
 کہا چھوڑ کر جانہ دیجو دغا  
 یکا یک اڑی پہر سوئے آسمان  
 کنار و نہ دیکھا جو ملک غور سے  
 یہ آہستہ آہستہ آیا ومان  
 رہا ایسے قفل بیابان میں  
 ومان جا کے دیکھا تو اک جھوٹا  
 کسی سمت آدھ کسی سمت پاؤ  
 ومان ایک درویش تھا پاؤں  
 و لیکن ضعیفی سے زار و نزار  
 فرشتوں کی مانند جان پاک تھی  
 چمکتا تھا از خود حقیقت کا نور  
 یہ سنتے ہی فے الفور وہ پیر مرد  
 بڑی درو آمیز ہے گفتگو  
 پریشان ہے خاطر کہ کچھ دروہی

بجز ترے سونے نہ غنوار ہی  
 مقدر کی مانند تو بھی پہرے  
 یہ جو کچھ کہا اس میں کچھ شک نہیں  
 بشکل جو آیا تو ہاتھ آئے گا  
 تو نکلیں گے کم ایک دو ایک سے  
 و لیکن بہری ہے وفا کوٹ کر  
 نہ پیر وں گا نہ حسرت و یاس  
 بنایا ہے سینے مجھے سب بخت  
 سیاہی سے دل پر مری داغ  
 جہنم پڑے چبا جائے نوچے مجھے  
 کروں میں ہی جو حق ہوا اپنا  
 جو وعدہ کیا ہے وہ کیجو وفا  
 ہوا بے وفائی کا سب کو گمان  
 تو گھر ساد کہانی دیا طور سے  
 کہ شاید سنے کچھ اسی خاتون  
 بہلا جان کب ہے یہ انسان میں  
 پیرانا سا ٹوٹا ہوا ہے پڑا  
 نہ کچھ دھوپ کا اور نہ مہنہ کا چاؤ  
 چراغ ہایت از سر تا دم  
 کہ تے بال مقیش کے جیسے تار  
 فقط ذکر حق او کی خوراک تھی  
 حقیقت میں ویسا نہ تھا درود  
 بہر اجوش میں بہر کے اکا ہ سر  
 مجھے تجھے آتی ہے الفت کی بو  
 جو باتوں میں ہر دم دم سدی



کہا آستے تم خود ہو رشتہ خیر  
 ہوئی نور باطن سے اسکو خبر  
 کہا دل میں طوطی نے لودا وہ  
 کہا شاہزادہ سے چلتے حضور  
 جہاں دار نے آکے چومے قدم  
 یہ جنگل یہ دریا یہ رستہ آجاڑ  
 ہمارا مہتارا وہ ہی یار ہے  
 جو مانگو لے اوسکی درگاہ سے  
 اگر ڈھونڈتا ہے دلارام کو  
 چلے تم جو ساتھ اپنے لیکر رفیق  
 یہ سنتے ہی جو کچھ تھا جاہ و شہم  
 اکیلا فقط آپ ہی رہ گیا  
 حقیقت میں جو صاحب تاج ہیں  
 گذر اس طرح بحر و خار سے  
 مگر یاد آئے جو سب غمگسار  
 لے وہ کہ جس سے سروکار ہے  
 چلو میں چلوں سر کے بل امیلا  
 چلا ایک جانب مگر راز راز  
 سمجھتا ہوں میں غصہ ساقی تجھے  
 پلائے کہ جان آئے ہر جانین  
 اگرچہ غم و درد ہے جان گزا  
 یہاں خار آلام آرام ہے  
 یہ جب تک کہ جنگل کہاتی نہیں  
 ہوا آتش غم سے دل داغ داغ  
 رہا پر ہی سرگرم آہ و فغان

سمجھتے ہو جس غم میں ہو غمیں اسیر  
 کہ یہ غم ہے اسکے خداوند پر  
 لے راہ میں آپ سے خضر راہ  
 خدائے بھی چاہا ہوا بیخ دور  
 کہا پہر ادب سے کہ اسے خضر دم  
 میں سر پہ پڑ ڈالوں لے گریہاں  
 وہ ہی بکسی میں مددگار ہے  
 نہ مایوس ہوا اپنے اللہ سے  
 تو اب چوڑے عیش و آرام کو  
 نہیں کوچہ عشق کا یہ طریق  
 وزیر و امیر و ندیم و ندیم  
 یہ رویا کہ خون ہوئے ل گیا  
 فقروں کے گویا وہ محتاج ہیں  
 نہ ممکن تھا از خود جہاں دار سے  
 تو رونے لگا یک بیک زار زار  
 نہیں یوں تو ہر ایک ہی یار ہی  
 بتاؤ مگر راستے کا نشان  
 طبیعت پہ غم اور دل خار خار

مجھے عرض کرنے کی حاجت نہیں  
 کہا ہنس کے طوطا ہوا خوش بین  
 غرض جی میں باتیں بناتا ہوا  
 جو گزری تھی پہر سب نافی اسے  
 مصیبت پڑی میں چلا جائے  
 کہا آستے بابا نہو بے قرار  
 بجز اُسکے کہنا کسی اور سے  
 یہ ساتھی جو تیرے مددگار ہیں  
 یہ سوز محبت نہیں برق ہی  
 اکیلے مری جان راہ کرو  
 انہیں سب کو خصلت کیا پاس  
 مگر چونکہ خالق مددگار تھا  
 زبان انکی کہتی ہے ایسا اثر  
 آکر کہ بہت دل میں شادان ہوا  
 کہا بڑھ کے طوطے نے بس کضم  
 یہ سنتے ہی اٹھا کمر تھام کر  
 نہ تھا راستے کا وہاں نام ہی  
 کسی گل کی بلبل کو یہ یاد تھی

روانہ ہونے طوطے کا اور رہنا شاہزادہ کا پاس فقیر کے

محبت میں یہ ایک عجاز ہے  
 سمجھتے ہیں یہ خون دلو شلاب  
 یہ بیٹی نظر گوڑ نہیں ہے  
 اسی کے سبب جہاں شاہ  
 یہ اس گل کی حالت ہوئی شکا  
 ملا ایک اوسکو وہیں پرورد

کہلے تم پہ میں آسمان زمین  
 اسی شخص کو جا کے لے آیاں  
 اڑی خود بخود مسکراتا ہوا  
 اویس وقت ساتھ اپنے لائی اسے  
 بچا محکوم طوفان سے  
 کہ دنیا میں سب کا ہے پردہ گلا  
 مناسب نہیں ہے کسی طور سے  
 سراسر فضول اور بیکار ہیں  
 محبت میں محنت میں کیا فرق ہے  
 مرے ہو تو مرنے سے پہر کوئی د  
 مگر ان بڑی حسرت و یاس سے  
 ذرا آنکھ جھپکی کہ اوس پر تھا  
 کہ یہ ہی ہے گویا قضا و قدر  
 کہ درویش کا مجھ پہ احسان ہوا  
 اٹھا و قدم کب تک و غم  
 کہا میں فدا یار کے نام پر  
 اٹھا ہوش بھی اور آرام بھی  
 کہ ہر گام پر آہ و فریاد تھی  
 بتا راہ رستہ نہ بتلا مجھے  
 کہ عاشق کو ہر سوز میں ساز ہے  
 بناتی ہیں لخت جگر کو کباب  
 خصوصاً جوانی میں تو قہر ہے  
 پہر اچار مو ایک مدت تباہ  
 کہ اسے زبان پر گلہ میں بخار  
 ضیافت اور کھانا ہوا زنگنہ رد



مگر نور باطن سے روشن جہین  
 کئی روز سے مجھے انتظار  
 یہ سنکر جہاندار ٹھیرا وہاں  
 ہوئی ماندگی دور جہاں کی  
 کہا اُسے سننے ہی میں بچوں  
 جوانی میں میں ہی جہانگرو تھا  
 بجز غم کے کچھ اور سے حال نہیں  
 بجز حق تعالیٰ کے اسے سیمبر  
 اگر عشق ہے تجھ کو اور سوز و غم  
 کہ بس ہے مدد کے لئے کردگار  
 عنان صبر کی ہاتھ سے چوڑی  
 کہان سے بلا یہ گلے پڑ گئی  
 غم دور دینے دامن اور جنون  
 کہ اس کے طوطے نے میں چننا  
 نہ کہیںچو یہی سے دم سرد دم  
 یہ الفت ہے اس میں جگر چاہئے  
 نقطہ خون دل یا کہ لخت جگر  
 میں جا آہوں کرتا ہوں تیرا ٹکڑا  
 یہ کہہ کر وہ طوطی ادھر اڑ گئی  
 بظاہر نکی اسنے کچھ انتفات  
 اسے دیکھ اس طرح زار و نزار  
 میں سیلج ہوں اور گیتی نورد  
 جسے غم سے اول ولاتی ہو یہ  
 نہو غنچہ سان تنگ اسے گلزار  
 مگر اسے گل حسن رو بلند

چمک جیسے خورشید چرخ بریں  
 میں مہمان پہ اپنی کون جان نثار  
 ملا راہ میں ماہ کو مہربان  
 تو یاد آئی پہریار دلخواہ کی  
 گر قمار گیسوے سمین تنان  
 مرے دل میں تجھے سوا دروہا  
 یہ مرد و رہنے کے قابل نہیں  
 نہیں اب تو مجھ کو کسی کی خبر  
 تو پہر بچ گیا کہان کا الم  
 خبردار ہو دیکھ ہمت نہ مار  
 جو کچھ آس باقی ہی تھی توڑ دی  
 مرے دل میں بر چہی سی کیا گز گئی  
 اکیلا میں کس کس کا صدمہ سہون  
 سمجھ بوجھ کر اس قدر اضطراب  
 بنو توڑے دن کے لئے مرد و دم  
 نیاز و کٹنے کو سر چاہئے  
 وہ امید کا جانتے ہیں شرم  
 کوئی راہ آسان نکل آنی کاش  
 جو کچھ آس تھی وہ ادھر اڑ گئی  
 کہو اب یہ کس سے کہہ جی کی بات  
 قفس میں ہوئی آپ ہی بقیار  
 زمانے کا دیکھا ہے سب گرم و سرد  
 پہر آخر اسی کو ہنساتی ہے یہ  
 نکالے گا کاٹھیا یہ پروردگار  
 محبت سے کرنی ہو نہیں ایک بند

جہاندار کو یکساں دیکھ کر  
 غریبوں کا گھر ہے چلے آئے  
 جو حاضر تھا اس وقت پہر ہجر  
 کہا سائین صبا ادھر دیکھئے  
 جوانی میں میں ہی چہانی ہوا  
 کہلا آخرش یہ کہ دنیا و دون  
 اس واسطے میں اسے چٹو کے  
 میں معذور ہوں مجھ کو معذور کر  
 یہی تو فقط عشق میں سیر ہے  
 یہ سنکر ہوا شاہزادہ اداس  
 کہا وہ یہ عشق کا زور و شور  
 میں سمجھے ہوئے تھا کہ آسان عشق  
 میں تنہا مرے دل پہ چمک نہا  
 بہلا لوگ بکيا کہیں گے تمہیں  
 رہ دوست ہیں امرے گلزار  
 یہ خامے کے باعث ہو شور و فغان  
 ٹپکتے ہیں آنسو پڑے گال سے  
 ابھی ایک دور و زخمیر وہیں  
 کیا شغل و رویش نے ذکر سے  
 مگر ایک مینا بہت خوش زبان  
 کہا در سے اسے شہ ارجمند  
 خبردار ہوں چرخ کی چال سے  
 اوٹھا دے نہ جب تک کہ نہ غنا  
 ملے گی تیرے دل کی بیشک مراد  
 میسر ہو اس گل کا جسم و مال

کہا اُو اسے شاہ والا گوہر  
 مجھے آکے ممتاز فرمائے  
 وہ دونوں نے کہا یا وہیں ٹپکے  
 میں عاشق ہوں میرا جگر دیکھئے  
 کیا ہر جگر مثل داس کے چاک  
 زبون ہر زبون ہر زبون ہر زبون  
 یہاں آکے بیٹھا ہوں ہنم ہنم کے  
 بلائے جہان سے غرض دور کر  
 اسے عیش و آرام سے سیر ہے  
 نہ امید کو سون رہی اس پاس  
 جھکانے لگا مجھ کو دون میں گور  
 مگر موت کا نام سے سامان عشق  
 میں اب کیا کروں اور مگر کردگار  
 ہمیشہ یہ طعنے رہیں گے تمہیں  
 اگر لاکھ جان ہو تو کیجے نثار  
 جو چہتہ میں آنکو بھڑو کہان  
 بساں بپوچھ ڈالو یہ رد مال سے  
 مگر دیکھو پیچھے ہی روزانہ میں  
 اکیلے میں یہ دلی ہوا فکر سے  
 جو رکھتا تھا درویش اپنے جہان  
 میں طائر تو ہوں ہوں مگر شہوند  
 میں واقف ہوں نیا کے کل حال سے  
 نہیں ہاتھ آتا ہر گنچ و غنا  
 مع العسر و یسر پہ رکھ اعتقاد  
 نکالے یہ کاٹھیا ترا ذوالجلال



<p>تو کچھ کئی چیز سے احتراز دوم زال بھی ہو جو تیری عدو چہارم جو کچھ کسی کا ضرر عرض یوں ہی باتیں بناتی رہی سنے اُس سے جیسا ہے عہد کلام کہ ہر ہے تو اسے ساتی حضور پلائے دکھا مجھ کو راہ وصال کہ جب وہ جہاندار کے پاس سے کہا حق تعالیٰ سے اے بے نیاز کیا اس دعا نے جو کچھ پہلے اثر یہ طوطا جو ناچار ہو چکا وہاں ملین تہیں انہیں جا پھیریں غریب سوم اک پیا لہ مگر کاٹ کا وہ گڈری جوتی اس کے مطلب لباس زری شال و قافم سمور نکلے تھے رستی سے محل و گور نہیں تھا وہ عاشق کا تاثر نظر وہ تھا آسمانی مگر مانع کہڑاؤں وہ باز و بونی جانکی تھیں وہ کہتے تھے غصے سے اور میرے بظاہر بھی ہوتا تھا یہ آشکار اڑا اور پہنچا جہاندار پاس نہ مونس نہ کوئی مددگار ہے اگرچہ دیانت کے ہے برخلاف جہاندار تھا آپ ہی بمقار</p>	<p>بڑا دلچسپ رتبہ ترسے نیاز تو رسم سمجھو شہ نیک خوا تو زہنا راس سے نہ ہونڈر بہت اس کو قصے سناتی رہی پہنچنا طوطے کا ایک جنگل میں سے جو چار عجائب چیزوں کے واسطے جہگڑا کرتے تھے یہ قصہ تو چھوڑا یہاں کا یہاں تو ڈھونڈا بہت راستہ چار سو سوا تیرے میں اور کس کے کہوں وہ جنگل نہ تھا بلکہ گلزار تھا وہ بہائی تھے آپس میں دونوں مگر پیرانی سی گڈری تھی اک لکیر مگر ان کا سننے خدا کا کمال کھلا دشمنی چتر دتاج و سریر وہ گڈری نہ ہرگز گدائی کی تھی اُسے سلک گوہر جو کہئے بجا پیالے سے لیجے اگر جھوٹا نام کہڑاؤں پہنکر وہ ہر اک بشر عرض اپنے لڑتے تھے باہدگر جو کچھ وہ کہے گا بجا لائینگے سنی جب کہ طوطے نے یہ دستان کہا پہر کہ اس در مقام میں اگر ہاتھ آئیں وہ چیز عجیب خیانت جو ہووے تو پورے نہیں وہ مجبور دستار غفار ہے</p>	<p>مقدم تو یہ ہے کہ اسے سیمبر انکھیں سوم راز عورات سے اگر یہ نصیحت بجا لائے گا سنائے بہت سے فسانے عجیب پہنچنا طوطے کا ایک جنگل میں سے جو چار عجائب چیزوں کے واسطے جہگڑا کرتے تھے یہ قصہ تو چھوڑا یہاں کا یہاں تو ڈھونڈا بہت راستہ چار سو سوا تیرے میں اور کس کے کہوں وہ جنگل نہ تھا بلکہ گلزار تھا وہ بہائی تھے آپس میں دونوں مگر پیرانی سی گڈری تھی اک لکیر مگر ان کا سننے خدا کا کمال کھلا دشمنی چتر دتاج و سریر وہ گڈری نہ ہرگز گدائی کی تھی اُسے سلک گوہر جو کہئے بجا پیالے سے لیجے اگر جھوٹا نام کہڑاؤں پہنکر وہ ہر اک بشر عرض اپنے لڑتے تھے باہدگر جو کچھ وہ کہے گا بجا لائینگے سنی جب کہ طوطے نے یہ دستان کہا پہر کہ اس در مقام میں اگر ہاتھ آئیں وہ چیز عجیب خیانت جو ہووے تو پورے نہیں وہ مجبور دستار غفار ہے</p>	<p>جو کچھ کچھ کچھ سوچ کر نہیں جان جائیگی اس بات کو تو دیکھے گا جو مرتبہ پائیگا کہ تابخ اُسکے نہ ہووے قریب تو کچھ زخم دل کو ہوا التیام تری ذات ہے امید کرم سنو اب وہ طوطے کی پھر تان نپایا تو آنکھوں سے ٹپکا لہو تری بندگی میں یہ شکسہوں عجب گل وہاں کا عجب خار تھا جہگڑتے تھے ترکے کی تقسیم پر دوم ایک رستی کوئی ہاتھ بہر فقط مضحکہ کا نہ کچھ خیال نہرہ خود و خفتان و فرش حور وہ فہرست گو یا خدائی کی تھی نہ ہوئے گارسی کو ذہن ہوا تو سوچ اوس سے نکلیں زار و طعم جد ہر چاہے اڑ جائے دیوانہ نہ چکاتا آپس میں قصہ مگر نہیں تو یہیں لڑکے جھانگے ہوا اپنے دل میں بہت شاد کہ سو مصیبت ہی ہر گام میں تو ہووے ابی وصل البرصیب مگر زبان دینا کچھ اچھا نہیں ہمیں درساںت کا بیکار ہی</p>
---	---	--	--



اور ہٹا اور جلدی سی پہنچاؤں  
 اٹھے اور جلدی بلایا آئے  
 کیا خوش میں نے بہت غور سے  
 یہ اسباب لے چکے رکھ دو دمان  
 برابر سے پہر آپ دنو جوان  
 وہ ہی اپنی مرضی کا مختاری  
 انہیں بھی یہ تدبیر آئی پسند  
 یہی اُسے آخر بہانہ کیا  
 حمال بکرد آن رسن گلو  
 بہ بیغم از چشم خود ہم کمال  
 وہ طوطی بھی طوطیا ہوتا تھا  
 پلاساقیا اب کے وہ مل مجھے  
 فقیری سے میری نہ گہر تو  
 جو چاہے کرے خالق دو جہان  
 وہ چاہے تو جنگل کو کرے چن  
 اُسے افضل کرتے نہیں بگتی با  
 کہان تھا ابھی تو جہاندار شاہ  
 پلک مارتے ہی برآئی مراد  
 یہاں تنجو آرام آجائے گا  
 یہی دل سے کہتا تھا وہ نہ جان  
 مگر تھا یہی اس جگہ کا چلن  
 جہاندار پہنچا جو دربار میں  
 بظاہر اگرچہ برا حال ہے  
 فقیری میں تیرا نیا طور ہے  
 نہ ٹہیرا گیا پہر تو تیتاب سے

جگڑتے تھے جس جادوہ و نو جوان  
 سنی بات کو پہر سنایا آئے  
 نہیں سو جتنا کچھ کسی طو سے  
 نہ روک یا آڑ بالکل جہان  
 وہی تیر لینے کو ہو دین مان  
 اٹھالے جو انہیں سے درکار ہے  
 کہانی الحقیقت ہو تم ہو شمند  
 کہ ادن کو دمان سے دانہ کیا  
 بہ آدینت کشتی بہ پہلو سے او  
 کہ دارم بسے در کمال خیال

حکم کا انہیں آپ تھا انتظار  
 تامل سے بولا جہاندار شاہ  
 گریان جو یہ بات منظور ہو  
 کترا ہو کے پہر خاص باب پر  
 جو لے آئے جلدی اٹھا کر آئے  
 مگر سے زیادہ نہیں اسکا حق  
 جہان پہنکے گا اٹھا لائیں گے  
 جو ہر یک برادر آن سود وید  
 بہ نعلین چوبین گفتا کہان  
 یہ کہتے ہی پہنچا یہاں سے دمان

جہاندار نے جب شہر کے اندر قدم رکھا تو لوگ بادشاہ  
 کے پاس لیگے دو بدو گفتگو کی نوبت آئی۔ اچھی طرح  
 اپنے دل کی کیفیت سنائی۔ وہاں سے لوٹا تو مہر  
 اپنے باپ کے وزیر زادہ کو بحالت تباہ پڑا یا مہربانی  
 سے کچھ حال استفسار فرمایا پہر ہر دو بالو کے باغ  
 میں جا کر رہنے لگا۔ اور طائر خوش بیان دل لگی کی واسطے  
 کہانیاں کہنے لگا

نظر آگیا شہر مینو سواد  
 یہیں درد کی بھی دوا پائیگا  
 کہ دو تین آئے سپاہی دمان  
 کہ جو کوئی آوے غریب لوطن  
 اسی دہن میں او حالت دمان  
 مگر صاحب جاہ و اقبال ہے  
 تو درویش ہے یا کوئی اور ہے  
 کہا اس طرح جھک کے آداب سے

خوشی ہو کے اندر بڑھا قدم  
 مسحا بھی رہتا ہے تیرا یہیں  
 پکڑ کر آئے لیگے شاہ پاس  
 اُسے پہلے شہ کے کرین و برو  
 تو شہ نے اُسے غور سے دیکھ کر  
 تعجب سے کہنے لگا اے فقیر  
 ترا نام کیا ہے کہان ہر دمان  
 سنا ہو اگر ملک ہندوستان

اُسے دیکھتے ہی ہوئے بقرار  
 عجیب مجھے قصہ کہا واہ واہ  
 تو قصہ ابھی آپ کا دور ہو  
 میں دو تیر پہنکوں ان پہر اور ہو  
 مجھے لینے دے پہلے لا کر آئے  
 کہ باقی کا ہے دوسرا ستم  
 غرض پنے ٹنٹے سے چکاٹینگے  
 جہاندار آن دلی در بر کشید  
 سوئے شہر آن سیمت شہر و ان  
 اسی دم ہوئی شان خالق عیان  
 کیا ساتھ ہی ساتھ بے باں پر  
 جھکا دے نشے سے جو بالکل بے  
 ذرا عقل کو کام فرمایو  
 کسی شے کی کمتی نہیں دمان  
 حقیقت میں سچ ہے بقول حسن  
 نہو اس سے مایوس امیدوار  
 کہان اسکو پہنچا دیا واہ واہ  
 کہا دل سے اب تو گیا درد و غم  
 یہ فردوس پہرے رشک خلدیرین  
 ہوا شاہ زادہ بہت بدحواس  
 کہ وہ بوجھ لے حال سب و بدو  
 کہا یہ تو ہے کوئی عالی گورہر  
 غم و درد بچ و الم کے اسیر  
 تجھے کس لئے ہے یہ رخ و محن  
 کہ ہے آج کل غیرت بوستان



دہان کا میں ہوں رشتہ تاج و تخت  
میں آیا اسے خود بخود چھو کر  
مجھے اب نہیں ملک سے گفتگو  
یہاں عشق لایا مجھے گمیر کے  
اسی سوچ میں ہو گیا ہر جنوں  
یہی مجھ کو جنت یہی ہے ارم  
تپا ہجر سنا ہے از بس کہوں  
اگر آپ کی اب عنایات ہو  
یہ سنتے ہی واقف ہوا بادشاہ  
کیا عشق نے عیش اپہر حرام  
کہا آپ ہی جان پہچان کے  
کیا ایسے یہ اس لئے آشکار  
بظاہر تو اس کو نکلوادیا  
خبر اس کی چھپ چھپ کے لیتے ہیں  
غرض جب یہ نکلا جہاندار شاہ  
بدن پر سجائے فقیری لباس  
پہرید دست ایسے بڑے حال میں  
کہاٹے کیا پوچھتے ہو جناب  
بدن خوب صورت ہوا گر گول ہی  
اگر حسن یوسف ہی ہونڈ ہے  
لیا میرے پہلو سے دل کفکال  
میں کہیلا کیا آج تک جان پر  
وہ اقلیم خوبی کی ہے تاجدار  
کیا دل نہ لی دلربا نے خبر  
اُسے ترے ملنے کا ارمان ہی

مرا باپ ہے شاہ فرخندہ بخت  
سب اسباب شاہی سو منہ ٹوکر  
یہاں کی گدائی کی ہے آرزو  
یہاں سے بخاؤں گا منہ پیر کے  
مردن ہی تو مر کر ایسا ہوں  
یہ در چھوڑنا ہے نہایت ستم  
جہلا دل جگر بلکہ تن اور بدن  
تو مان درد کی کچھ مکافات ہو  
کہ الفت نے اس کو کیا ہے تباہ  
وہ آیا تھا پہلے اسی کا پیام  
کوئی ہے نکالے اسے آن کے  
کہ تا میری عزت ہو اور اعتبار  
تمام اپنی محفل میں سو کیا  
ہمیں وقت بوقت دیتے ہیں  
شہنشاہ کی چوڑ کر بارگاہ  
بڑے حال منعم از بس اس  
بتا تو پہنسا کون سے جال میں  
کیا کشور دل کسی نے خراب  
مطلع دل و جان ہوا مول ہی  
غرض چودہویں رات کا چاند ہی  
نہ آیا ستم کو کچھ بھی خیال  
گمراہ کی صورت نہ آئی نظر  
سمجھتی ہے میرے تیرے خاکسار  
کیا آہ نے بھی نہ دل میں اثر  
ودماندگی سو پریشان ہے

نہیں کی گردش سے ملک بال  
مجھے اور ہی شوق پیدا ہوا  
حقیقت میں کعبہ ہے یہ آستان  
اسی در پہ بیٹھو نگام چراؤں کا  
اسی آستانہ پہ ہو جاؤں خاک  
جو میں نے اٹھایا ہے غم آج تک  
میں ہی ہوں کہ پیسے یہ صد سہا  
نہیں خیر آخر کو مرنا تو ہے  
مسافر نہیں یہ جہاندار ہے  
گر اسکا اظہار اچھا نہیں  
یہ گو منہ سے اپنے جہاندار ہے  
مگر جو سچ ہم ہی ہیں جانتے  
مگر ایک دو آدمی ہوشیار  
کہ بن عرض ہے سبھو چہرہ  
تہر مز کو ناگاہ دیکھا وہاں  
کہا شاہزادہ نے میں بچوان  
وہ تھامے لے پاؤں تک بال  
یہاں دخت شہ ہے جو شیکہ پی  
کل اندام جادو نظر سیمٹن  
میں نا دیدہ اس گل پر شیدا ہوا  
میں کرتا ہوا اپنے دل کی تلاش  
وہ بیرحم از بس ستمگار ہے  
وہ دیکھے تو جان آویں جانین  
مگر مشرودہ بادا سے نہ ارجمند  
صبا سے سنا ہے ترے نام کو

کیا ماتم سے ہو گیا خستہ حال  
میں اس آستانہ کا شیدا ہوا  
سمجھتا ہوں اس کو میں جنت نشان  
جیوں گا جو جی سے گزراؤں کا  
کہ تاجین پائے ذرا جان پاک  
اٹھاتا تو گرتا زمین پر فلک  
اکٹھائے غم و درد اور خوشی  
یہاں سے کہی کو چ کرنا تو ہے  
مگر مان دل اس کا گرفتار ہے  
کہ واقف نہ ہو جائے کوئی کہیں  
ولیکن فریبی ہے مکار ہے  
کوئی کچھ کہے کچھ نہیں مانتے  
مقرر کئے تاکہ لیل و نہار  
یہ کرتا ہے اوقات کیوں مکر بسر  
مگر خاک پر لوٹتا نہم جان  
تعجب ہے مجھ کو یہاں تو کمان  
نہ آیا ذرا بھی ادب کا خیال  
نزاکت میں ہر سر سے ہٹ کر ہی  
شکر لب سخن فہم شیریں ہن  
جنوں بیٹے بیٹھائے پیدا ہوا  
یہاں آن پہنچا جگر پاش پاش  
مرا عشق اس کے لئے عار ہے  
مگر فرق پڑتا ہے دان شاخین  
کہ آری ہے تیری وہ سرو بلند  
کہ غم غم جان ہے گل انعام کو



یہ آپس میں ہوتی تھیں تین بہان  
 وہ مکتب میں چپکے گئی آپس  
 یونہی ایک دو نہیں نا اہل  
 یہ سب سن چکا جبکہ اس قدر  
 نہ کہنا ملے اور نہ بیٹا ملے  
 کہا جا کے یوں پہرہ نشاہ  
 مری ایک لڑکی ہے شکستہ  
 لڑکپن سے اسکو ہلا کیا  
 مرے دادو سے اوشہ خواہ  
 یہ فرمان سنا دی اسے قہر سے  
 سنا حیا کہ بہرام نے یہ پیام  
 گریہ پانے مجھ پہ احسان کیا  
 گزشتہ وقت خستہ خیال گیا  
 کہ اس شہر سے تو چلا جا ابھی  
 کہ اے جان من غیرت انجن  
 کرونگا گریبان کو میں چاک چاک  
 گزشتہ وقت آخر نہ کیا تجھے  
 فلانی جگہ آج میں رات کو  
 سحر میں کہاں اور پہر تو کہاں  
 یہ کہہ کہہ کر کہا لو ہمارا سلام  
 یہ کہہ سنکے لی راہ بہرام نے  
 وطن ملک و مال کو تھ گیا  
 وہ اتنے ہی میں دانی پہنچا  
 میں روتے ہی روتے ٹھہر گیا  
 یہ سننے ہی زہر کا دل گیا

کیسے خبر جا کے دیدی فان  
 نزو کا گیا حیف مان باپ سی  
 ملاقات کر لیگی وہ سہل سی  
 تو بولا کہ زہرہ کو کر لو اسیر  
 کسی سے ہے اسکو نہ جینا ملے  
 کہ اک عرض کہتا ہوں یہ آہ  
 یہ مکتب میں پڑتے تھو و زہیم  
 محبت کا نقشہ جسا یا کیا  
 نہیں ظلم سے ہو گیا میں تباہ  
 اسیدم نکل جا کے اس شہر سے  
 کہا ملک دولت کو میرا سلام  
 کہ خود گھر سے جانے کا فرمان یا  
 یہ چپکے سے دانی کو فرا گیا  
 نہ مٹھ کچھو اس طرف یہ کہی  
 ترے عشق میں مجھے چھوڑا  
 اڑاؤنگا اب دشت وشت کی جا  
 یہ ہی ہے مریجان پر کہا مجھے  
 ٹھہرتا ہوں تیری ملاقات کو  
 گلشن کہاں اور یہ بو کہاں  
 یہ ہی تھا فقط آپ سے ایک کام  
 دکھایا اثر عشق نا کام نے  
 فیری کا بانا اسے سچ گیا  
 گئی بیٹی روتی زہرہ کے پاس  
 مجھے زیت اپنی کٹھن ہو گئی  
 فسون محبت اثر کر گیا

کہ زہرہ و بہرام دونوں ہم  
 اسے اب تو اس کا مزا پڑ گیا  
 گئی آبرو ہاتھ دھو بیٹھے  
 خلل آگیا نام اور تنگ میں  
 تشدد ہے اب سپہ کرنا ہلا  
 مجھے شاہزادے نے رسوا کیا  
 کہیں آنکھ بہرام کی پڑ گئی  
 وہ کم بخت بھی آخرش مل گئی  
 یہ سکر کما شہ نے ای پاک م  
 وطن سے نکلنے کا دین حکم یوں  
 یوں جوش وشت و اہل زبان  
 یہ کھ ایک گھوڑا منگا ہوسا  
 کہ سنتے ہی اسے مادر مہربان  
 میں جاتا ہوں پر تجھے ہی ایک  
 کہاں ملک اور کیسا جاہ و شہم  
 دل غم زدہ بھی نہ مل جائیگا  
 تجھے دیکھ لینے کا ارمان ہی  
 خدا کے لئے وہاں کرم کیجے  
 خیالی ملاقات رہ جائیگی  
 اگر ہو گیا جگے جان سے  
 قصار جو یہ شور گھر گھر ہوا  
 تو زہرہ کو سب نے رہا کر دیا  
 کہ بنو غضب دل کو غم ہو گیا  
 غرض کر کے پہلے بت دل کرا  
 ہوئی خیر سے جسکے ہر نصیب

فرے تو متے ہیں خدا کی قسم  
 لڑانے سے آنکھوں کے لڑ گیا  
 اسے جیتے جی جیسے رو بیٹھے  
 بٹاؤ اسے حجرہ تنگ میں  
 یہ مرجائے تو اسکا مرنا ہلا  
 مرا تنگ ناس سب کیا  
 دل آیا طبیعت اوہ لڑ گئی  
 مری آبرو خاک میں مل گئی  
 حقیقت میں تجھ پر ہوا ہے ستم  
 ہلا باپ ہو دین تو ایسے تو ہوں  
 سوئے دشت جاتا نہ رہا وہاں  
 چلا سوئے صحرا وہ عالی تبار  
 ہوا منجھو یوں حکم شاہ زمان  
 یہ زہرہ کو پہنچا دے میرا پیام  
 مجھے چاہیے درد و رنج و الم  
 تصور سے تیرے بہل جائیگا  
 اگر تو بھی چاہے تو آسان ہی  
 کسی ڈھب سے صورت دکھا دیجے  
 اگر آدگی بات رہ جائیگی  
 نہیں خیر جی دنگے ارمان ہی  
 کہ بہرام ہی گھر سے بے گھر ہوا  
 پہرے دن خدا نے ہلا کر دیا  
 محبت کا کرنا ستم ہو گیا  
 کہا کان میں پہرہ چپکے حرا  
 گئے خواب غفلت میں سو گیا



اُٹھی اپنے بستر سے زہرہ وہیں  
 خزانے سے تھوڑا جواہر لیا  
 اندھیرے میں جھلکیا بیان میں  
 ادھر شاہزادے کو تہا ہتھ مار  
 رہنماؤں چند ساعت وہیں  
 محبت میں جھلکیا میں جھلکیا  
 پہاڑوں میں ہو گئی سیر چین  
 یہ کہہ کر کیا دل کو برداشتہ  
 برابر کئی روز بگٹ گئے  
 جو عادت نہ تھی اُنکو اسکام کی  
 رولایا تو یہاں تک ولایا انہیں  
 جو اترے تھے اچھی جگہ خیر سے  
 یونہی سر کو زانو پہ دہرایا  
 مجھے بہر کے دے ساقیا جام مل  
 مقدر نے یہ دن دکھایا مجھے  
 عجب عریبہ جو ہے پیر فلک  
 ذرا حال ان کا سنو غور سے  
 کہیں سوچتے سوچتے ناگمان  
 اگرچہ یہاں کوئی آبرگ کیا  
 جگاؤں تو ہے اس میں ہوا وہ  
 وہاں موجود کیا ادھر اور ادھر  
 جو دیکھا انہیں غور سے گھر کے  
 نہیں ان کو ہم سے بجان برتھا  
 کہا او دعا باز عیبی شریہ  
 بہانے سے لایا ہنجرہ کو تو

مگر خوف یہ کوئی جاگے نہیں  
 ارادہ جو تھا دل میں پورا کیا  
 تصور میں دلدار کے دسیا نہیں  
 کہ اتنے ہی میں اگیا گلخزار  
 کہا پر کہ رکنا مناسب نہیں  
 غنیمت ہے اتنا جوجی سے بچے  
 کہاں کہاں باپ کا ٹون  
 نہ تھا پاس توشتہ نہ کچھ ناشتہ  
 یہاں تک کہ گھوڑوں کو دم چٹکے  
 نہ طاقت رہی ایک وگام کی  
 کہ قسمت پر اپنی ہنسایا انہیں  
 ذرا دکو فرخت ہوئی سیر سے  
 وہیں سو رہی منڈکری مالکے

بہت سہل سے اپنے کپڑے اتار  
 غم یار میں ہاتھ ملتی ہوئی  
 گئی پہنچ گھوڑا اڑاتی ہوئی  
 گلے سے گلے دوڑ کر مل گئے  
 ہم آخر تو گھر اور دوسے چٹے  
 اٹھایا بہت بطف آرام کا  
 اگر پاپ ہے اپنا سرور وان  
 اوٹھے اور بستر اٹھا کر چلے  
 غرض تین بعد وہ خوش حال  
 وہ کیا جانتے تھے مصیبت کا نام  
 زیادہ ہوئے حد سے جب بقیار  
 یہاں تک کہ زہرہ کو نیند گئی  
 نہ تھا دوسرا سنگ و رسات میں

بدل ڈالا سبب میں مردانہ وار  
 وہ گھوڑے پہ چڑھ کر چلتی ہوئی  
 پتہ کو پتہ پر لگاتی ہوئی  
 وہ گل و گلون کی طرح کہل گئے  
 چلو اب یہاں سے جدم نہ اٹھے  
 مراد کہیں اب چلکے آلام کا  
 یہی بوستان ہے یہی بوستان  
 رقیبوں سے دامن چھٹا کر چلے  
 بہت ہو گئے تھک تھکا کر نہ ہال  
 مگر حضرت عشق تسکو سلام  
 تو ٹہرے کہیں دیکھ کر سبزہ زار  
 گھڑی بہر میں غنچہ سی کھلا گئی  
 پڑا شاہزادہ خیالات میں  
 کہلا اور تازہ مرے لپہ گل  
 کہ دلبر سے میرے چہرے پامانجے  
 ہلا اسکو رووے کوئی تنگ  
 کہ بچھڑے یہ آپس میں کھٹورے

اس وقت میں ہی چرخ ناہنجار نے چین نہ لینے دیا دونوں کو  
 و معشوق پر سنگ تفرقہ ڈالا یعنی جدا کیا زہرہ عجیب خیال  
 بین پنی بڑی آفت اٹھائی مگر عقل صائب کے ذریعہ  
 رانی پانی

ہوا دل میں بہرام کے یہ گمان  
 مگر دیکھ لیئے میں جابگ کیا  
 نہ جاؤں تو کیا جانے کیا غضب  
 تو دشمن گھوڑوں پہ آنی نظر  
 تو نوکر وہ دونوں تھے دستور کے  
 ابھی خاتمہ اپنا بالآخر ہوتا  
 کہاں ہے بتا جلد دخت وزیر  
 اسی جا بہا نا ہے تیرا لہو

کوئی کہو جھجے لگاتا ہوا  
 یہ ہے وہم پکا دل زار کا  
 غرض سر کو آہستہ نیچے اتار  
 وہاں سے اتر کر لگا ایک یڑ  
 کہا دل میں خوش ہو کے بہرام نے  
 انہوں نے ہی اتنے میں بچان کے  
 ہم آئے ہیں مالک کے فالجی  
 یہ سن سچ کہ بہرام عالی نسب

نہ آجائے گھوڑا اڑاتا ہوا  
 ولے سر پہ زانو پہ دلدار کا  
 چڑھا ایک بلندی پہ وہ شہسوار  
 دیا جلد گھوڑوں سے گھوڑا کو بیڑ  
 کیا کام اس وقت الہام نے  
 ذرا اور زیادہ قریب آن کے  
 پھر بڑے جگ جیتا تجھ جان سے  
 نہایت ادا عیض سے پر غضب



اشارے کنایہ بھی چلنے لگے  
وہ آخر کو لیلی و مجنون ہوئے  
جو جاتے تھے مکتب گھر شام کو  
غرض یہاں تک آخر کو شیدا ہوئے  
یہ دستور ہے دل جو گہرا ہے  
ہوئی جبکہ لوگوں کو اسکی خبر  
نصیحت لگے کرنے چوٹے بڑے  
ذرا اس طرف کو اجی دیکھنا  
بڑی بات ہے اسکو تم چوڑو  
جیسے زلیست بہاری ہولفت کے کر  
جفا کش جو ہوا سکا یہ کام ہی  
کہیں عشق جاتا ہے بھجائے کر  
حقیقت میں دل ہے یہ انسان کا  
کہا جا کے زہرہ کے یون باپ سے  
ذرا ہوش میں آ کے لیجے خبر  
مٹا دیگی وہ ننگ و ناموس کو  
کہیں اور گر آنکھ لڑ جائیگی  
یہ ما باپ کو جبکہ پہنچی خبر  
جدا کر دیا عاشق زار کو  
مگر تو بھی عادت سے لاچار ہو  
کسی ڈب سے آنکو جدا کر دیا  
بس اب جاگ تو خواب خرگوش سے  
تو معمول سے اپنے پڑنے لگا  
کہا کہ کے ایک بار شور و فغان  
غرض تھوڑے عرصہ میں کتا ہوا

محبت ہوئی دل اچلنے لگے  
دل آپس میں دنوں کے مفتون ہو گیا  
نہی چاہتا تھا کسی کام کو  
کہ الفت کے آثار پیدا ہوئے  
تو خود دُست سے نالہ کل جائے  
کہ الفت یہ کہتے ہیں باہر گر  
بلا کی طرح اُس کے چمکے پڑے  
زہرہ کو پھر تم کہی دیکھنا  
یہ شیشہ مے عشق کا پوڑو  
جو گھر سے سوا ہو کسی پر سے  
تمہارے لئے عیش آرام ہی  
یہ جاتا نہیں جان کے بجائے کر  
جو دل ہو تو پھر خوف کیا جان کا  
کہ لڑکی سنبھلتی نہیں آپ سے  
سیانچی کہاں اور مکتب کدھر  
لوگ بہت دست افوس کو  
جو عزت بنی ہے بگڑ جائیگی  
تو ایسا ہوا اُن کو حرکت کا  
پڑا چین اب چرخ و وار کو  
ازل سے تجھے ہی آزار ہے  
کسی طور آنکھوں میں خون پڑا  
ذرا حال شیرون کاش ہوش سے  
تصور سا ایک ل میں گھرنے لگا  
کہ ہرہ گیا اوس جاسے جان  
جگہ سے اوٹھا اپنی بکنا ہوا

کیا عشق نے اُنکے سینے میں  
محبت ہوئی بات کی باتیں  
نہ کہا تھے پینے نہ سونے کا ہوش  
لیون پر ہمیشہ دھوان آہ کا  
یہی راز کم محبت کرتا ہے فاش  
تو بہرام سے یون کہا اُن کے  
ہوئی اس طرح اُن کے گفت و شنید  
یہ آنکھیں لڑا نا کچھ اچھا نہیں  
نہ کچھ اس میں راحت نہ آرام ہی  
اسی میں تو ہوتا ہے انسان دلیل  
یہ سنا کہ کہا اُسے بہرام نے  
مجھے بھی خبر ہے یہ خبر بد بلا  
جب اسٹہب کا پایا انہوں نے جو  
عنیت ہے مکتب کا جانا اسے  
وہ مٹھی ہے دھان شرٹھا ہی ہو  
خدا کے لئے تم سنبھالو او سے  
آ سے دل لگانے کا ارمان ہی  
کہ مکتب سے فوراً اٹھایا اسے  
سہلا آسمان تجھ کو کیا مل گیا  
کہ دیکھی جہاں تو نے دو دلیں  
وہی حال ظالم انہوں کا کیا  
کہ جب شاہزادہ وہ عالی تبار  
نہ پایا جو زہرہ کو بہرام نے  
نہ پایا جو محبوب کو کو گسیا  
سیانچی نے پوچھا سبق یاد ہو

محبت نے دل لے لیا چین کر  
لگے تھے وہ گویا اسی گما تھیں  
وہ ہی عشق کا دل میں شغور  
یہی ہے نشان اک بڑا چاہ کا  
زبان بند ہو جائے عشق کی  
مصیبت میں بہتے ہو یون کے  
گر و عشق تم عقل سے ہے بعید  
لڑائی نہو جائے اس میں کہیں  
سہلا عشق سے تم کو کیا کام ہی  
کہیں قدر ہوئے تو قدر قلیل  
نہ بک بک کر و تم مرے سامنے  
مگر جان بھی اس میں جانا سہلا  
تو دلیں بہت اپنے کہا پیچ تاب  
یہ اچھا ملا ہے بہانہ او سے  
کسی شخص سے دل لگائے ہو  
دبستان سے جلدی اٹھا لو اسے  
وہ لڑکی نہیں آفت جان ہی  
بتا کہید کہ میں بڑھایا او سے  
ہمارا تو سنکر بھی دل پل گیا  
حسد سے ہوئی تیری حالت تیار  
ابھی ایک تھے تو نے دو کر دیا  
سحر اوٹکے مکتب گیا بقرار  
لگا دو لون ملا تھون پل تیار  
جنون کا سا سر میں خلل ہو گیا  
کہا اب تو تم میرا دوستا دہی



کہا آج آپے میں کیوں تو نہیں  
کہا آج بہرام کیا ہو گیا  
ذرا دیر میں اپنے دل کو نکال  
میا بچی نے کچھ کچھ بوجھ کر  
کہاں ہے تو زہرہ کہاں ہے  
کہاں ہے تو اسے غیرت نے نظر  
کہاں ہے تو اسے غیرت مشاں  
مجھے ایک دم میں خون ہو گیا  
اگر اپنی صورت نہ دکھلاو گے  
تجھے شام تک گم نہ میں پاؤنگا  
یہ کہ جان کو اپنے کہنے لگا  
نہ ہمدرد کوئی نہ غم خوار رہتا  
پہنسی تھی غرض وہ عجبالین  
وہ کہتی تھی یارب یہ کیا ہو گیا  
ہوئی حبیب کہ حد سے زیادہ اوس  
لگا کہنے بہرام اسے میر بجان  
اگر اور دم ہر کی ہو جائے یہ  
مگر شکر احسان پروردگار  
نیا گل ہمیشہ کھلاتا ہے یہ  
اسی لئے کہا گھر میں اسطوری  
غرض تمکو لڑکی نے رسوا کیا  
لگے پوچھنے ماہی اور باپ ہی  
مگر شانہراو سے ستم ہو گیا  
یہ کیوں کہا اے گل جان پہچانے  
نہیں اور تدبیر کجا نیگی

کہا کیا کروں دل پہ قابو نہیں  
کہا کیا کہوں یا رہی کو گیا  
میا بچی سے کرتے لگایوں ال  
کہا شانہراو سے مجھے کیا خبر  
مجھے کہا گیا تیری فوق کا غم  
کہاں ہے تو اسے رشک نہ میر  
کہ ہر جاؤ نہیں تھکاو ہو نہ ہوں  
جگر تو جگر دل بھی خون ہو گیا  
تو تہوں کو مل مل کے فراو گے  
لو اسے جان جیسے گز جاؤنگا  
اکیلا دبستان میں مرنے لگا  
فقط آپ تھی یا غم یار رہتا  
نہ دشمن پہنے ایسے جنجال میں  
مرا بخت بیدار کیوں ہو گیا  
گئی چپ کے کتب میں بہرام تھا  
ہو گیا رہی آج اب تک کہاں  
تو میں رست سے اپنے بیٹھا تھا  
کہ پر مجھے آکر ملا میرا یار  
قفس بیلون کو دکھاتا ہو یہ  
کہ زہرہ کو رکھو ذرا غور سے  
یہ سنکر کسی نے نہ آنے دیا  
نکالی نہ میں نے مگر باپ ہی  
کہ ملنا مرا تجھے کم ہو گیا  
کہ لالے پڑے آخر ش جانکے  
یہ جان آپ سے تھکاو دیا نیگی

کہا تیرا سو تھا آج کیوں زردی  
کہا عشق تجکو ہوا ہے کہیں  
میا بچی بتا تو تیرا سبب  
یہ کہتے ہی اکال سے نہ گیا  
کہاں ہے تو اسے شاہ حسن حال  
کہاں ہے کہاں ہے تو اسے ہاتھ  
مجھے دور رہنے کا یارا نہیں  
ترے واسطے دل ترسے لگا  
غضب کر گیا آف غضب کر گیا  
خدا کی قسم دل پہ قابو نہیں  
ادھر غم سے زہرہ کا یہ طور تھا  
جو خاموش رہوے تو کیوں رہی  
محبت آسے گوجہا گئی  
ٹپکتا ہے خون آنکھ سے گری  
لگے دونوں بلبل کے ولے لگے  
ترے غم سے میرا بڑا حال تھا  
یہ سوچا تھا کچھ کہا کے مر جاؤنگا  
کہا سن کہ زہرہ نے اسی جان  
خدا کی پناہ الامان الامان  
سبق پڑنے جس وقت جاتی ہے  
بٹھا مجھے داب اور دوب کے  
یہ ہی کہہ دیا جو کیا خوب ہے  
یہ کیا عشق آفت اٹھانے لگا  
خدا پاس اپنے بلا لے مجھے  
بس اب لطف کچھ زندگی نہیں

کہا دل میں اس دم بہت درد ہی  
کہا ہنسکے اس کی خبر کچھ نہیں  
کہ زہرہ نہ آئی ہو کیا غضب  
بت سیمتن کو پکارا کیا  
کہاں ہے تو اسے رشک نہ کہاں  
کہاں ہے کہاں ہے تو اسے آفتاب  
مجھے تیری فرقت گوارا نہیں  
جگر خون ہو کر برسے لگا  
کہ دم بہر کی دوری میں مری گیا  
ہیں ہو چکے بس اگر تو نہیں  
کہ چہرہ کا کچھ رنگ ہی اور تھا  
جو کچھ راز کہوے تو کس کے  
تپ جگر سے مردنی جا گئی  
اکہی یہ کیا مجھ پر آفت پڑی  
غبار کہ درت کو دھونے لگے  
گھر ہی بہرے واسطے سال تھا  
ترے عشق میں نام کر جاؤنگا  
یہ بیدین کا فر ہے جرج کہیں  
بڑا ہو بڑا ہو ترا آسمان  
تو مردوں سے آنکھیں لڑتی ہے  
میں تڑپا ہی کی غم میں مجھ کے  
کہو اور جو تمکو مر غوب ہے  
کہ مجھے مرادل چٹانے لگا  
میں کتب سے اٹھی اٹھانے مجھے  
جیون کہا کہ سی میری جی نہیں



دیا خواب ہی میں کہیں نہ کیسکر  
 تجھے کہ کا اے جان سودا ہوا  
 تو کاٹا سا کٹکا دل زار میں  
 وہاں اور ہی اور کچھ نہ طن گیا  
 وہ صیاد مال ہے اپنی طرف  
 مگر مہیا اپنا نہ طہا ہر کیا  
 اسی رشک گلشن کے گلزار میں  
 دکھاتا تھا سینے کے گل باغ کو  
 تڑپتا تھا دل رعد سا ہر گھڑی  
 نکلتے تھے آنکھوں سے سخت جگر  
 پہر اس پر بنی تازہ یہ اندھیر ستا  
 بحر ایک طوطی کے کوئی ندیم  
 میں اب کیا کروں ایمر و عکس  
 بھلاتا ہوں لیکن نہیں بھولتا  
 میں اس آہ سے اور بوجہ ہوا  
 یہ آنسو سنبھالے سنبھلتے نہیں  
 یہ سن سن کے طوطا بھی ڈلے لگا  
 کہا شاہزادے طبیعت سنبھال  
 مصیبت کا یہی ہے آخر ثمر  
 زمانہ کا ایسا ہی ہے رنگ ہنگ  
 غرض اس مصیبت سے آزار سے  
 ہوے اور اب بھی ہیں لگ بھگ  
 وہ ہیں ایسے درد و الم میں یہر  
 کیا قیامت شادان عشق میں  
 سنا ہو گا وامق بوجہ ہوا

زلیخا ہوئی وہ بت سیمبر  
 بتا مج کو بشد کچھ کیا ہوا  
 ہوا روگ یہ اور آزار میں  
 لگی آگ اور آگ سا بن گیا  
 رقیب آپ ہو دیکھا غم کا ہدف  
 یوں ہی بات کوٹال کر چلے یا  
 کہتی ہوئے گل جسکے ہر خار میں  
 کہ ناداغ لالہ کے دسے داغ کو  
 لگا دی تھی شکون نے منہ کی ہری  
 قرۃ آنکھ کہتی تھی کچھ روک کر  
 اور آنکھ بچھی ادھر ڈھیر تھا  
 نہ تھا جس سے کہوے یہ حال قسم  
 اب صبر باقی نہ ہوش قرار  
 یوں یوں ادھر میں پڑا بھولتا  
 مراد لگی جل کے تو دا ہوا  
 میں جلتا ہوں کیونکہ یہ جلتے نہیں  
 مدد کر کے دنیا ڈبولے لگا  
 کہیں حجر میں ہو نجائےصال  
 کہ امید کا نخل ہو بارور  
 کہ عاشق کو کرتا ہے جینے تنگ  
 ملاتا ہے کم بخت دلدار سے  
 نہیں جانتا جنکا کوئی حساب  
 کہ جنکا نہیں تھا بکوعشر عشر  
 گئی جان فراد اس عشق میں  
 فل اس عشق میں کس طرح ہوا

کیا تو نے کیوں حال اپنا تباہ  
 سنا جب جہا نذر نے یہ بیان  
 رقابت ہلا کس کو منظور ہے  
 کہا دل سے پہر پٹیل سنبھل  
 جو اپنی ہی جانب ہو اپنا حبیب  
 غرض قصہ کوتاہ چال کلام  
 ہوا آپ سے انس پاکر مقیم  
 نکلتا تھا موٹھ سے جو ہر دم ہوا  
 چمکتی تھی بجلی سے آہ و فغان  
 مگر خون دل اس سے تھمتا تھا  
 تصور بجاتا تھا دلدار کا  
 بہت جب گذرتا تھا دل پرالم  
 نہوتا تھا اس سیمبر کا وصال  
 مجھے آہ کا بھی بڑا درد ہے  
 یہ جل بہن کے خود کا شے خاک ہو  
 انہیں سے ہواے کاش طفن سا  
 جو اس طور سے آہ اور آف کرے  
 خداوند حب فضل فرمائے گا  
 کسی نے مصیبت اٹھائی نہیں  
 پہر اتا ہے جنگل میں خوار و زبون  
 خدا اس سنبھال سے مرے حسین  
 تڑپتے ہیں روتے ہیں شام و سحر  
 جو پہلے تھے وہ اور ہی تھے سوا  
 ہوئی اس سے شیریں کی حالت تباہ  
 جو خدا پہ گذرا وہ مشہور ہے

دیا چہرہ کیوں تلخ تخت کلاہ  
 کہ عاشق ہو اس گل کا وہ چلی  
 طبیعت سے انسان مجبور ہے  
 یہ ظن اور ڈالیکا جی میں چل  
 تو کیا کر گئے گا سیر و رقیب  
 نکل شہر سے وہ گرفتار دلم  
 مگر دل رہا تیغ غم سے دو نیم  
 وہ گھر گھر کے بتا تھا دل مان  
 کہ ناداغ دل پر نہ آئے خزان  
 وہ بے خاک پر آئے جتنا تھا  
 بڑا روگ ہے یہ اس آزار کا  
 تو او سکون سنا تھا یوں رد و غم  
 بجاتا تھا افسوس دل سے خیال  
 کبھی گرم ہے کبھی سرد ہے  
 کہ قصہ چکے فیصلہ پاک ہو  
 کہیں ڈوب بھی جا ارض و سما  
 کوئی کیوں نہ اسپر ناسف کرے  
 وہ بت آپ ہی رام ہو جا ریگا  
 کہ راحت مصیبت سے اپنی نہیں  
 جگر نشتر غم سے کہتا ہے خون  
 جہا نہیں تو ہی ایک عاشق نہیں  
 نکلتے ہیں آنکھوں سے جکے شر  
 خوشی کو سمجھتے تھے خود ناروا  
 ہوا اس سے لیلی کا خیمہ سیاہ  
 دمن کا بھی حال مستور ہے



ستم سب کے سب اس کے ستم گئے  
 کہا شاہزادہ نے اسے غمگسار  
 یہ سُننے ہی وہ دردِ دل طعین  
 پر آخر کو جب وصل ہو جائیگا  
 چل اے ساقیا جلد آجا کہیں  
 ذرا آنکر بیٹھ میرے قریب  
 مے عشق سے جو کہ سر شاہین  
 وہ لکھتے ہیں الفت کے احوال  
 جو ان عدل سے دوسکے گلشنِ ہوا  
 خزانے بھی پرتے زر و مال سے  
 نہایت حسین اور بہت دلفریب  
 تو مکتب میں جا کر بٹھایا اسے  
 وہ ان کے پڑھتی تھی دُستِ نیر  
 وہ زہرہ جبین رشکِ حورِ پری  
 اٹھاتی تھی چہرہ سے جسمِ نقاب  
 جہانِ روزِ پڑھتا تھا شہ کا پیر  
 ملے جب کہ دونوں کے دل و نصیب  
 یہ بیمار الفت جو تھے با و قا  
 کہی آنکھ سے کوئی آنکھ نہ ہو  
 جو جھٹی بھی ملتی تھی استاد سے  
 ہوئی جب کہ کچھ اور آنکھ تیز  
 جہان میں کوئی اس کے برابر نہیں  
 خدا کا پیارا جو پیدا ہوا  
 غرض ان کے دل میں کافی ہی  
 جب اتنی سمانی تو دل چلے

اور اس روگ کو عشق کہتے گئے  
 سنا حال اُنکا جو آوے قرار  
 لگا کہنے اُس سے فسانے عجیب  
 داستانِ بہرام کی جو زہرہ دختِ وزیر کے دامِ الفت میں  
 گرفتار ہوا سو غم سے جگر پر فراع کہا کے سینہ لالہ زار ہوا  
 گردون دُون نے دُون کو وحشی بنایا گھر سے نکال کر  
 جنگل دکھایا  
 کہ اک شاہ تھا ملک بنگال میں  
 عدالت میں نام اُسکا روشن ہوا  
 غرض عیش تھا اُسکو چالِ سر  
 کہ دیکھے سے اُجھاوِ شکریہ  
 محبت کا فن خود سکھایا اسے  
 حسینون کی سرتاج بدرِ منیر  
 خریدار جس کا بجانِ مشتری  
 تو رکھتا تھا قدموں پر سرِ آفتاب  
 لگی وہ بھی پڑھنے دین آنکر  
 تو پھر چین پڑھتا تھا انکو کہیں  
 وہ مکتب ہوا اُنکو دارالشفاف  
 کہی غم سے فرقت کے بیلِ نہو  
 تو پرتے تھے دونوں پر تراوے  
 تو سمجھے کہ مانِ حسنِ خوب چیز  
 کوئی چیز اس کے برابر نہیں  
 وہ بیشک حسینون پر شید ہوا  
 سچینہ جوانی تو آتی ہی  
 محبت کے رشتے بہم جوڑ چلے

علاوہ ازین ہیں کہی اور بھی  
 سہا کس طرح سے انہوں نے ملال  
 کہ تانے دل کو کچھ آوے قرار  
 رعیت کو رکھتا تھا وہ شاہان  
 نہ کچھ فوج کا غم نہ دشمن کا ڈر  
 یہاں تک کہ وہ شاہِ عالی مقام  
 ہوا حبیب وہ گلِ پیرِ گلزار  
 میاں بخی کمان اور مکتب کمان  
 وہ تھی مہر زہرہ مگر نام تھا  
 فقط کھول کے زلفِ شبِ فام کو  
 جہان کے لئے چشمِ صیاد تھی  
 ز لبِ حسنِ عالم کو مرغِ خوب ہو  
 صحبت کا دم دو نو بہنے لگے  
 کسی کے نہوین کے ایسے نصیب  
 سبق ایک جا ملے کرتے تھے یاو  
 غرض اس طرح شاد رہتے تھے وہ  
 اسی کی ہر اک شے میں تاثیر  
 بلا شک نہیں ہیں کچھ نیل و قال  
 جو عاشق ہو وہ ہی تو انسان ہے  
 کہ اپا چوڑ دو دم ہی گمراہ کو  
 نہ پڑھنے سے مطلب نہ لکھنے کا

جنہوں نے سہا در وہی جو رہی  
 ہوا کس طرح اُنکو آخر وصال  
 رہے شغلِ قصون کا لیل و نہا  
 تو نزدیک غم کا ہے کو آئینا  
 مجھے یاد آتا ہے زہرہ جبین  
 کہ ہلاؤن دل کہہ کے قطعِ عیب  
 حسینون کے جو ناز بردار ہیں  
 حقیقت میں تھا ملک کا پاساں  
 گذرتی تھی عشرت سے شام و صبح  
 پسر ایک رکھتا تھا بہرام نام  
 خدا کی عنایت سے کچھ ہوشیار  
 مفصل میں لکھتا ہوں داستان  
 اسے مہر و الفت سے کیا کام تھا  
 پسنداتی تھی پسندے میں بہرام کو  
 حسین تھی غرض وہ بڑا دتی  
 یہ کافر نہایت خوش امل و پیر  
 فدا دل کو آپس میں کرنے لگے  
 کہ یوں پاس رہیں مکی نصیب  
 سحرِ شام رہتے تھے آپس میں شاد  
 کہ غم کسکو کہتے ہیں کہتے تھے وہ  
 یہی جسمِ خاکی کو استیر ہے  
 عنایتِ خدا کی ہے حسنِ جمال  
 نہیں کوئی ہوا میں جہان ہے  
 پکار لو فقط دامنِ یار کو  
 وہ جس کی الفت کے نامِ کلام



وہیں دوڑ کر ضرب تلوار سے  
 غم ان کے لئے ہے یغم کیلئے  
 گنتی آنکھ زہرہ کی اتنی کھیل  
 میں اپنے طلبگار سے چٹکی  
 میں سوتی کی سوتی نہ کیوں گئی  
 یہاں سے میں اٹھ کر جاؤنگی  
 کہوں میں کہاں پر سنا کہیں  
 کسی کا کوئی ناز بردار ہی  
 یہ قسمت ہی ظالم ہے بیداگر  
 اسی ڈھب کا روتی ہوئی زار زار  
 مگر آسمان کے عجب ہنگین  
 اگر ہوتا سا ہو جو کام ہو  
 وہاں تہا درخون کا ایسا ہجوم  
 اگر فوج ٹہیرے وہاں آخر  
 وطن سے نکالا الم ہی دیا  
 میں کیوں رہی ہاں کے تھی  
 میں تجھ پر سے بہرام قربان گئی  
 بس اس سفر سے دل بیاگہٹا  
 چلی اور آنسو بھی چلتے گئے  
 اتر چوڑا گھوڑا چراگاہ میں  
 اس وقت گھوڑا پکڑ زین ہر  
 گنتی بے دھڑک اور نزدیک  
 قضا کارا سوقت ہو کر سوار  
 یہ عیار ہے حسن ہر کام میں  
 ذرا ٹہیرنے اور دم لیجئے

کیا چارو و نون کو اکٹا رہے  
 دامے ہزاروں ہیں ہم کیلئے  
 مچاتی اوٹھی خاک سحر و غل  
 میں جنگل بیابان میں کٹنگی  
 تڑپتی بلکتی جویوں رہ گئی  
 یہیں پہوڑ کر سر کو مر جاؤنگی  
 کہ گردون گردان کا گردین  
 کوئی چشم میگوں کا سرشار ہے  
 کہ ہم کو پہراتی ہے یوں در بدر  
 چلی ایک جانب وہ ہو کر سوار  
 جہاں دیکھو اسکے نئے رنگین  
 بڑے درد گرکتے آرام ہو  
 کہ چلتی تھی رک رک کے با دموم  
 تو اس میں سواوے نہ کوئی نظر  
 نصیبو نکھی خوبی سے یہ کچھ کیا  
 جو ہر تھی ہون جنگل میں دتی ہوئی  
 تو جیتا رہے میری گوجان گئی  
 اٹھائی عنان جسطرف منہ اٹھا  
 جگر دل یہ دونوں چلتے گئے  
 بسر کی وہ شب نالہ و آہ میں  
 چلی ایک جانب کو پہر آہ بہر  
 وہاں آدمی ایک آیا نظر  
 چلا تھا کہیں کیلئے کو شکار  
 شکار آپہنسا آپ سے دم میں  
 کہ جھک کر تھارے قدم لیجئے

خوشی عاشقوں کو جہاں کہیں  
 اگر قہقہہ سے ہونٹوں تلک  
 کہ دلدار میرا کدھر کو گیا  
 قیامت ہوئی میرے نوکے بعد  
 میں سوئی تو یہ بخت ہی سو گیا  
 نہ کہنا فلک کو یہ بدین ہے  
 تو کیوں کفر میں اور سلام میں  
 کسی کے تین عشق ہو چور کا  
 فلک کا نہ ہے اور نہ ہو گا قصو  
 نہ کچھ دین سے مطلب دنیا سے کام  
 یہ جالا جو ہے سر پہ پورا ہوا  
 وہ بہرام کے ڈھونڈنے کوئی  
 کہنے اس قدر اور ایسے ہم  
 وہاں تھے یہ دونوں گرچہ قریب  
 یہ کہتی تھی زہرہ کہ کس نصیب  
 جب آنکھوں سے بخت جگر پر گئے  
 مگر مائے کیسی پرار مان چلی  
 نہ دہشت تھی دل میں جیا نکھی  
 یہاں تک کہ آخر کو شام ہو گئی  
 یہاں جب سحر کا گریبان چاک  
 مگنی تھی ذرا دور وہ نہجان  
 وہ بیٹا تھا اس شہر کے شاہ کا  
 یہ صیاد و جہدم گیا سامنے  
 کہا پاس جا کر سلام علیک  
 کرم ہو گا اتنا جو فرماؤ گے

نہیں کہ نہیں کہ نہیں کہ نہیں  
 تو نالہ بناوے اور سیدم نک  
 اتنی یہ دم بہر میں کیا گیا  
 کہلی آنکھ چشموں کے بعد  
 غضب ہو گیا بس غضب ہی گیا  
 نصیبو کو شتاباں تحسین ہے  
 یہ سب لوگ اپن عیش و آرام میں  
 کوئی محو ہے جلوہ طور کا  
 یہ رہتا ہے انسان سو خود و دور  
 زباں پر فقط شاہزاد کا نام  
 کہیں اس سے مطلب پورا ہوا  
 و لیکن یہ ڈھونڈنا کہ خود کوئی  
 کہ رکھتے تھے پیک نظر پر قدم  
 و لیکن ملین یہ کہاں تھی غضب  
 فقط تیری خوبی سے چٹا طیب  
 تو آثار کیا زیست کے گئے  
 مریحان نہ آیا مریحان چلی  
 نہ پروا تھی اصلاً اسے جانچی  
 اکیلے ہی منزل تمام ہو گئی  
 اڑاتی اوٹھی آپا ہی سہرہ خاک  
 کہ اک شہر آیا نظر ناگہان  
 مگر دل سے بندہ تھا میں علی کا  
 تو رہا ہوں سے وہ دل لگا تھا  
 کدھر کا ارادہ ہے یوں نکل گیا  
 کدھر سے تم آئے کدھر جاؤ گے



کہا میں مسافر ہوں بندہ نواز  
مگر ان یہ دو بول سن لیجئے  
میں بخت ان سے جدا ہو گیا  
اگر نام پوچھو خرد مند ہے  
مگر حال اپنا مفصل کہو  
اب انکار ہے ہوشندی ہو  
اسی وقت قسمت کی ادا دہی  
عمارت کی خوبی دکھاتا ہوا  
خرد مند نے عذر جسد کیا  
پہرتے ہیں خاصہ منگا کھینا  
منش اور زردہ تر بن پلاؤ  
کہیں کو فتنے اور شامی کیا  
اٹھا بندہ وہ گرفتار دام  
گیا پردہ محلوں میں جواس  
کہا اس سے سنتے ہی نیشور  
خدا کی قسم تیرے سر کی قسم  
بنائے ہوئے و غنغ کو تنگ و  
جھکتا ہے ہر ایک کے ساتھ  
وہ عورت ہے پر مڑ کے بدن  
ہوا ہے نہ ہوگا مجھے اعتبار  
کہا دانی نے باز آشور سے  
مگر سچ تو یہ کہ ابلان  
وہ جسد مہمان سے چلا جائیگا  
غرض پوچھو کے زائیش کے تنگ  
جوانی سے یا کہیں ہم مریں

کرے عمر خالق تمہاری دراز  
زیادہ نہ بشددق کیجئے  
وہ سب قافلہ دفعتاً کو گیا  
گر بے وقوفی سے دم بند ہے  
ہمارے ہی گھر آج نہان ہو  
کہا برسر چشم حکم حضور  
ملاقات کر لی پریزا دے  
محبت کی باتیں بناتا ہوا  
پکڑ آپ سند پہ بیٹھا دیا  
کنور دلغ و لہا دو پیاز اٹھنا  
چپاٹی کہیں اور کہیں نان پاؤ  
کسی جاگزک اوکسی جا شراب  
مگر ظاہر اعیش و عشرت حرام  
پڑا چار پائی پہ ہو کر او داس  
جوان آج دیکھا ہوا کاشک  
صنم ہے صنم ہے صنم ہے صنم  
مگر گفتگو ہے بہت نادرست  
جیہکتا ہے آنکھیں ہر اک بائیں  
کہ یہ ڈھنگ بہتر ہے پر لپٹنا  
صنم ہے میں سودل سو او شہر  
اسے آزما عقل کے زور سے  
محبت سے باز آ بقول حسن  
تو ملتا ہوا ہاتھ رہ جائیگا  
پہر زیادہ الفت ہو کر تنگ  
فرا اوٹھ کے بیٹو تو باتیں مریں

مصیبت کا اپن کر دن کیا بیان  
بہم ہو کے اک روز دو چار یار  
جگر ہے مرا غم سے اب پاش پاش  
کہا شاہزادہ نے اسنے وفتون  
جو زہرہ نے دیکھا کہ حاکم یہ  
گو خود گیا آتش لب کے قریب  
غرض ساتھ زہرہ کے وہر کو  
وہ پسلا کے گھر اپنے لایا سو  
وہیں ایک جا بیٹھ کر دو بدو  
متنجن کہیں اور کہیں فیری  
پراٹھے فیری کہیں شہر مال  
غرض پاس اپنے بٹھایا اسے  
کہا سوئے تاکہ آرام ہو  
نہ آیا جو آخر کو صبر و قرار  
وہ زہرہ شامل ہو اور شکا  
اکر کروہ چلتا ہے پنجو نکل  
نہ ڈاڑھی نہ مچھونکا آغاز ہے  
جو دیکھو تو آنکھیں ملاتا نہیں  
نہ مانوں کوئی لاکھ کہوے اگر  
مگر سچ یہ ہے کہ بے امتحان  
جو عورت ہے معلوم ہو جائیگا  
مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی  
کہا خیر اسکا تو کچھ ڈنڈین  
کہا اے خرد مند کیا ہو گئے  
وہ سوئی تھی کب چٹکے در سنار

زبان میں مری اتنی طاقت کیا  
چلے رات سے کیلنے کو شکار  
رفیقوں کی کرتا ہوں اپنی تلاش  
اگر چہ یہ ہے سن کے اٹھا جنون  
خدا جانے عادل کظالم ہے  
اگر چاہ میں ہوں تو ایسے نصیب  
پہر شاہزادہ اوی شہر کو  
سرا آنکھوں پہ اپنے بٹھایا اسے  
ادھر اور ادھر کی ہوئی گفتگو  
کہیں لوزیات اور کہیں شہر نی  
ختائی تنک اور کھجور کا مال  
تکلف سے کہنا نہ کیا اسے  
کہ نازک ہو تم اور گل نام  
تو دانی کو اپنی بچا بکار  
فرشتوں کو ہو سکی دیکھا چا  
کہ دیکھے سے جاتا ہو خوش گل  
جو باتیں سنو تو عجب ناز ہے  
حیا سے کہی سر اٹھاتا نہیں  
حقیقت میں ہر وہ بت سمیر  
میں کسٹ ہے اسکو بلا دانی  
ترے دل کا مقصد ہی آئیگا  
مثل ہے کہ جو گئی ہو گئے  
محبت ہے خالا کا یہ گز نہیں  
ہم اس وقت دنیوی ہو چکے  
اٹھی غلامی کی آواز



کہا خیر ہے بیٹے آئیے  
 بڑا ہے پہلو میں دل خود بخود  
 جو دیکھو تو کیا اب اوچلتا نہیں  
 خدنگ نگہ کا جو بسمل نہیں  
 مگر آپ فرمائیں کچھ دل کا حال  
 حیا سے کہا پر بدن کو چڑا  
 کہا شاہزادے نے اچھوتیز  
 خردمندہ سنتے ہی اُدگیا  
 مگر محکود پریش ہے ایک کام  
 فراغت نہوجب تک اس کام سے  
 غرض اس بلا سے رہائی ہوئی  
 نہا دین چادر چل کے حمام میں  
 ہوئے چار دن محکود چلتے ہوئے  
 غرض یہ بھی مضمون ادھور ہوا  
 کہ اٹھ کر اندھیرے سے غمگسار  
 کہا یہ ارادہ جو ہو رہو  
 یہ رہتی تھی صحبت میں بہم کی  
 کہا جان جائے تو جائے غذا  
 بس تنے میں پہنچی وہ میدان میں  
 جھپٹ کر جو آیا تو خالی گیا  
 لیا سبے دانوں میں اگلی کو دیا  
 حقیقت میں حیرت اوچلا لاک ہو  
 مگر پھر بھی دل میں بڑا شک ہوا  
 یہی ہے یہی ہے بڑا امتحان  
 نئی عمر میں یہ شراب کھن

جو کچھ حال ہو دل کفر ایسے  
 نہ کچھ دین کی محکوم دنیا کی حسد  
 مگر ماسے یہ دم نکلتا نہیں  
 حقیقت میں پتھر ہے دل نہیں  
 بڑے ہیں کہ اچھے ہیں یہ خوشحال  
 جو کہوے بڑا انکو وہ خود بڑا  
 بلاتا ہوں میں ایک خوشتر و کثیر  
 دہن بات کی بات میں مگر گیا  
 سمجھتا ہوں بچے کے سب کچھ لیم  
 مجھ پر ہے عیش کے نام سے  
 بچی وہ فلک کی ستانی ہوئی  
 جو پہرات بہر گزرے آرام میں  
 فقط وہ وہ پمیں راہ چلتے ہوئے  
 خرد میں خردمند پورا رہا  
 چادر شیر کا کیسلنے کو شکار  
 کہ مضبوط کل کے لئے ہو رہو  
 بہت خوب عادت تھی کلام کی  
 کہا تک جیون گی میں نہ خراب  
 فقط جان دینے کے ارمان میں  
 دہن پہر کے پھرتی سے دوکریا  
 ہوا شاہزادہ ندامت سے آب  
 بڑے ہی جوا غمزدے باک ہو  
 وہ سب حال دانی سے جا کر گیا  
 اسی سے کہلے گا یہ راز نہان  
 قسم ہے کہ سم ہے نہیں بہن ظن

کہا شاہزادہ نے اسے نواز  
 کہی اور زیادہ جو گلیہو ہے  
 حسینوں سے الفت ہوئی کمال  
 جوانی کے باعث وہ ہر ترنگ  
 کہا اسے ایسا صاحب تخت تاج  
 طبیعت کو بے آنکے کبچہ ہر  
 مزا توئیے اس گل اندام سے  
 کہا مان جو کوئی دلا رام ہو  
 خدا کے کرم کا ہوں امیدوار  
 فسون شاہزادہ نے یون ہم کیا  
 کہا پھر کہ گری کے کیا زوہین  
 کہا سچ ہے میں ہی نہا تا ضرور  
 نہاؤں تو ہے پرت داخل کاؤر  
 مگر شاہزادہ کا کچھ شک بڑا  
 اسی شغل میں دل بہل جائیگا  
 غرض دوسرے دن وہ ہو کر سوار  
 دُم جان سے اپنی عاری تھی  
 اٹھانا غم حیرت شوار ہے  
 جو دیکھا کہیں دور سے شیر کو  
 کیا واقعی کام مردوں کا یہ  
 کہا آفرین ایچوان آفرین  
 اوس وقت پھر گھر کا رستہ دیا  
 کہا اس نے ای بد گمان کام کر  
 جو عورت ہے تو پی کے جام شراب  
 فرشتہ بھی ہووے تو جو کچھ چاہد

بہت ہے سرے میں کو گدا  
 تو سحر کے پہرے کو جی چاہی ہو  
 نہیں زلیست دم بہر خیر از حال  
 نہ ہوں گے پری میں نہ گنگ  
 لڑکپن سے ہیں ہوتو عاشق و شوق  
 نہوں یہ تو پہر شور ہے شبنم ہر  
 سحر کچھ عیش و آرام سے  
 تو سچ ہے نہ کیوں دل بہ آرام ہو  
 کہ آجکے فضل خزانہ میں بہار  
 خردمند نے اوسکوں دہن دیا  
 پسینے میں کپڑے شرابوہین  
 مگر کیا کروں ہے یہ حکمت دو  
 یقینی نہانے سے ہو گا ضرر  
 وہیں اور تازہ یہ مضمون گدا  
 جنون کا خلل بھی نکل جائیگا  
 گئے شیر کا کیسلنے کو شکار  
 کہ کہاے ہوئے زخم کاری تھی  
 مری زلیست دنیا میں بکا ہے  
 میان سے نیا کہینچ شیر کو  
 ملک گفت حسن فلک گفت نہ  
 نہ تجھ سا جوان ہے نہو کا کہیں  
 وہاں جا کے خاصہ تبادل کیا  
 پلا اوسکو مے کے کئی جام بہر  
 اسی وقت ہو جائیگی بے حجاب  
 بڑے ہیں بڑے غرض کے طور



یہ سن شاہزادہ ہوا دلین شاہ  
ہمین پر رہے گائے کا خمار  
ہوا آج سے حقیقت میں کام  
ہے دل میں کدلی کا لیننگ  
یہ دن عیش و عشرت میں کا نہیں ہم  
وہ خود حار اور تابش آفتاب  
دکھا دین اگر ساغر آفتاب  
کیا شاہزادے نے اسکو پسند  
ہوئے جمع احباب اگر دین  
ہوا حکم ساقی کو پہرہ کہان  
چلا پروین ساغر کا دور  
وہ لیتی تھی جیبت میں پنجم  
جو باقی رہے اسکا یہ طور تھا  
یہ سب مرگے ایسا ثابت ہوا  
کہا اور کیجے گا کچھ استخوان  
بہلا اور ایدا تو کیا دیجیے  
پہرا سپر غضب کا یہ طرہ کیا  
ستانا غریبون کا اچھا نہیں  
گر ناتہ پہلا کے ہر ایک کا  
خردمند قسمت سے ڈاکو ہوا  
اٹھا آنکھ دیکھا اوہر اور اوہر  
پڑے ہیں لب نہر جگر سے ہو  
جو دیکھے تو قسمت ہی ہو ٹوٹی ہوئی  
غرض دوست احباب خراب  
مگر جو طرافت کا ہوتا تھا وہ

کہ شاید براوے کچھ سے مراد  
نہ تھا غرض یہ چرماؤ آتا رہا  
نہیں اس میں کچھ شک نہیں کچھ  
مچا دین خوشی اور کرین لالچ رنگ  
بہلا دین غرض دین دنیا کا غم  
مناسب نہیں دین پناہ شراب  
قدم چوم لے آن کر آفتاب  
کہانی الحقیقت ہو تم ہو شمند  
طرح دار کوئی کوئی یہ جبین  
پلائے دکھا سیر باغ جنان  
پیا لے لے سیکھا زانے کا طور  
تو کرتی تھی کیا ہوشیا سے کام  
کہ ہر دور کے ساتھ ایک و تھا  
یہاں تک کہ ساقی ہی خود چتا ہوا  
وہ وحشت نہانا شکار اب کہاں  
مگر مان نشان ایک لے لیجیے  
جواہر جو تھا تاج میں لے لیا  
یہ کہکرو میں سب کی شکلیں ہیں  
وہ تحفہ ہی اسکا وہین کھیدا  
یہ کرتوت دم بہرین کر چھو ہوا  
تو آیا عجب اک تماشا نظر  
غرض کان کے ناک پکڑے ہو  
ملٹی سی ماتے سے چوٹی ہوئی  
ہوئے آتش ہی سے جل کر کہاں  
وہ کہتا تھا ہر دم خدا کی قسم

نہ تھی یہ ہنر ناک کٹ جائیگی  
خوشی ہو کے دانی کی اس پند  
عوض سے اب مجاویں شک و  
کہیں ایک جا ملے بیون شراب  
خردمند بولا کہ منظور ہے  
مگر رات کو ہر لب آج  
مرا چاندنی میں ہے ہر بات کا  
ہوئی شب تو باہر اسے شہر کے  
بڑی رات تک خوب گانے نو  
پیالہ میں ہو جام جسم کا اثر  
ولیکن نہ زہرہ نے چکھی شراب  
بہون تک پیالے کو لاتی تھی وہ  
ہوایے خودی کا غرض نہ بد  
ہوئے حب کہ جلسہ میں شجہ اس  
مرا آنا نہ تھا دیوانگی  
یہ کہہ اور جہد ہر کمر سے نکال  
گئی پروہا نے رفیقو کے پاس  
نہ تسکین ہوئی اس پہ غناک کو  
کمر بعد اسکے سبھون کی ٹول  
ہوا جب کہ آخر بلند آفتاب  
نہ کانوں ساتھ جو دیکھا تم  
اے شاہزادے کو آیا جو پیش  
ٹھولا تو کہنے لگا یا نصیب  
وہ سب ناک کے غم میں غناک  
غم نہکا تو چپاتی پہ گوگرد ہے

گئی آبرو پر نہ ماتھے آئیگی  
کہا اسنے جا کے خردمند سے  
خوشی کلاہی کرنا ہے بیشک ضرور  
دکھا دین تمہیں عالم آفتاب  
مگر اس گمراہی عقل سے دور  
مرا چاندنی میں ہوا اسے ہر  
یہ جلسہ ہی ہو دے تو ہوا ت کا  
کنارے یہ جلسہ ہوا نہر کے  
گل عیش و عشرت بخوبی چنے  
کہ راز نہان کی کھلے کچھ خبر  
کہ تھا آتش حیرت سے دل کہاں  
گر بیان سے لیکن گرائی تھی وہ  
اگر ایک پر ایک ہو ہو کئے مست  
تو زہرہ گئی شاہزادے کے پاس  
کہ گھر گھر گئی اب وہ مردانگی  
دیا خط چلیپا کا مانگے یہ ڈال  
کہ حضرت کو کیون پڑی ہو اس  
تو کاٹا ہر اک شخص کی ناک کو  
ایسا بیش قیمت جواہر بھی کول  
تو گرمی سے چونکے وہ سر تنو ہوا  
کہ ہاتھ پر اگر گئی ناک جسم  
تو بتر سے اٹھا مچا کر خروش  
وہ جراح تھا منہ سے سچا طیب  
نشے سے نہایت الم ناک تھے  
مگر چنانچہ ہے مگر انہوہ ہے



کسی نے کہا ہنس کے لجا پٹ کے  
وہ شاخ شجر کی طرح چھڑ سے  
یہی اُنکو غم تھا کہ بد رو ہوے  
روانہ کئے اوسکے پیچھے سوار  
گر وہ اُسی رات کو ہو سوار  
خبر لے تو اسے ساتی بے خبر  
غم عشق کا ہونہ ایدل اسیر  
کیا ملے زہرہ کو اسنے تباہ  
وہ جاتی تھی روتی رلاتی ہوئی  
گئی سیر کی جا کے بازار کی  
طبیعت ہے کچھ آپ ہی آپ شا  
کہا مائی پنچے ہمارا سلام  
جو مالن نے دیکھا وہ حسنِ جمال  
کہاں سے تو آیا ہے اسی نو عین  
ترے سر سے صدقے یہ اتان گئی  
تو بولے تو لگ جابی ہو نو کا ذکر  
خرومند بولا کہ اے مہربان  
وہ بلبل ہوں کہا ہی ہو دے گل  
تمہارت کو جاتا تھا اک کاروان  
تھناوت پڑا رنگ اور روپین  
نہ باقی رہی مجھ میں چلنے کی تاب  
مگر بخت بیدار رو یا کیا  
پکارا کہ تھا میں توبے بال و پر  
غرض میں بچڑ کر وہیں گیا  
جو نرمی سے اب آپیشی آئینگی

یہ مانتو نہ کیوں دہر گیا کاٹ کے  
اڑا کر گیا ناک جڑ پڑ سے  
ہم اس ناک کٹے سے کھو ہوئے  
کہ دیکھو گیا وہ کدہر نا بکار  
شادی ہونا زہرہ کا ساتھ ایکشا ہر اویکے  
کہ جلنے لگا تشنگی سے جگر  
کہیوہ کلیجہ کوناو کی کا تیر  
سہا غم سہا ہو گئی ریشک ماہ  
غم دل سے دریا بہاتی ہوئی  
تسلی کو اپنے دل زار کی  
عجب کیا جو لجاے اس جامِ مراد  
ہم آئے ہیں یان آپکا کئے نام  
تو زہرہ پہ کی مہربانی کمال  
کلیجہ کے ٹکڑے مرنے لکے چین  
مری جان تجھ پر سے قربان گئی  
یہ گل کہائے گل زیت سی کچھیر  
میں اپنا ٹھکانا بتاؤں کہاں  
کیلے میری تربت پہ شکل سحر گل  
ایسکے میں ہمراہ تھا نیم جان  
برسے لگی آگ سی دھوپین  
دیا میرے پاؤں نے محک جو آبا  
خدا جانے کب تک میں یا کیا  
گئے چھوڑ کر ہمصفر و کدہر  
یہ رویا کہ چشموں سے دریا بہا  
تو وہ سختیان دل سے مٹ بایگی

سنگنا لے گا نہ اب چھینکتا  
مگر مٹنے پہ جسوقت کہتے تھاتھ  
غرض جان سے اور جانے گئے  
جہاں تک ہو سید سے چلے جاتھو  
شادی ہونا زہرہ کا ساتھ ایکشا ہر اویکے  
پلا دے مجھے بہر کے وہ جاگم  
نیا رنگ ہر دم دکھاتا ہے یہ  
اکیلی چلی اس بیابان میں  
غرض بعد چندے اسی لہریں  
لگی سوچنے پر وہ عالی مقام  
غرض اپنے دل میں ہی ٹھانکر  
مرے حال پہ بے نیازی کرو  
فدا ہو کے اسپر دل و جان سی  
پریشان نہ رکھے تجھے بے نیاز  
ذرا بیٹھ اچھی طرح گلبدن  
جو مالن نے مکھڑے پیکھی بہا  
کہیں بھی مرا آشیانہ نہیں  
فسانہ یہ ہے میرے احوال کا  
کہیں ایک دن تابش آفتاب  
بدن جل گیا اور گھسلا داغ  
جگہ ایک میں دیکھ کر پر فزا  
آٹھاجب تو اسے مادر مہربان  
ذرا اور بھی تم نہ کیوں تم کچھ  
مگر اب تو کچھ دن بہا لکے ہیں  
سہلا حسن میں کسی عقل و تمیز

رہا عمر سہر کا یہی جھینکتا  
تو آئے تھے آسنو کل ایک ساتھ  
وہ گھر اپنے اٹھکروٹا لے گئے  
جو لجاے قیدی پکڑ لائو  
ہوئی صبح تک انکی سرحد سیا  
الم میں خوشی ہو خوشی میں الم  
جو جاتا ہے جی لیکے جاتا ہے یہ  
لے گوہر آشک دامن میں  
وہ طوفان سے پہنچی کسی شہر میں  
یہاں کچھنے ایک دو دن قیام  
گئی ایک مالن کی دوکان پر  
مسافر ہوں غریب نوازی کرو  
وہ کہنے لگی اک بڑے مان سی  
تری عمر ہوزلف سے ہی دراز  
ذرا بول کچھ منہ سے غنچہ دہن  
گٹھے کا ہوئی اس مشہر کے ہار  
قفص میں چین میں ٹھکانہ نہیں  
کہ تاجر ہوں میں لکان گال کا  
یہاں تک ہوئی ہو گیا دل کیا  
دیا مہر بے مہر نے دل پہ داغ  
اسی واسطے اس جگہ پڑا  
وہاں قافلہ تہا نہ تھا کاروان  
مرے اور جیسے یہ میں ہم رہے  
کہ ہم آج تم تک چلے آئی ہیں  
سمجھتے ہیں سب اکو ہر دل غریب



وہ بڑھیا ہی دم اسکا بہر لگی  
وہ مالن خوشی سے دل جان ہی  
اسی جاخرومند رہنے لگا  
خریدی دوکان ایک بازار میں  
محبت نے یہ کچھ دکھایا ہے  
وہ ہی رات دن اپنے یوسف کا  
یہ رہتی تھی دن بہر تو دوکان میں  
وہ ان جا کے عیدے میں کرتی تھی  
وہ رہتی تھی یونہی مناجات میں  
کہ آیا ہے اک مرد تاجر بیان  
حسینونکا افسر جمیلون کا شاہ  
کوئی زلف پچان پچان ہوا  
کوئی دن نہ گزرے کہ ہالہ ہوئی  
علاوہ ازین اور سننے ذرا  
قصا راجو نہرہ کو آیا خیال  
چستی جو دیکھی تو ساری سپ  
محبت نے گلو کی بلبل کیا  
نہ مانا دل زار نے بند کو  
تعجب سا اس بات کو جان کے  
جو دیکھا کہ آتا ہے بدر کمال  
دل و جان تمہرے قربان ہے  
گروہر خورشید عالی نسب  
یہ سننے ہی شہ نے جو دیکھا  
یہ ایسی ہوئی اپنے جینے تنگ  
اُسے زلف پچان کا سودا ہوا

یہی دل میں تقریر کرنے لگی  
مکان لے گئی او سکوکان کو  
وہ بیٹیا یہ مان اسکو کہنے لگا  
طبیعت لگائی اسی کل میں  
کہ گھر سے دوکان پر بٹھایا ہے  
جو پوچھو زلیخا پہ تھا اسکو فوق  
فقط اپنے محبوب کے ہیامین  
کہ یارب ملا وہ بتا سیمبر  
پاک بھی جہ پکتی نہ تھی رات میں  
کون اسکی خوبی کا کیا پیمان  
سمن بوئے گل پہرین کچ کلاہ  
کوئی جان بجان پہ بجان ہوا  
کلیجہ پہ گل کہا کے لالہ ہوئی  
کہ بڑھ کر ہے اس سے بھی لچرا  
تو یہ ہی گئی تیر زکش سنہال  
لگی کہنے اے واہ واہ واہ واہ  
مگر دل کو روکا تحمل کیا  
بلا یا اوسی دم خردمند کو  
دریچے میں بیٹھی وہیں آنکھ  
تو سر شانہ راوی نے باہر نکال  
میں صد قے عجب آن لہاں ہے  
مجھے عشق نے کر دیا جان لب  
حیا کا ذرا ہی نہ پایا اثر  
ٹا کر محبت میں سنا مہرنگ  
میں ناحق میں بدنام و رسوا ہوا

میں گور شک یوسف مران ہوا  
وہ جب عنبر بن زلف پر فن گیا  
جواہر جو تھا جیب میں سے نکال  
مگر وفا سبالت کو سوچ کر  
وہ رہتی تھی دن رات زار و نزار  
محبت چٹراتی ہے گہ بار سے  
نظر جب نہ آئے قدم یار کے  
مہ و خور پہ قادر ہے تو اسی قدیر  
اسی طرح جیب چند مدت ہوئی  
بہت نیک خصلت بہت نیکو  
لگا پہر تو رہنے ہر ایک صبح و شام  
یہاں تک کہ بیٹی شہنشاہ کی  
وسیلہ سے مالن کے خود را تلو  
وہ ان کا کہین ایک دن شہر یار  
وہ ان جا کے اور یکے تیر و کمان  
یہ سنکر جو دیکھا شہنشاہ نے  
گیا گھر کو عاشق مگر بقیار  
ہوئی شانہ راوی کو جب بیخبر  
ادھر ہو کے آگاہ فرمائے  
کہا مرحبا مرحبا آئے  
سنبل کر قدم ڈالنا اس گھر  
اٹھا کر نظر ماہر و دیکھ لو  
کہا دل میں اپنے کہ نہ نصیب  
کہ رہنے دیا مجھ کو بالائے طاق  
جو ناموس میں آگ لگ جائیگی

مگر دل سے تیری خریدار ہوں  
تو گھر سارا دشت خشن بن گیا  
فرام کیا کچھ تجارت کا مال  
عجب کیا کہ بہرام آوے در  
غم ہجر دلدار سے بہت برا  
ملاقی نہیں پہر ہی دلدار سے  
تو جاتی تھی گھر کو گھر مار کے  
ملاوے مرا مجھے ماہ منیر  
تو سب شہر میں آگئی شہر ہوئی  
صفا دل صفا قلب آئینہ رو  
دکان پر خردمند کے اثر و نام  
محبت میں اہیں غیرت ماہ کی  
کئی بار آئی ملاقات کو  
کسی جا گیا کیلنے کو شکار  
پنچھوڑا کسی جانور کا نشان  
تو بسے میں گھر کر لیا چاہ نے  
نشان بدحواسی کے سب آشکار  
کہ آتا ہے دن کو وہ رشک قمر  
خردمند آیا دل و جان ہی  
خدا کے لئے شکل دکھلائے  
کہ ہے شیشہ دل بیان فرشتہ  
ذرا آفتاب لب بام کو  
بغل ہی میں بیٹھا ہوا تھا  
کیا سر پہ چڑھ کے بیان فراق  
تو کیا عشق سے خاک ہوا گئی



اسی وقت زہرہ کو خست کیا  
 گذارش کیا سب نے اسے اور  
 ابھی تک تو یہ بات ظاہر نہیں  
 و لیکن جہان میں بجز وصل  
 شہنشاہ نے بھی یہی کی صبا  
 دیا حکم جا کر خبر دین اسے  
 سنا اسے جہدم یہ پیغام غم  
 کہا شاہ نے اس سے یوں چہرہ  
 غریبی کا اپنی نہ لاو خیال  
 جوانی کے دن جبکہ دل بے نیکی  
 حقیقت میں بیچ ہر یونہی  
 نہیں اس کی اب تک زبان کو خبر  
 نہ برائے جب تک کہ وہ کام دل  
 بیان کر دیا بچ سب صاف  
 و لیکن وزیر دن نے دی آید  
 اگر لکیش و عشرت سے انکار ہی  
 فقط شاہزادی کے آرام کی  
 غرض جب کہ یہ گفتگو طے ہوئی  
 وہ رویا بھی اور کہلا ملا کر  
 میں کیونکر کروں ظالم کو خبر  
 میں شلخ بریدہ ہوں ان میں  
 شب وصل جلی ہو بلجائیکے  
 نبی کو غرض سب نے نوشہ بنا  
 کثرا حب ہوا وہ پشکر لباس  
 جو لٹکا تو چاروں طرف سے

غضب میں کہاں پیت کیا پایا  
 رہے تاقیامت یہ تاج و جہر  
 مگر خوف سے کھل بخاؤ کہیں  
 ہوا ہے نہو گا کچھ اسکا اتار  
 کہ ہو جائے دونوں کا باہم کلاخ  
 ذرا شاد شادی سے کر دینا  
 وہین کر گیا اس سے آرام  
 وہ کرتا ہے کیوں جا کر غضب  
 مددگار ہے اب شاہ خوش خصال  
 یہ سب ناز غمزے نکل جائینگے  
 کسی کو یہ ہوتا نہیں دن نصیب  
 خبردار ہے پرشہ بحر و بر  
 نہیں محکو منظور آرام دل  
 بس اب آپ شادی سے کہنے  
 مناسب ہووے اسیدم نکاح  
 تو بندہ ہے باعث سے لاچار ہے  
 دوا ہے تو ہے شکل گانام کی  
 وزیر دن سے پر شاہ کو شہ ہوئی  
 کہ میں کس بلا میں خدا آہنسا  
 کہ سینہ دریدہ ہوں خود بے ثمر  
 الم سے یہاں داغ ہے اغین  
 گارے کیا مل کے پل پائینگے  
 کہا میرا چہاری آیا بنا  
 گرے ہو کے مہوش سب اس پاس  
 دیا سر پہ اس گلبدن کے لپیٹ

بلا پر شیران و مساز کو  
 نہ ٹوٹے کبھی شیشہ و نام نگ  
 اسے آجکل عشق کا جوش ہے  
 یہی آتش عشق کی ہے دوا  
 وہ معلوم ہوتا ہے عالی نسب  
 مگر اسکو شادی کا غم ہو گیا  
 کہا محکو معذور رکھیں جناب  
 یہ اس کے نصیبوں کی کیا ہر  
 اگر حسن و خوبی کا کچھ ہے غور  
 خردمند بولا کہ اسے شہریار  
 مگر محکو وہ کام درپیش ہے  
 وہ ہی جانتا ہے جو کچھ ہمیر ہی  
 قسم ہے کہ اسے شاہ عالی مقام  
 یہ سنکر ہوا حکم شاہزاد  
 نہیں شاہزادی کو ہو گا جنوں  
 جو اسکی تمنا نہ برائے گی  
 کہ اتنا تو بید کو چین آینگا  
 دیا حکم شادی کا سامان ہوا  
 میں عشق ہوں کہتا ہوں خود سینہ چا  
 یہاں آپ رہتی ہے لیل و نہار  
 رہیں دور ہم اپنے دلدار ہی  
 میں انکار کرتا رہا بار بار  
 ہمارے جو دو لہما بنا گلزار  
 یہاں تک کہ سہرا گرا جہوم کے  
 خردمند کہنے لگا واہ واہ

کہا موم بوائے اس راز کو  
 ہزار آسمان گرچہ برائے تنگ  
 شراب محبت سے مہوش ہے  
 سنو دیکھا آرام اس کے ہوا  
 چہپاتا ہوا اپنے تین کیا عجیب  
 کیا رحم لیکن ستم ہو گیا  
 میں ذرا کہاں اور کہاں آفتاب  
 جو اسطور شادی سے انکار ہے  
 تو یہ ہے سراسر خرد کا قصور  
 مجھے کد خدا فی میں ہے قنار  
 کہ جسکے سبب دل ہر ایش ہے  
 اسی سے برائی کی امید ہی  
 زبان تک نہ لاؤں گا عشق کا نام  
 کہ اس بات کو ہم نے کہا روا  
 بہت اسکی حالت ہر شے زبون  
 نہ خلوت کی تکلیف دیکھا نیکی  
 کہ دلبر سے دلبر میں آجائیکا  
 یہ سنکر خردمند حیران ہوا  
 گریبان کھٹکے ہیں اور سر نہا  
 مرے آبلوں کو تمنائے خار  
 ملے شاہزادی طاہگار سے  
 نانا تو اب آپ کہا دینگے خار  
 تو مکھڑے کی تھی اور ہی کھپہا  
 وہین رہ گیا بس قدم چوم کے  
 چلے بازہ سہرے کو کرنے بہا



ہمیں پریشانی مصیبت رہی  
 لئے گل سے آپس میں حال کلام  
 اسے فصل تھا طالب وصل تھا  
 کمر ہے تو اسے شاہ پر مخان  
 کبھی سوز ہے اور کبھی سحر  
 کہ تھا ساغر زندگی بہ گسیا  
 نہ تھا اس کے لیکن جو کوئی پیر  
 میان کی ذرا دیکھنا رسم و راہ  
 گردل میں کہتی تھی ای بے نیاز  
 نہیں سلطنت میرے کس کلام کی  
 جو ہو مہربان خالق دو جہان  
 کیا ایک دن شہ نے دربار غام  
 فقیروں کی صورت فقیری کیا  
 جو سلطان کو دیکھا ادٹا کر لپک  
 ہوا وہم جیب یہ کہ ہے یہ صنم  
 اسی وہم میں دلوں کا تھوٹے تھا  
 کہا آئیے آئیے شاہ جی  
 گئے دونوں خلوت میں پہنچا رہا  
 ہی وہو پین پہنچیں پڑو پہ  
 ہی جنگ جو سے طبیعت ٹری  
 غرض جب ہوئے پاک و دھو  
 وہ ہی از خرمیہ ہو نہیں آج سی  
 دیا چوڑا زلفون کو رخسار پر  
 جو دیکھا تو کھڑے کا تھا اور حال  
 وہاں سے وہ اٹھ کر اسی حال سے

خدا کا دیا یہ بھی سر پر سی  
 ہوئی شاہزادی بہت شاد کام  
 وفات پانا شہر یار کا اور تخت پر بیٹھنا خردمند ہوشیار کا  
 پلا قطرہ مے کہ سو کھنی بان  
 یہ گردن عجب شعبہ باز ہے  
 قضا سے قضا راقضا کر گیا  
 بٹھایا خردمند کو تخت پر  
 میان بن کے زہرہ ہوئی باو شاہ  
 ملا جلد مجھ سے مراد دل نواز  
 میں لونڈی ہون ل سی دلارام کی  
 تو فرقت کہاں اور وہی کہاں  
 ہو خلق کا اس جگہ اثر و کام  
 جنوں کے خلل سے بہت بدحواس  
 تو زہرہ کی سب سیمیں باقی جہاں  
 گیا اور آگے بڑھا کر قدم  
 کہا شاہ زہرہ شامل سلام  
 گئے یوں ہمیں چوڑا کردار جی  
 گئے مل کے روئے بہت راز راز  
 بدل ہمیں یہ کر لیا رنگ روپ  
 اٹھائی جو افتاد ہم پر پڑی  
 تو بیٹھے بہت شاد ہو ہو کے وہ  
 مجھے کام کیا تخت اور تاج سی  
 چلے سانپ لہر کے گلزار پر  
 بے بلا بدر نے کب یہ پایا کمال  
 محل میں گئی ایک عجیب حال سے

اسی سچ و غم میں وہ شادی ہوئی  
 پچھوڑا کبھی اسے دامن یار  
 اگر محبہ ہو جائے تیرا کرم  
 شاہ و دین کا کہیں شہریار  
 قیامت کا مرنا ہو شاہ کا  
 مصیبت میں کوئی کوئی شادی  
 خلائیق کو خالق کی رکھتی تھی  
 کہیں جلد آجائے فرخندہ بخت  
 رہا جیب ہی شور شام و سحر  
 مع العسر یسرانے تاثیر کی  
 اسی روز بہرام بھی نیم جان  
 گیا سب کے ہمراہ دربار میں  
 بہت دین یہ دیکھ حیران ہوا  
 دین سے بھی دیکھا بہت عورت  
 یہ سنکر جو زہرہ نے دیکھا اور  
 اٹھی اور قدموں پہ جا کر گری  
 مصیبت کا اپنے کیا سببان  
 فقیری میں ہی شاہ جی سی  
 بڑا درد و غم یہ کہ تن گھٹ گئے  
 کیا عرض زہرہ نے اسے شکا  
 یہ کہ دیدیا سب شہانہ لباس  
 لگا سر پہ آنکھوں میں وہ سامری  
 لگی آنکھ چہرے پہ کرنے قصور  
 یہ دیکھا تو سب کو اچھنچا ہوا

مرادین ملین نامرادی ہوئی  
 خردمند کہینچا کیا انتظار  
 اسے وصل میں وہ ہی فصل تھا  
 تو جام سفالی ہے پہر جام خم  
 ہوا بادہ مرگ سے بیعت سر  
 ہوا شور محشر بلند آہ کا  
 فلک کو عجب رنگ ہنگام دہری  
 ہوا خلق میں شہرہ عدل داد  
 اویکی امانت ہے یہ تاج و تخت  
 کیا رفتہ رفتہ دعائے اثر  
 ملانے کی قسمت نے تدبیر کی  
 اسی شہر میں آگیا ناگمان  
 گزرار و ملان غم یار میں  
 کہ شہ کیونکہ وہ شاہ خوبان ہوا  
 تو زہرہ نظر آئی سب طور سے  
 تو آیا نظر سامنے سیمہ  
 کہا تم پہرے آج قسمت پہری  
 پہرے آج تک ہم روانہ دوان  
 غم جبرین ہم خوشی سے ہے  
 وہ سختی کے دن آج سب کئے  
 امانت یہ تیری ہے تخت و کلاہ  
 کیا زیب تن سب زمانہ لباس  
 لگی کرنے عاشق پہ افسوگری  
 خردمند پہر ہو گیا رشک حور  
 کہ اس شہنشاہ کو کیا ہوا



یہ کیوں ہمیں بدلا کہاں جا بیگا  
 میں اس ناز و خوبی کے لاری گئی  
 وہ پوشاک تھی سانپ کی کنبلی  
 سنانی پہ اپنی کہانی آسے  
 پہرایا عجم ہجر لئے در بدر  
 مجھے پیش تھامیں یہی کیا  
 کلیجہ میں ٹسڈک پڑی دل میں چین  
 وہ ہی شاہ اور قابل اوج ہی  
 بڑی شاہزادی کی جسم نظر  
 عجب حسن ہے اور عجیب نگہی  
 دلونین غرض شوق غالب ہوا  
 مصیبت اٹھائی تو آرام سے  
 کیا شکر خالق کہ غم سے چھٹے  
 کیا عدل سے شاد و سارا بھان  
 کیا عمر ہمیشہ بہرام نے  
 کہہ رہے تو ساتی جلا دی مجھے  
 نشہ جائے دنیا کا آجای ہوش  
 سنا ہے کہ تھا ایک تاجر سپر  
 متاع جہان سے وہ ہیز اٹھا  
 ہدایت اسے یون ہونی غیب سے  
 سراسر یہ دولت ہی جی کا وبال  
 سو چشم گریان سے بہتا ہوا  
 کہا پہر کہ اسے خالق اس جان  
 غرض یہ کہ وہ عاشق نی جان  
 سمجھ کر ہی فہم داور اک سے

کسے جا کے یہ شکل و کھلا سکا  
 کہ ہر کو طبیعت تمہاری گئی  
 کہ آخر کو جہک مار کے کہینچلی  
 جتایا وہ عشق جو انی آسے  
 ہوئی پہر یہاں بادشاہ انکر  
 کہ بے جکے تھا عیش و عشرت  
 کیا اب وہ دن رات کا شور و سن  
 ہمارا تمہارا وہ ہی زوج ہی  
 رکھا ہر تعظیم قدموں پہ سر  
 خردمند ہی اس کا پاسنگہ ہی  
 ہر اک اونہیں مطلوب طالب ہوا  
 بغل گرم کی دو گل اندام ہی  
 وہ دن بے رخ و فرقت کہہ سے چھٹے  
 ہوئے آپ ہی وصل ہی شادمان  
 ہمیشہ رہے سیمتیں سامنے

کہ شاہزادی نے ایجاں میں  
 یہ تقریر سن کر وہ بولی شیر  
 تری عقل کا بہیر تھامے لہوا  
 کہ آفت ہوئی مجھ کو بہرام سے  
 نہ آتا تھا لیکن کسیدم قرار  
 سو پورا ہوا وہ بہ فضل کریم  
 نہ خاند ہو نہیں نہ اب شاہ ہون  
 یہ کہہ کر لیا ماتہ میں اسکا ماتہ  
 کہا پہر کہ یہ ہی جوان خوب ہے  
 جو دیکھا یہاں حسن وہ چند کو  
 موافق شریعت کے المنحصر  
 ملا وصل آنکو بفضل خدا  
 ملی سلطنت اور گلفام و د  
 نہ وحشت نہ صحرا نہ سرین جن  
 خدا یا جو فرقت میں ہیں مبتلا

داستان حسن بود اگر زاوہ کی جو زہد و تقوی کا دم بہر تاتھا  
 عشق و محبت سے نفرت کرتا تھا مگر حیرت نے آخر ش کو ہر کے  
 رشتہ محبت میں پہنسا یا بعد نالہ فروشی و خانہ بدوشی مجھو  
 مرغوب سے ملا

کہ اسباب کو نیا ہے پر عیب سے  
 اگر ہو تو کر حج مال آل  
 وہ جنگل میں پہنچا یہ کہتا ہوا  
 یہ در چور کر کوئی جاو کی کہان  
 یہی شعر کہتا تھا و رد زبان  
 ملا خاک میں جو بنا خاک سے  
 کہ منم ہے اس قفل چپ کی قید  
 غرض ڈر کے قہار کے قہر سے  
 اگر سے حسن تم یہیں کی نہیں  
 و کہا دے مجھے تورہ مستقیم  
 جو شہر خوشان میں ہوتا گذر  
 حقیقت میں یہ ہی ہوا اصلی ہنگام

یہ کیسا لباس آج ہے سب تن  
 بہن میں تو زہرہ ہونی خست  
 سمجھتی تھی مجھ کو جو تو مرد و  
 گئی دین و دنیا کے میں کام سے  
 سدا دل تر پتا تھامیں دہا  
 ملا آ کے مجھے محبت صمیم  
 فقط تیری دل سے ہوا خواہ ہون  
 گئی پاس بہرام کے سارہ سنا  
 یہ محبوب کا اپنے محبوب ہے  
 گئی بھول دل سے خردمند کو  
 ہوا عقد تینوں کا باہمدگر  
 ہوئی دم میں دور و نئے فرج  
 ملا فی میں اک دم کے آرام دو  
 خوشی چین آرام ہر دم فزون  
 انہیں جلد دلبر سے آنکے ملا  
 شرابا طور پلا دے مجھے  
 مرے دل میں ہو کج و فاجہ کج  
 حسن نام صورت میں رشک قمر  
 فقط عاقبت کا خریدار تھا  
 جدا جسکی ہر دم چل میں خن  
 چلا سوے صحرا حسن شہر سے  
 تو پہر جان لینا کہیں کے نہیں  
 گنہ گار ہوں اسے غفور الرحیم  
 تو فریاد کرتا تھا دود و پر  
 پس و پیش آنا ہے سبکو بیان



مگر سب ہیں اس نیکو بولے ہوئے  
غرض سر بسجرا حسن بقرار  
قضا را اسی حالت زار میں  
جسے لوگ کہتے ہیں ریگ مان  
پڑی مغزین دھوپ کے گل ملی  
وہ جگل نہ تھا گرہ نارستا  
نکالے ہوئے خار صحر ازبان  
زمین سے لگا چرخ تک گئی  
کہا تو ہی مالک ہے ذوالجلال  
دھوان جبکہ ہوتا تھا مونہ سی نمونہ  
جو دیکھا تو پانی نہ تھا دور دور  
کیا اس دعا نے حسن کی اثر  
وہ سمجھایا ہے قدرت ذوالمن  
یہ کہ سنکے وہ تشنہ لب نیجان  
بہشت برین کا نمونہ تھا وہ  
پہر اسپر ہو سبر بکا کیونکر بیان  
شجر جیسے معشوق ہون سبر لپ  
کہیں نخل سیوہ کہیں نخل گل  
حسن کو جو پانی وہاں مل گیا  
غرض تشنہ لب کی زبان نہ ہوئی  
غرض جب کہ آیا فراد میں دم  
نہ معلوم تھا آنکھ لگ جائیگی  
چلا ایک جانب غرض بے خبر  
قضا و قدر کی ہیں گل کاریاں  
گل و یاسمن موتیا کی ہنک

حیات دور وزہ پہ پہو ہوئے  
یونہیں دنا پرتا تھا زار و نزار  
وہ پہو چا کسی دشت پر خاں  
دہ چھی تھی پانی کے بدلے خان  
یہ گرمی تھی اسجا کہ توبہ بسلی  
قیامت تھی محشر کا آثار تھا  
اشارے سے کہتے تھے یارب انا  
یہ خورشید بے مہر کو لاگ تھی  
خدا جانے کیا ہوگا اس فرحان  
تو پڑھ پڑھ کے کرتا تھا دم یاد دہان  
کہا رو کے اب جم کر یا غفور  
ہر آن دور سے ایک آیا نظر  
یہاں ورنہ آیا کہاں کی ہر آن  
ہوا اسکے پیچھے ہی پیچھے دن  
فضا میں ارم سے بھی دنا تھا  
حقیقت میں تھا سب سے نوح خان  
اڑیں دیکھ کر جنکو عنوان ہو  
نمونہ تھا فردوس کا گل کا گل  
شگفتہ ہو گل کی طرح کہل گیا  
کلیجہ کی سوزش ذرا کم ہوئی  
تو آگے بڑھ آیا وہاں سے قدم  
دل نیجان پر بلا آئیگی  
درختوں کو گنجان ساد دیکھ کر  
بنی ہیں بہت مختصر کیا ریاں  
ہری ہر زمین سے لگا چرخ تک

جوان اور لڑکوں کو وہ جوش ہیں  
نہ کہانا نہ پتیانہ سوتا تھا وہ  
نہ انسان کا اس جانہ جیونکانام  
نہ دریا نہ چشمہ نہ تالاب تھا  
طیش سے جگر میں پہو ہوئے  
فرشتوں کے چلتے تھے اڑتے ہیں  
ہوئے ریگ ماہی کے جل کر کیا  
حسن وہاں جو پہنچا تو کہہ گیا  
غرض دل جگر دونو جلنے لگے  
ہوئی اور جب تابش آفتاب  
پلاوے مجھے آب کوثر کا جام  
اشارہ سے اسکو بلاتا ہوا  
حسن اٹھ کے تم اسکے پیچھے چلو  
ذرا بڑھ کے آگے ملا ایک بیغ  
زمین صاف ایسی تھی درآبدار  
بچھا تھا زرد کا کو سون بینش  
اڑتے ہون تھی میں جیسے ان  
کہیں نہر تھی اور چشمہ کہیں  
جہکا اور پہلے تو سجدہ کیا  
اکیلا لب نہر ٹسلا کیا  
کہا سایہ میں چلے اب سوئے  
کسی بت کا سایہ جو بڑھ جائیگا  
وہاں جا کے کیا دیکھتا چین  
لگے ہیں شجر برب آب جو  
حقیقت تو یوں ہی وہ چوٹا سا  
جو بڑھ ہو کو دیکھو تو بیہوش ہیں  
سدا خوف خالق سرور و تہا وہ  
اگر تھا تو تھا اس کو جینا حرام  
بدن پر پسینے کا سیلاب تھا  
سمندر وہاں جلکے ہو ہوئے  
وہاں حفرا لے نہ تے بول کر  
جو ذرہ تھا محشر کا تھا آفتاب  
اسے روز محشر کا یاد آ گیا  
دھوان بنکے مونہ سے نکلتے لگے  
ہوا تشنگی سے کلیجہ کیاب  
نہیں میں ہوا تشنگی سے تمام  
چلا راستہ سا بتاتا ہوا  
پہر آگے مقدر ہے جو ہو سو ہو  
سطر ہوا جس کی بوسے داغ  
کہ ہوں جس طرح عارض گلخدار  
داغ زمین کچھ گیا تا بعرش  
وہ رفعت کہ ہو جائے پست سما  
نہ دیکھا تھا ایسا کر شمع کہیں  
پہر ہاتھوں سے ہر ہر کے پانی پیا  
تراوت سے دل اسکا بہلا گیا  
کسی ڈھب سے دل کی مش کوئے  
تو سہری پہ سنگ قضا آئیگا  
کہ تکیہ ہے اور گرد اسکے چین  
صبانا ز کرتی ہے ہر چار سو  
بہشت برین کا تھا چشم و چراغ



یہ سوچا حسن جبکہ پہنچا دمان  
 بے خضر بیٹھے بٹھائے ہمیں  
 فقیروں کی صورت بنا چھو  
 نہ گنگھی نہ چوٹی نہ سسی ہو کام  
 چھپائے محشوق چھپتا نہیں  
 چھپایا تو ہر چند آسنے مگر  
 وہ کا کل نہ تھے رخ پڑائے ہو  
 بت سیمتیں تہادہ حال کلام  
 ہو ہو کے آنکھوں سے دل بہ گیا  
 حرم تھا جہان اب وہاں دیر ہی  
 یہ مذہب جو پوچھو بہت نیک ہی  
 مگر میرا اس جا یہ ہے مدعا  
 کمائی حسن کی کمائی ہوئی  
 ہوا تیر مڑگان کلیجہ کے پار  
 کلیجہ میں چھبنے لگی پہانس سی  
 اوجھم گریبان سے بہنے لگا  
 ذرا چشم تر کا ہنر دیکھتے  
 نہ دل کا کچھ پوچھو نہ جی کا خیال  
 تمہاری محبت نے مارا ہین  
 سنی جبکہ آوازاں ماہ نے  
 چھپا جبکہ نظرون سے وہ ماہر و  
 نہ سر کی اوی جا پہ بیٹھی رہی  
 کہا بندگی اسے ستودہ صفات  
 دہاتی ہے ظالم نے لوٹا مجھے  
 کیا تیغ ابرو سے گھائل مجھے

کہ رہتا ہو کوئی رسیدہ یہاں  
 قدم آنکے مولے دکھائی ہمیں  
 عجب ناز سے سر جھکے ہو  
 سمجھتی تھی آرایش تن جرم  
 بُرا ہو تو خود دل میں گہتا نہیں  
 کہیں جا ہی سکتا ہر اس کا اثر  
 گلستا نہیں تھے سانپا لپے ہو  
 پریرا دیکھے تو ہوئے غلام  
 وہ سب زہد و تقویٰ دہرا گیا  
 محبت میں ایدل عجب سیر ہی  
 یہاں کھڑو اسلام سب ایک ہی  
 کہ الفت بلا ہے بلا ہے بلا  
 کہاں آنکے رونمائی ہوئی  
 ترپنے لگا ہو گیا بقرار  
 اُسی وقت رکنے لگی سانس سی  
 یہ بہکا کہ چلا کے کہنے لگا  
 خدا کے لئے پہرا دہر دیکھتے  
 فقط آپ کے ہجر کا ہے ملال  
 جلاؤ جلاؤ خدا را ہمیں  
 تو سمجھی کہ تاثیر کی چاہنے  
 تو گرنے لگا اشک کی جالو  
 کہ اسکو حسن سے نہ تھی آگہی  
 ذرا میری سن لیجئے ایک بات  
 سمجھنا نہ زہار جھوٹا مجھے  
 کیا چشم جادو سے مائل مجھے

اوسیکا ہے یہ فیض ہر آنہ میں  
 کہ کہر جو دیکھا ادھر اور ادھر  
 وہیں پاس تکیہ کے بستان میں  
 مگر حسن ہووے تو گو کچھ نہ ہو  
 بگڑتا نہیں جو پریرا وہ ہے  
 حسن تہا نہ اُن میلے کپڑوں میں بند  
 قیامت تھی قامت ہی اس کے محل  
 حسن نے جو دیکھا یہ حسن و جمال  
 محبت ہوئی درد بڑھنے لگا  
 نہیں کام لچر ہمیں تقلید سے  
 یہ مشہور ہے عاشق خستہ تن  
 کیسکی یہاں پیش چلتی نہیں  
 کیا حضرت عشق نے انتظام  
 ز سر تا قدم آگ سی بہر گئی  
 نہ طاقت رہی اور نہ تاب تو ان  
 ارے او پریرا اور شک حور  
 چلی جان اسے جان بہنہا کو  
 ہماری تہیں دین و ایمان ہو  
 جو جیتے رہے تپہ مرجانی کے  
 سمجھتے ہی یہ شرم سے مگر گئی  
 مگر ایک بڑھیا بڑی زلیخور  
 حسن کا محبت سے یہ سر پہرا  
 مجھے لمے لالے پڑے جانکے  
 قسم ہے کہ ہوش و خرد لیگیا  
 دوا کیجئے اب ذرا غور سے

نہیں بلخ اور اس جا بان میں  
 تو ایک غیرت حور آئی نظر  
 وہ بیٹھی تھی فردوس کے درمیان  
 یہ خود کہینچ لیتا ہے انسانکو  
 کہ یہ حسن دولت خدا داو ہے  
 چمکنا تھا بدلی میں جیسے کہ چاند  
 کھڑا تھا الگ سرو ہی پایہ گل  
 گیا بھول دنیا و دین کا خیال  
 اُسی بُت کا کلمہ وہ پڑھنے لگا  
 مگر اُن فقط یار کی دید سے  
 کبھی شیخ ہیں اور کبھی ہمیں  
 قضا کی طرح یہ بھی ٹلتی نہیں  
 کہا پار سائی نے میرا سلام  
 نظر کیا ملی کام ہی کر گئی  
 ہوئے اشک پاؤں کے پدروں  
 نہیں چاہیے ہم سے اتنا غور  
 ذرا خاک پر سے اٹھا لو ہین  
 کلیجہ ہو دل ہو نہیں جان ہو  
 محبت میں ہم نام کر جائینگے  
 اوٹھی اور پردے میں اُٹھ گئی  
 جو بیٹھی تھی اس گل سے تھوڑی دور  
 کہ بڑھیا کے قدموں پہ جا کر گرا  
 میں اس باغ میں لگی اس کے  
 فقط دل پہ اک دلع سا دیکھا  
 کہ آرام ہووے کسی طور سے



یہ مانا کہ تم تو مسیحا نہیں  
یہ کہ دو کہ بس بکل آئے  
تڑپ کر ہیں دم بکل جائیگا  
میں سمجھی کہ گوہر یہ مترا ہے تو  
وہ بیزار ہے مرو کے نام سے  
کبھی رات یادن کو سوتی نہیں  
ارے او دوانے تجھے خیر ہے  
یہ سنکر حسن اور رونے لگا  
خیال صنم دل سے جاتا نہیں  
ذرا دیکھو آگے گوہر مجھے  
اسی ناچم جان گنوائینگے ہم  
کہان آگے الفت کے پالے پڑی  
خدا کی قسم یہ وہ آزار ہے  
جو بیاہ ہو جاے عاشق مزاج  
یہ سب حال سن سگ وہ نہیں  
وہ بیٹھا ہے دنیا سے تھوڑے  
یہ لڑکی بھی اوسکو برا جانے  
مگر تجھے اب رحم کہاتی نہیں  
دو اچا پیئے درودل کی اگر  
مصلحت و سبب وجہ سبھال  
بنائے ریاضت سے کچھ اور حال  
ولیکن یہ سیما ب مترا نہیں  
دکھانے کو ہو عشق پروردگار  
نہیں عشق میں یاد دہانے کا  
سبب یہ کہ اس ماہر و کاہل

مگر ہے مسیحا بھی میرا نہیں  
سبب سن ترانی نہ فرمائیے  
بھلا آپ کے ہاتھ کیا آئیگا  
ارے کیوں غضب ل پکڑا ہے تو  
نہیں کام دنیا کے کچھ کام سے  
کوئی وقت بیکار کوئی نہیں  
مگر جان سے اپنی کچھ بیر ہے  
برا حال فرقت سے ہونے لگا  
رٹا وصل وہ ہاتھ آتا نہیں  
دکھاؤنگا الفت کے جوہر تجھے  
ہیں اپنی تربت بنائینگے ہم  
جہان زندگانی کے لالے پڑی  
کہ جس میں مسیحا بھی لاچار ہے  
تو کس جا کرے اپنا جا کر علاج  
لگی کہنے شفقت سے حسن  
قبیلہ و گمبار سب چوڑے  
خوشی سے رہی ہے ہیں آنکے  
سبب سہل نسخہ بتاتی ہوں  
تو محبوب کی اپنے تقلید کر  
محبت کو دنیا کی دل سے نکال  
کہ آتا نہیں کام حسن جہاں  
کبھی سوز دل سے ٹھرتا نہیں  
اگر چہ رہے سر میں سودا ریا  
خبر ہے سجتا ہے سارا جہاں  
تجھے پارسا تنقی جان کر

اگر تم باذنی سناؤ مجھے  
غریب الوطن ہوں غریب وطن  
مستی جبکہ بڑھیا نے یہ واردا  
ذرا ہوش میں آ طبیعت سبھال  
محبت میں خالق کے لیل نہا  
وہ ہے پارسا بجا بدہ زاہدہ  
سیان دام الفت نہ پہیلائیو  
کہا مانی بس ہم تو اب مرچکے  
مسیحا ہی ہو جب کہ نامہاں  
کہا پر کلیجہ وہیں تھام کے  
کوئی زلیست کا اب ٹھکانا نہیں  
سنا ہے کسی سے یہ پینے کہین  
دل آتا نہیں جب تک کہ نہیں  
دو اکون سی عشق کو راس ہی  
سیان ایک درویش ہے باکمال  
رسیدہ ہو اور عاشق کو دگار  
لے مفت تیج کیسے کہیں  
اگر میرا کہنا بجا لائے گا  
فقیرانہ تو بھی بدل کر باب  
اگر عشق ہے جان غمناکین  
دل پارہ پارہ ہو کشتہ اگر  
مگر ظاہر اسکو تو مار کے  
چر تر ہے نقشِ شیر ہے  
رہا تو جو چند سے اسی حال میں  
اگر عقد کر دے تیج نہیں

تو شکل نہیں ہے جلاد و مجھے  
بتر ساد ویدار کو جان سن  
تو کہنے لگی دہر کے ماتھے پہ  
کہان تو کہان وہ ستودہ خصا  
تڑپتی ہے رتی ہے بس بکل قرار  
بھلا اس سے الفت کا کیا فائدہ  
کہیں اور ہی دل کو بھلائیو  
جو باقی تھے دم زلیست کے چرچکے  
تو پھر زندگی کا ٹھکانا کہان  
خدا لاکھ دل سے میں نام کے  
میں ہر شیار ہوں کچھ وانا نہیں  
کہہ رہے یہ ہی عشق جاتا نہیں  
اگر آگیا پھر یہ جاتا نہیں  
بجز وصل کے سو و کس ملے  
اوسکی یہ لڑکی ہر فرخندہ فال  
سمجھتا ہے دنیا کو نا پائدار  
کسی طور سے یہ تو ممکن نہیں  
تو بیشک تجھے یار مل جائیگا  
ہمیں بیچرہ بانغ کے آس پاس  
تو بیشک ملا دے اسے خاکین  
تو کہتا ہے یہ کہیہا کا اثر  
قدم زلیست میں دیکھ لے یار کے  
فقط وصل دلبر کی تدبیر ہے  
تو ہنس جائیگا خود ہما جان  
کہ گزرا ہی ہے آخر ش کو کہیں



سنایا جو یوں مژدہ وصل یا  
 بہا اشکِ دن میں سیلی ڈالی  
 کہا اے شہ حسن ماہ منیر  
 محبت ہی کیا چیز ہے واہی  
 لکن شعرو سے وہ اپنے لگا  
 زبان پر صمد دل میں رو صغ  
 غرض قول اپنا نہا گیا  
 مگر دیر کعبہ یہ سب ایک ہے  
 وہ مجنون کے ہی ڈنگ آگیا  
 غم بھر کہا کہا کے آٹھون پر  
 یہ آفت پڑی جان غمناک پر  
 وہ آلودہ خاک جسم نزار  
 تو اس غیرت مشت کا پدر  
 عجب حال دیکھا من زار کا  
 بنایا ہے یہ کچھ ریاضتِ حال  
 کیا ترک یک سخت آرام کو  
 ہمیں ہیں کہ پرتے ہیں بونہار  
 جو اللہ کے خاص محبوب ہیں  
 یہاں تک کہ دل میں پٹری صلا  
 بتانی تھی جسے حسن کو یہ راہ  
 جو کچھ کام ہو ہے فرمایا  
 بہت پار سامر درویش ہی  
 فقیر ایسی صورت کا ہننے کہیں  
 غرض عقد گوہر ہوا جس اگر  
 مجرد ہے تارک ہے اور متقی

حسن اور ہی ہو گیا بے قرار  
 پریشان کئے رخِ سنبل سحر  
 ہوئے آپ کے عشق میں ہم فقیر  
 گدا بن کے ہم ہو گئے شاہ جی  
 صنم من کی سمن میں چنے لگا  
 محبت کا کرنا ہے بیشک ستم  
 بنا جیسے سب سے ہلائے گیا  
 جو بن آئے جس سے وہی نیک  
 غم بھر آخر آئے کہا گیا  
 وہ پیتا تھا اوپر سے خون جگر  
 کہ خاک کا سا وہ رہ گیا خاک پر  
 تلا خاک میں بن کے خط غبار  
 کیا تھا ہو جسے دل اور جگر  
 خزان میں یہ عالم نہو خارا  
 حقیقت میں ہے یہ کوئی باکمال  
 رہا رسم نامی فقط نام کو  
 اڑاتے ہوئے خاکِ شام و سحر  
 وہ کب اس سنگر سے مخلو ہیں  
 کہ ہو جائے گوہر کا اس سنگلج  
 کہ آویگا یوں ہاتھ وہ رشکِ راہ  
 کہ آنکھوں سے اُس کو بجالائے  
 خدا کی محبت میں دلریش ہی  
 کبھی عمر بہر اپنی دیکھا نہیں  
 تو اچھا ہے ہیں دونو عالی گھر  
 اطاعت میں ہی اُس کا نفس شقی

وہیں سے اٹھا کر ملی منہ خاک  
 وہ رونق وہ زیبائش تن گئی  
 تمہاری محبت میں گھر درتجا  
 اوی جا حسن نے غرض بیکر  
 لیا صاف منہ بہر اسلام سے  
 گیا زہد میں ہی نہ دیوانہ پن  
 نہ تھا عاشق رو سے پروردگار  
 حسن کا لگا حال ہونے تباہ  
 یہ تائید تھی آہ جانسوز میں  
 بدن رفتہ رفتہ یونہی گھل گیا  
 ہوئے جزو کل جسم بچانکے  
 غرض جبکہ سر سے سینچر ملا  
 گیا سیر کرتا ہوا ایک دن  
 کہا دل میں یہ کوئی درویش ہے  
 گستاہ کہ تارِ نظر ہو گیا  
 تصور میں مولے کے بیہوش ہے  
 سدا جان بجان کے ہمدست  
 یہ کہہ کر اپنی جگہ آگیا  
 اسی سوچ میں تھا وہ فرخندہ  
 کہا سائین بیٹے ہو کس فکر میں  
 یہ سنکر وہ بولا کہ اے پیرِ مال  
 نہ پیتا ہے کچھ اور نہ کاتا وہ  
 فرشتہ ہے یا جانے انسان ہے  
 کہا پیر زن نے کہ ای پاک دم  
 پہننے گا وہ کیوں دردِ دالیم

گریبان کو اپنے کیا چاک خاک  
 فقیروں کی صورت غرض بنگی  
 لیا جو گیا ہمیں تن پر سجا  
 جھکا یا سر بندگی خاک پر  
 یہ حال ہوا عشقِ ناکام سے  
 وہ گاتا بہر مسجد و من بجن  
 حقیقت میں تھا طالبِ وصل یا  
 جبری ہے محبت خدا کی پناہ  
 کہ طاقت ہوئی طاقِ دور زمین  
 یہ پردہ جو تھا روح کا کھل گیا  
 صبا لے اڑی اوسکو بوجا مکے  
 اور آیا حسن کا ستارہ ہلا  
 تڑپتا تھا جس جا حسن بارین  
 رہ اتقا اوسکو درپیش ہے  
 تلاش خدا میں یہ خود کو گیا  
 عجب عشق ہے واہ کیا جوش ہے  
 اطاعت میں نفسِ زنی کی ہی  
 حسن کا طریقہ غرض بہا گیا  
 کہ اتنے میں آتی وہ ہی پیرِ مال  
 خلل آگیا آج کیوں ذکر میں  
 یہاں ایک آیا ہے صاحبِ کمال  
 حقیقت میں سائین ہر داتا ہر  
 مگر عاشق رو سے رحمان ہے  
 وہ درویش سا لک ہے ثابت قدم  
 یہ عنقا نہ آدھیکا اس دام میں



مگر تیری خاطر سے جاتی نہیں  
یہ کہہ کر وہ آنی حسن کے قریب  
کیا نالہ دل نے دل میں اثر  
کہا اے بڑی بی کرم آپ کے  
مگر اس قدر اور احسان کرو  
مبارک ہوا ہے پر روشن ضمیر  
کہ افسانہ حسن افسون ہوا  
یہ سنتے ہی درویش شادان ہوا  
نہ تھے پہول لالے کے چاروں طرف  
جوانان گلزار رشک چین  
حسین تھے کہ وہ سر و شمشاد تھی  
بلا تھی تھی پنکھا صبا جابجا  
زبان سے یہ سخن کی نکلا دین  
ہوا آخر ش عقد اس ماہ کا  
شب وصل وصلی ہو دل ہو  
مگر اکیدن یاد کر کے وطن  
پر اب شوق ہے دلیں باپ کا  
نکل کر چلا گھر سے وہ آفتاب  
کہ تائین ہی چالاک چرت ہوں  
بغل میں ہو ہر وقت رشک قمر  
گل عیش و عشرت اڑاتے ہوئے  
مہ و مہر شعل دکھانے لگے  
قصا کار جو کچھ کہ تھا ز اوراہ  
نہ تھی لمین طاقت نہ تہا دم میں  
رہے ایک مدت ہی قہر میں

ذرا دیکھ کیا گل کہلاتی نہیں  
کہا ہنس کے سنتا ہی او خوش نصیب  
ہوا ملتجی آپ اوس کا پدر  
ادھر آؤ چومون قدم آپ کے  
کہ جلدی سے شاد کیا سامان  
لگا جا کے پورا نشانے پہ تیر  
مری گفتگو پر وہ مفتون ہوا  
اوس وقت شاد کیا سامان ہوا  
وہ تھے شمع و بلکہ شعل کف  
ہوئے آن کے رونق نہیں  
قیامت کے قد تھے پر نیا دتھو  
غرض قابل دید جلسہ ہوا  
کہو آج لبیل کو زہرہ جبین  
ہیان آ کے عقدہ کہلا آہ کا  
فرے دین و دنیا کے حال ہو  
ہوا دل میں مضطر بہت احسن  
چلے جائیں گے حکم ہو آپ کا

کروں دمہ ایک دم میں ہ دم  
ترے در دل کی دوا ہو گئی  
یہ سنتے ہی وہ غیرت نام ونگ  
بچایا تمہیں نے غم ہجر سے  
غرض جا کے پر اسے درویش پاس  
وہ گویا وہ عشق سے مست ہو  
مگر عقد جلدی سے کرو کہیں  
بچا فرشتہ سبزہ چین چین  
شجر آنکے سر و چراغان ہوئے  
کوئی گلبدن اور کوئی گلزار  
عقرب کی ہر نگر سے عجب شمع ملج  
کیا بلبلیوں نے ترانہ شروع  
سمان بند گیا سب جوم جوم  
ملا گل تو گل کی طرح کھل گیا  
رہے چند مدت وہ دونو بہم  
اوسیدم کہا جا کے درویش  
کہا جاؤ سو نیا خدا کو تمہیں

جب حسن گوہر کو لیکر وطن کی طرف روانہ ہوا تو  
راستہ میں قید ہو گیا عشق اور محبت کا بہانہ ہوا

چلے ساتھ دونوں مہ شہری  
سفر کو جو باہم چلے رشک جو  
یہ دیکھا تو جھج اگیا طیش میں  
ہر دہرہ رہا اور نہ توشہ رہا  
غرض پیٹا فاقو نے بہرتے ہوئے  
وہ نکا جو تھا صاحب تاخت

خضر سے ہی بہتر ہے ایسا سفر  
بیابان کو گلشن بناتے ہوئے  
اونہیں راہ پر خضر لانے لگے  
اسے کہا اڑ کے ہوئے وہ تباہ  
ہر آ کے سینہ میں درد و الم  
پہر آخر کو پہنچے کسی شہر میں

کہ گوہر ہی کا دم ہرے دم  
بہت سہل حاجت روا ہو گئی  
یہ پہولا کہ جامہ ہوا تن پہ تنگ  
یہ کار مسیحا ہوا خضر سے  
کیا مکر و حیلہ سے یوں التماس  
مگر تیری قسمت زبردست ہے  
کہ الیون کی ہانکا ٹھکانا نہیں  
بناسا بیان اوس کا چرخ کہن  
مہ دھر سے بڑھ کے تابان ہوئے  
حسن بو کوئی کوئی رشک بہا  
لگی تاک نے کہہ کہ یہ کیا ہے آج  
ہمہ گوش ہو کر ہوئے گل رجوع  
لیا گل نے بلبل کا منہ چوم چوم  
ریاضت کا آخر صلہ مل گیا  
اسی جا فراغت سے بے درد و غم  
رہے آج تک ہم ہی ان عیش سے  
مگر دل سے مست ہوں جانا ہمیں  
پلا جلد ساقی مجھے ہی شراب  
بہت دن سے کچھ خود بخود سنتا ہوں  
دکھاتے تھے اپنی جلوہ گری  
زمین آپ سے بنگلی فرش نور  
حسد کہا کے ڈالا خلل عیش میں  
فقط آپ یا غم کا گوشہ رہا  
چلے شکر خالق کا کرتے ہوئے  
عجب مرد جاہل تھا شور و بحث



جہالت میں رہتا تھا شام و سحر  
 وہ دل بہر کے کرتا تھا ظلم و ستم  
 وزیر چنیں شہر یار چنان  
 تو گوہر نے رو کر حسن سے کہا  
 اٹھو ہونڈھ کر لاؤ بازار سے  
 کہا دل میں اسے دایہ تخت گو  
 ستارے جہالتک تری و لیسج  
 غم میں جا کے ریشم فراہم کیا  
 اسے کر کے پر سوئی سے تارا  
 اڑے ہوش مانی دہزار کے  
 دیا پر حسن کو کہ لے بیچ لا  
 خریدار آنے لگے اس طرح  
 کمر بند کیسا کرامات تھی  
 محبت میں جب یون زانہ ہوا  
 اسے دیکھتے ہی وہ ظالم شہریر  
 ہوا حکم تمیس دکھاؤ اسے  
 دہائی بھی دی اور بت و بوم کی  
 پہر اس پر تماشا ہے یہ بے نظیر  
 وہ معشوق سے بھی نہیں جو چکا  
 کیا قید تنہا کسی برج میں  
 چنانچہ کوئی مرد عاشق مزاج  
 نہ سمجھی مگر یہ کہ یہ بد نصیب  
 ہوئی پہاڑ کر جب گریبان سحر  
 میں سمجھی تھی دلیں کہ ہو گان  
 ہوا ایک بیک فضل پروردگار

نہ کہتا تھا کچھ ملک کی خبر  
 رعایا کا تھا ناک میں اس سودم  
 جہان چون نگیر و قرار چنان  
 کہ جاتا نہیں اب یہ صدمہ سہا  
 چٹھیں تاکہ فاقہ کے آزار سے  
 مصیبت کا کلمہ صنم سے سنون  
 مصیبت یہاں آبا و رگل میں  
 اوس وقت گوہر کو لا کر دیا  
 بنایا کمر بند رشک بہار  
 لئے چوم ہاتھ اس پر یزاد کے  
 وہ سنتے ہی بازار کو لے چلا  
 کہ بیل چن پر گرے جس طرح  
 کہ خلق خدا سات ہی سات تھی  
 توقیت کا کیا پہر ٹکانا ہوا  
 بنایا تھا سلطان نے جکوزیر  
 بسا بسا سامنے سے ہٹاؤ اسے  
 مگر کون سنتا تھا مظلوم کی  
 کہ گوہر پر عاشق ہوا وہ وزیر  
 زمانہ ہے ایسوں ہی کے تہکتا  
 رہی جیسے گوہر ہے برج میں  
 سمجھ سوچ کے اسکا دلیں علاج  
 نہیں یار مان یار کا ہے قریب  
 تو شکل اس ستگر کی آئی نظر  
 مگر غار نکلا بجائے چمن  
 دکھائی دیا ایک اشتہر شوار

وزیر ایک جوتا دار المہام  
 سنا ہے کہ ہر ایک پر و جوان  
 غرض جب وہ پہنچے غریب وطن  
 ذرا سا بھی ریشم ملے کہ کہیں  
 یہ سنکر وہ بیتاب ہوتا ہوا  
 اٹھاوے وہ اس طرح بچ و بچ  
 اوٹھا دینگے سختی سینکے کر دی  
 وہ رشک پر ی لیکے شاد ہون  
 عجیب او میں کہتا تھا کچھ نہ کہ  
 یہاں تک غرض کا سوزن کیا  
 وہاں جا کے جدم دکھایا اسی  
 ہوئے زہرہ و مشتری شتری  
 خریدار اپنے دل و جان سے  
 یہ قیمت بڑھی اسکی بازار میں  
 حسن سے لگا کھنے ای شہور  
 وہ بیچارہ فریاد کرتا رہا  
 پڑیں آخرش پاؤں میں پیریاں  
 مگر اصل سے جو کہ بد ذات ہی  
 پکڑو کے گوہر کو بلوالیا  
 سنا جس کیسے یہ حال لبون  
 گیارات کو اور پھینکی کسند  
 جدہر وہ چلا یہ بھی پیچھی چلی  
 کہا پیٹ کر مائے یہ کیا ہوا  
 یونہی مضطرب جبکہ نیلگی  
 وزیر او سکودہ بزدلا جانکے

اسے سوپ رکھا تھا سب تکام  
 یہی شعر کہتا تھا و در زبان  
 اٹھا کر وہاں در و در بچ و بچ  
 تو بچتے ہیں غم سے نہ لڑتے نہیں  
 چلا سوے بازار روتا ہوا  
 اسے لقمہ ہی لعنت ہی حرج کہن  
 نصیبوں سے افتاد ہیر پڑی  
 کہا خوب ہی شکل آسان ہوئی  
 کہ تھے دیکھ کر نقش زنگ ننگ  
 کہ ریشم کو گل گل کو گلشن کیا  
 تو آنکھوں سے رنج لگایا اسے  
 لگے آرزو اسکی کرنے بھی  
 چمکانے لگے اوسکو ارمان کی  
 کہ آخر کو پہونچا وہ دربار میں  
 چوراکر یہ لائے ہیں پیش حضور  
 دم سرد کیسے سے بہتر اٹا  
 رگڑتا ہی وہ رہ گیا اڑیاں  
 بدی اسکی اسکے سدا سدا  
 ستگر نے بے آبرو کر دیا  
 گرانے لگا چشم پر غم سے خون  
 او تر آئی اس جا سے وہ ہوشند  
 خبر گردش چرخ کی کچھ نہ لی  
 کہان سے لگا ساتھ یہ مردوا  
 تو گر کر ادسی جا پہ روئے لگی  
 چپا غار میں خوف سے جان کے



مگر اصل میں وہ کوئی اور تھا	مگر اسکا عاشق بہر طور تھا	بٹھا اونٹ گوہر کو کر کے سوار	چلا جیسے کوئی شتر بے تھار
وہ پہلا خریدار یا بالہوس	رہ جبکہ چھپے چلا کچھ نہ بس	تو چھاتی کو کہنے لگا کوٹ کے	دہائی مجھے لے چلا لوٹ کے
بس اتنے ہی میں آن پہنچاؤں	کیا اوسکو یہ بات سنکر اسیر	کہا کہ کہاں ہے وہ اب گلزار	کہا لے گیا مجھے شتر سوار
یہ سنکر اسے ساتھ اپنے لیا	پہر آگے چلا اوس کا چچا کیا	مگر اونکے کب ہاتھ آتی تھی وہ	ہوا سے ہی کچھ تیز جاتی تھی
ہوئی دوڑو ہو آپ خراسطوری	کہ سرحد میں پہنچے کسی اور کی	قضار اوٹا نکا جو تھا شہر یار	اوسے جا کہیں کہیلتا تھا شکار
بڑا رحم دل اور حاکم تھا وہ	حقیقت میں شاہی کے قابل تھا	انہیں دیکھ کر اس بر حال میں	یہ سوچا کہ کالا ہے کچھ ال میں
بلا کر کہا جسم سے اسے سوار	بتا کیوں ہے تو اسقدر بقیار	کہاں سے یہ لایا ہے نہ جہین	کہ دیکھا نہیں ہمنے کیسا نہیں
کیا عرض لے شاہ فرخندہ فال	مری خاص وجہ یہ خوش حال	ہوا آپ کو اور شاید گمان	بڑا وقت ہے ای ملک اللہ مان
رسائی سے سمجھو ذرا فہم کی	نہیں کچھ کہیں بھی داوہم کی	وزیر آ کے اتنے میں نے لگا	کہ اسے شاہ کیا ظلم ہونے لگا
یہ لونڈی ہے میری گریو فا	چلی آئے ہے گھر سے ہو کر خفا	یہ سنتے ہی بولا جوان اسیر	کہ جھوٹا ہے بکتا ہے ناحق وزیر
حقیقت میں یہ بات ہی بخفور	کہ زوجہ ہے فدوی کی یہ شکوہ	یہ بیدین ظالم ستگر شریر	ہمارے وطن خاص کا ہر وزیر
کہیں دیکھ کر اس کا حسن حال	ہو حضرت عشق کا پائال	سمجھ سوچ کر کچھ نہ کچھ دلیں کید	کہا برج میں اسکو بلو کے قید
میں لاچار کیا بس مراجل کے	ہبلا مور سے مار کب پل سکے	جو صد سہ ہوا دل پہ جھیلایا	پڑا جان پر اپنی کہیلا کیا
مگر نصف سے رات جیٹ لگئی	تو میری بھی ایک گات تھی چلگئی	اتارا بلندی سے اس ماہ کو	کیا سجدہ شکر اللہ کو
مناسب سمجھ کر نہ کی کاہلی	اوسیدم ترے ملک کی اہلی	مگر یہ گل اندام رشک چین	بکھر نے لگی جھطح یا سمن
ہنسی کی جگہ لب پہ نالے ہوئے	نراکت سے پاؤں میں چپالے ہوئے	تھکی جب تو جنگل میں رونے لگی	صفائی سے گوہر پر رونے لگی
کہا حضرت دل بہلتے نہیں	کسی ڈھب سے اب پاؤں چلتے ہیں	یہاں سے قدم پہر اگر جاؤنگی	تو بیشک ازیت سے مر جاؤنگی
یہی شور و فریاد تھی بار بار	کہ اتنے میں آیا یہ شتر سوار	بہشت سماجت بلا یا اسے	جو حال زبون تھا دکھایا اسے
غرض دیکھ کر اسے یوں بقیار	کیا رحم سے اپنے چچے سوار	مگر یہ چلا جیسے بادِ سحر	میں حیران سا دکھایا دیکھ کر
کہ اتنے ہی میں آن پہنچاؤں	مجھے کر لیا دیکھتے ہی اسیر	تو عادل ہو نصف تری داہ	بس انصاف اب تیرے ہی ہاتھ
یہ سنکر بڑا شاہ تشویش میں	تال ہوا اوسکو تفتیش میں	ولیکن یہ سوچا کہ یہ نازنین	کوئی ہو پرانین کیسی نہیں
اسی واسطے اس پہ احسان کیا	کہ محلوں میں جلدی سے پہنچا دیا	رہے اور تینوں جو وہ مدعی	تہتکین کی تھی جنہوں نے
انہیں سات رکھا حوالا میں	فقط ہنگڑی ڈال کے ہاتھ میں	کیا خود محل میں وہ جہانم کو	تو بلو کے پاس اس گل اندام کو
کہا سچ بتا اسے ستودہ صفات	حقیقت میں کیونکر ہے یار داتا	کیا عرض گوہر نے سب موبو	جو کچھ حال تھا شاہ کے روبرو
کہا یہ تو قصہ ہی کچھ اور ہے	حقیقت میں تجہر بڑا جو رہے	بدلو کے پہر اوسکو عہد لیا	عنایت سے بٹھا لیا اپنی پاس



اور ارشاد کوئے لگا بہر کے آہ  
یہ کہہ کر خواصین کئی ماہر و  
حبیب آتو کہنے لگا شہر یار  
سینے ہی سب کو تامل ہوا  
کما شہ نے دینا ہی ہر جان کو  
فریبی ہو جو ملے ہو مکار ہو  
وزیر ستگر جو باقی رہا  
وہ آیا تو قصیر ہوگی معاف  
حسن اور گوہر گلے سے لے  
بڑی دقتوں سے رہائی ہوئی  
کہ ہر ہے کہ ہر ہے تو اسی ساقیا  
اٹھایا ہے میں نے بہت دوسر  
کروں کیا گلہ میں کہ ہر فلک  
حسن لیکے اپنے دلا رام کو  
قضا و دمان ایک دکان پر  
غرض انکی شامت جو آویج کمین  
پکڑ ماتہ ایک اوسکو ہٹکا دیا  
دمانی ہے اے صاحبو شورج  
ہوئے جمع مشکوئین جگر اسی  
مگر غم سے گوہر کے رویا کیا  
تو اٹھ کر چلی آہ کرتی ہوئی  
غرض ڈھونڈھ کے اپنے دلدار کو  
مجھے وصل سے اپنے کرشاد کام  
کما سنے گوہر نے اسبات کو  
یہ کہہ گئی بہر وہ قاضی کی پاس

بس بے در کر سچا شکر شاہ  
کٹری کین بلا کر وہیں ویر و  
کہہ رکھتے ہیں ہم تم پر سارا مدار  
چراغ خرد اس جگہ گل ہوا  
نگلتے ہو کیوں اپنے ایمان کو  
غرض تم سنا کہے سزاوار ہو  
اسے قید میں ڈال کر یوں کہا  
کہ رنگا نہیں تجھ پر تلوار صاف  
شگفتہ ہوئے جطر گل کیلے

ہوا جو کہ ہوتا تھا تقدیر سے  
دیا حکم یوں بعد اسکے کہ لڑن  
مگر ان میں گوہر کو پہچان کے  
خواص و نہیں جو جس کو آئی پسند  
بہلا کسطح ہو کو آوے یقین  
پہر او نہیں سے دو کو تو حال کلام  
بلاوے حسن کو تو اسے نابکا  
غرض جبکہ لالے پڑے جانکے  
بہت کچھ زر نقد شہ نے دیا

دمان سے عاشق مبتلا رہا ہو کے دوسری جگہ گرفتار  
ہوا زندگی سے بیزار ہوا مگر گوہر کی دانائی کام آئی  
جس کے باعث دوبارہ رہائی پائی

نہیں چوڑتا ہے لب گوہر تک  
قضا کار شہرا کمین شام کو  
اچکا ہمیشہ کوئی آن کر  
تو یہ تیل لینے کو پہنچے وہیں  
کمین چچ گیا اس میں ہٹکا دیا  
اچکلے قزاق ہے چور ہی  
اوچکے کے دھوکے میں پکڑا اسی  
وہ آنکھوں سے موتی پرویا کیا  
دم سرد سینے سے بہرتی ہوئی  
گئی کو تو الی میں انہار کو  
تو بہر ناخبرہ ہوں تیرا غلام  
چلے آئے میرے گہرات کو  
ادب سے کیا حال دل انہاس

وہ آئے تھے دونوں ہی چوکے  
ہوا حب اندھیرا تو بازار میں  
جراتا تھا گلہ وہ کر شمع گل  
وہ بنیا جو ڈنڈی لگا مارنے  
اسی وقت بنیا او سے تارکے  
یہ سنتے ہی بس میں ہی چل پڑی  
سلاسل پڑی پاؤں اوڑھتے ہیں  
ادھر کہینچتے کہینچتے انتظار  
تفحص میں اپنے دل جانکے  
مگر دیکھتے ہی وہ حسن جمال  
جو کہو گی لاؤں گا دل سے بجا  
یہی دل میں ہے تو یہی کہجے  
پہر اسنے ہی تقویٰ کو لے کال

کہ حال نہیں سچ و لکیر سے  
چلے آئیں تینوں وہ قیدی یہاں  
جو سچے ہو بجا و تم آن کے  
کہا یہ ہی ہے میرا بالا بلند  
انہو نہیں تو کوئی بھی گوہر نہیں  
نکلوا دیا کر کے تشہیر عام  
جو منظور ہو مخلصی لاکھ بار  
حسن کو بلایا بہ سنگ آن کے  
پہر آخر خوشی ہو کے خست کیا  
بلا ٹل گئی سر سے آئی ہوئی  
ندے جام صورت ہی اگر دکھا  
سناتا ہوں اب قصہ مخمر  
کہ پہر آسمان گر پڑا ٹوٹ کے  
کیا تیل لینے شب تار میں  
نیاروز دیتا تھا بنے کوئل  
تو جلدی میں اس عاشق زار  
لگا چھینے یوں گلا پہاڑ کے  
دوکانوں سے سب آہنی کل  
کیا پہر دوبارہ حوالا تین  
ہوئی جب کہ گوہر بہت بقیار  
کیا ایک کوچہ گلی چپان کے  
لگا کہنے یوں بے حیا کو تو ل  
کہہ لگا حسن کو اسیدم رڈ  
حسن کو و لیکن چوڑا دیجے  
کیا پہر کے سنہ سوال وصال



اُسے بھی دیا اُسے وہی جواب  
 غرض شام کو اُسے لگا کو تو ال  
 ابھی ہوش آئے نہ تھے بانکے  
 یہ سنے ہی خم میں بہنایا اُس  
 گئے پھر تو وہ کہہ لگلا تے ہو  
 کہا پریکا یک کہ عنہم ہو گیا  
 وہ بولے کہ لعنت ہو شیطان پر  
 یہ سنکر بہنسی دل میں وہ ہنسن  
 ہوا شاہ خاورد کا ہر جا عمل  
 لے آئی اور اُس پر وہ خم و جال  
 نکلا کے اُن کو کھڑا کر کے پائیں  
 کہا پریہ گوہر سے صدا فرین  
 غرض خوب اوس پر لطف کیا  
 کئی عمر ہر عیش و آرام سے  
 کہ ہر ہے تو اسے ساتی باہر  
 سبنا لاکر دل سنبھلتا نہیں  
 اگر تو اُس سے شے سے مجھے  
 یہ اگلے زمانے کا مذکور ہے  
 وہاں کا کوئی شاہنشاہ جہین  
 حسینوں کو رکتا تھا از بس غر  
 کہ ناگاہ کشتی اک آئی نظر  
 حسینا سنی نہیں جن میں قتی  
 یہاں چیر پیلوین ہونے لگی  
 غرض کچھ بھی سو جہان چار اُس  
 غم عشق آخر جگر کہا گیا

کہ منظور ہے خیر اچھا جناب  
 کیا دل میں کر کے امید وصل  
 کہ قاضی نے آواز دی آنکے  
 گردا تھا فلاطون بنایا اسے  
 مقطع وہ ڈاڑھی ہلاتے ہو  
 وزیر آن پہنچا ستم ہو گیا  
 بنی سفت اب آن کر جان پر  
 کیا اون کو کوٹھی میں غلہ کی بند  
 سحر ہو گئی مہر آیا نکل  
 کہ تے جنہیں وہ قاضی کو تو ال  
 کیا حال سب موبوالتاس  
 ہنوگا کوئی تجھ کا قتل کہیں  
 حسن کو بلا کر رہا کر دیا  
 نہ واقف ہوا بچ کے نام سے

گردل میں کہتی تھی دیکھ بچا  
 بہ تنظیم گوہر نے لاکر اسے  
 اوس وقت کہنے لگا کو تو ال  
 کہا پریہ کہ قاضی جی آجایے  
 پکڑتا تہہ گوہر نے بیٹھا لیا  
 قضا ہی گئی اور قصدا گئی  
 خدا را ہمیں اب چہ پیا کوہین  
 بسا تے ہی میں ماہ شنبہ ماہ  
 اوس وقت گوہر جگر پاش پاش  
 خوشی و فراغت سے کرا کے بار  
 یہ سنے ہی شہ نے نہروئی نہیں  
 تو عصمت میں عصمت میں لپکتی  
 دعا دیکے گوہر کو لیکر حسن  
 یہ آپس میں جیسے دوبارے

یہ داستان شاہزادہ ختن کی جو ایک گوہر دریا سے  
 محبوبی کو دیکھ کر بحر تحیر میں غرق ہوا ٹنڈی سنہین  
 پہر لے لگا دم سر و سینہ سوزان کی رکڑ سے شعلہ برق  
 ہوا آخرش خون دل و سخت جگر آٹ وانہ ہوا معہ چہند  
 احباب یک سمت کو تلاش محبوب میں وانہ ہوا

کسی روز دریا پر وہ گلزار  
 فقط ایک بیٹی تھی زہرہ جہین  
 نگہ بست تھی عاشقوں کے لئے  
 لگا جاتے ہی زخم کار کی کہیں  
 دہانسی وہ دل لیکے چلتی ہوئی  
 ہونے دوڑ کر جہ سببان شاہ

کہ تھی حسن کی اوس کو شاہین  
 نہ تھا اوس پہ ملاح کوئی مگر  
 عنہم تھی زمر تا قدم برق تھی  
 محبت ستم سے ڈوبنے لگی  
 شکر نے آنکھوں سے مارا اسے  
 سنبھلتے سنبھلتے ہی غش آ گیا

میں چوڑ دنگی تم کو بنا کر چھا  
 بگاڑا بہت سا بنا کر اوسے  
 چہ پیا محبو لدا سے خوش خصال  
 کرم کیجے مشکل و کملائے  
 جہا تک بنا سحر میں کیا  
 یہ قاضی کے سر پر بلا گئی  
 نہیں دو گھڑی بعد پریم نہیں  
 چہ پیا جا کے مغرب میں زار و تار  
 کرایہ کو ایک اونٹ کر کے تلاش  
 گئی لیکے پیش شہ نامدار  
 محبت کی لذت چکھا دی نہیں  
 بہت پارسا اور بہت نیک ہے  
 چلا اور خوشی ہوئے پہنچا طین  
 دعا ہے کہ دلبر ہمارے

لگا دم سر سے شعلہ برق  
 مرا کام سا غریب چلتا نہیں  
 تو میں ایک قصہ سناؤں تجھے  
 کہ ملک ختن جو کہ مشہور ہے  
 کہ تھا خاتم مملکت کانگین  
 دنگن سے کھڑا کیلستا تھا شاہ  
 جسے حور کہنے تو کچھ شک نہیں  
 کہ ممکن نہیں کوئی پسند کرے  
 تڑپنے لگا شاہنشاہ وہاں  
 رہی جان اوسکی نکلتی ہوئی  
 کہ ہے ہے یہ کیا ہو گیا کردگار



اویس وقت بہرہ کے چڑھ کا گلاب  
 ابھی کیلئے تھے فریستہ شکار  
 کہینے کہا جن کا سایہ ہوا  
 جو حالت تھی آج اوسکی دل تھی  
 پہنسا یا ہے جسے چڑھ اویس کے  
 بتاؤ تو میں ڈھونڈھ لاؤں ابھی  
 لڑکپن سے رہتے تھے وہ سناست  
 کہا پھر کے اب چھوڑ کے تخت تاج  
 کہا اوسے واسد کیا بات ہی  
 محبت نے گھر سے نکالا ہمیں  
 کیا آتے ہی جھک کے انکو سلام  
 کہا ایک نے میں تو ملحق ہوں  
 علاوہ ازین اسے شہ خوش خصال  
 یہ سنکر کہا شاہزادے نے  
 تال سے اسے کہا بالیقین  
 کہا شاہزادے نے نہننگڑ ٹھیک  
 اگر ذات پوچھو تو بخار ہوں  
 علاوہ ازین شاہ فرخندہ بخت  
 جد ہر چاہیے اوسکو لے جائیے  
 میں چلتا ہی ہوں پنا کھلاؤنگا  
 ملے گا یقیناً ہمارا صنم  
 وہ ملاح رستہ بتاتا چلا  
 مصیبت نئی روز بہرتے ہے  
 اٹھا کر مونی گائے کی ہڈیاں  
 اٹھی گائے لیکر بہری ہوں

مگر اور بڑھتا گیا اضطراب  
 کہ کیا بارگی ہو گئے بققرار  
 کیسے کہا دل ہے آیا ہوا  
 غرض بے صنم ایک دم کل تھی  
 وہ آوے تو ان چین دیو اسے  
 اوسے لاکے تمکو دکھاؤں ہی  
 چپاٹے نہ تھے کوئی بھی ل کی  
 مرے دل میں ہر دل کا کیجے علاج  
 چلو جان شاد آپ کے ساتھ ہی  
 مصیبت میں اسے عشق ڈالا یمن  
 کہا پھر کہ حاضر ہیں یہ بھی غلام  
 جہان آپ جائینگے ہمراہ ہوں  
 مجھے یاد ہے ایک ایسا کمال  
 میں لیتا ہوں اچھا ترا امتحان  
 اوہر سے گئی ہے کوئی حسین  
 نہ تھا اسکا واقع میں کوئی شریک  
 تمہارا قدیمی نمک خوار ہوں  
 بناتا ہوں ایک لکڑی کا تخت  
 مزے سے سلیمان بنجائیے  
 جو موقع پڑیگا تو کام آؤنگا  
 شگون نیک آیا ہے اپنی قسم  
 ہنرا پنا سب کو دکھاتا چلا  
 مگر کوچ پر کوچ کرتے ہے  
 جودت سے شاید پڑتی تھیں ان  
 کہا سب یہ خضر ہے بالیقین

نہ سنبھلا تو لیکر گئے شاہ پاس  
 سنبھالا نہ سنبھلے تو لاؤں بیان  
 بہر طور ہونے لگی دوز ہو  
 سنا پور دستور نے جب حال  
 کہا جا کے اس سے کہ اے گلخدا  
 نہیں دیکھو رک کے حلو گے  
 بلا کر سے پاس بیٹھا لیا  
 ملایا رتو لوٹ کر آئین گے  
 غرض یکے تھوڑا سا بچہ راہ  
 یہ بچے نہونگے ابھی کوس بہر  
 کہا شاہزادے نے تم کون ہو  
 تمہیں سے پلا تھا میں بجان جان  
 کہ رستہ ہی رستہ فقط دیکھ کر  
 بتا کر کے دریا کی جانب نظر  
 اکیلی ہی بیٹھی تھی وہ ناؤ پر  
 کہا دوسرے شخص نے بعد ان  
 یہاں تک ہی اس فرین محکوم  
 کہ وہ آپ اڑتا ہے بال و پر  
 یہ بے پر کی صاحب اڑائیں  
 کہا شاہزادے نے کیا باجی  
 چلے پر وہ چارون بیابان کو  
 گئے بھول چارون زانیکا ہوا  
 ملا ایک دن ایک دیرینہ سال  
 فقط ایک پانی کا چینٹا دیا  
 تعجب ہوا ہوا اس بات کا

کیا رو کے اسطور سے اتنا س  
 ہم اب کیا کریں مائے دیکھان  
 برا سکا بدلنے لگا زنگ روپ  
 تو کہنے لگا ہے یہ الفت کا جال  
 کیا کون سے گل نے گل خانہ  
 یہ الفت ہے اسین ضرر پاؤ گے  
 جو گذرا تھا سب مومبو کہہ دیا  
 نہیں اوسکے کوچ میں مر جائیگے  
 چلے دو نو کہتے ہوئے واہ واہ  
 کہ دو شخص انجان آسے نظر  
 کہا ان جاؤ گے اپنا مطلب کہو  
 چلے آپ ہی جب تو پہر میں کہاں  
 بتا دوں فلا نا گیا ہے کدھر  
 بتا شخص کوئی گیا ہے اوہر  
 نہ تھا اسے ملاح کا بھی گذر  
 کہ ہمراہ میں ہی ہوں بجان جان  
 دیکھا میں ہوں ہمیشہ سے نقش خال  
 کہی فرش پر او کہی عرش پر  
 سمجھنا نہ لگد جھوٹا کہیں  
 حقیقت میں یہ تو کرامات ہے  
 فدا کر کے اپنے دل و جان کو  
 نہ مینے سے مطلب نہ کہا نہ کام  
 کہ اونی سے جسکا یہ دیکھا کمال  
 کہ چینٹے ہی سے اوسکو زندہ کیا  
 یہ بڑا ہے بیشک کرامات کا



کیا دوزخ شہزادہ قریب  
 کہا او سنے تیج سچا نہیں  
 بھلا میں کہاں اور سچا کہاں  
 سواوس کا بھی سن لیجئے آجال  
 فقط ایک لڑکی ہے اسکی حسین  
 اسی گائے پر تھی انہو کی گذر  
 مصیبت پڑی جیسا نہیں شیر کی  
 اسی سے مری جان بھلا یا اسے  
 وہ پانی جو چاہو تو پانی لیجئے  
 مصیبت میں ہوں عشق کی جھل  
 چلو گے تو کچھ دل سنبھل تیگا  
 کہا اوس نے اتنا نہ مایوس ہو  
 حقیقت میں تیج ہے نہیں کچھ گمان  
 کدھر ہے تو اسے ساتی تیز روش  
 پلاوے کوئی باد تیز و تند  
 محبت میں ہر دم نیا در ہے  
 چلا کشتہ تیج ابرو سے یار  
 کیجئے رفیقوں کے شوق ہو گئے  
 یہاں سے بچا بھلا اسے خضر دم  
 کہا اوس نے دیکھا مزاریت کا  
 سبق یاد ہے اوسکو بیداد کا  
 یہاں شیر زریعہ کرتے نہیں  
 گر مان جو مر جائے وہ مدعی  
 یہ تیج ہے کہ ہم لوگ رستم نہیں  
 اُسے جاگتے ہیں تو طاقت نہیں

کہا رو کے او درد دل طیب  
 یہ کلمہ مرے حق میں اچھا نہیں  
 نہ کیجئے خدا کے لئے یہ گمان  
 نہیں اس میں میرا ذرا بکمال  
 بجز اوس کے یاں اسکا کوئی نہیں  
 یہی مال تھا اون کا اور یہی زر  
 تو پہر گھاس کہا نے کی تدبیر کی  
 تعجب اب آویگا کہنے کسے  
 خدا را زیادہ نہ دق کیجئے  
 مری جان امین نہ جای کل  
 یہ کانٹا جگر سے نکل جائیگا  
 میں چلتا ہوں خاطر ملے یو چلو  
 رفتہ رفتہ ان سب کا دیو ٹھہل کے مسکن پر گذر ہوا ہر ایک  
 کو اپنی اپنی جان کا ڈر ہوا مگر وزیر زادہ نے ایک تدبیر سے  
 ہلاک کیا۔ قصہ پاک کیا پر پیرا جو وہاں قید تھی اُسے سا  
 لیا آگے چلنے کا ارادہ کیا  
 لئے ساتھ اپنے کئی غمگسار  
 جو چہرون کو دیکھو توفیق ہو گئے  
 نہیں دم کہ آگے اڑنا میں فکر  
 یہ مسکن ہے ایجان غفریت کا  
 عدو دل سے ہے آدمی زاد کا  
 پرند سے یہاں طیر کرتے نہیں  
 تو بیشک ہوا اس غم سے کچھ خلصی  
 مگر لڑکے مر جائیں تو غم نہیں  
 کہ مارے کوئی شخص جاگدین

ہمارا ہی اب تو دوا کیجئے  
 میں درویش ہوں بحر عصیان  
 اگر تمکو حیرت سے اس بات کی  
 یہاں پاس ہتی ہے ایک پیرن  
 سوا لڑکی بھی ہے عاشق کردگار  
 کہیں ایک دن شیر نے آن کر  
 خدا کو پسند آئی انکی یہ بات  
 ولی میں نہیں کچھ سچا نہیں  
 کہا شاہزادے نے اے دیگر  
 ہزاروں اٹھائے ہیں تلک ستم  
 نہیں ہم تو والد مر جائینگے  
 اٹھا اوتھم کے وہ پیر والا صفتا  
 ہوا ایک دن ایک بن میں گذر  
 ہوئی شاہزادہ کو جینے سیال  
 یہ میدان محشر ہے جنگل نہیں  
 حقیقت میں زہر ہلاہل ہے  
 بڑی دور تک ہے اوسکا عمل  
 یہاں میں تو میں گمراہ ہوں  
 کہا پر کوئی راہ بتلا سیئے  
 کہا اوس نے بچے ہو بیٹے رہو  
 ولیکن جو سوتے ہیں کچھ پس چلو

سچا ہو صاحب خبر لیجئے  
 گناہوں کی شامت و خود غرق  
 کہ گائے کی نسبت کلمات کی  
 حقیقت میں ہے عاشق ذہین  
 عبادت میں رہتی ہے لیل و نہا  
 اُسے مار ڈالا غذا جان کر  
 عنایت کیا مج کو آب حیات  
 گنگا ر ہوں یا کہ گوشت نشین  
 تمہیں خوب باروشن ہے مافی الضمیر  
 چلو ساتھ تم بھی زراہ کر م  
 بھلا بے بتائے کہ ہر جائینگے  
 عصا لیکے خود ہوا یاسات سا  
 جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان  
 ہوا اول میں پر وہ ہی خوش  
 نیا آج مج کو مچا نا ہے دند  
 جو اسکو سے وہ بڑا مرد ہے  
 کہ لا ریب غفا تھا جس حال بشر  
 اُسے پیر سے روکے کی التماس  
 ذرا آج دل کو مرے کل نہیں  
 سنا نام کا اپنے ٹھہل ہو وہ  
 عجب کیا کہ جینے میں ڈالے فیل  
 تو اس سے بھی ہرگز نہ تدبیر ہو  
 کہ راہ عدم اوسکو دکھلائیے  
 یہ کلمہ نہ اپنی زبان سے کہو  
 تو مان یہ بلا اپنے سر سے ملے



اور اتنا ہی سن لے تو اسی سیر  
 ہوا مستعد سنے پور وزیر  
 اگر مر گیا اسے شہ نادر  
 ملی ایک ایسی عمارت بلند  
 بہت ہو لے ہو لے اٹھائے قہر  
 پڑے تے مکانات سب چوڑ  
 کٹری تھی وہ اوسن از سے سیر  
 یہاں ایسی عورت کا کیا کام  
 پیری ہے تو اڑ کر چلی جائیگی  
 یہ کہتے ہی جس وقت آگے بڑھا  
 اگر اور آگے چلا آئے گا  
 کہا اوسنے چپکے سے ٹھہر دیا  
 خدا نگر رکھے سدا شاد کام  
 کہا مائے اومر دشیرین کلام  
 مگر قمر حق ملک پر آگیا  
 بس اثاب آپ کہئے کہ کیوں آئے ہو  
 کہا اوسنے ہنس کر اچی خیر ہے  
 مری جان تو آدمی زاد ہے  
 پیری دیو جن سب ہیں اسکے غلام  
 کہا اگر ترے دل میں رمان ہے  
 اسے شہد میں کر کے لے لے بعد از ان  
 ولیکن جو وہ جاگ اٹھا کہین  
 دعا سے اگر ہو تو کرنا مدد  
 جو دیکھا تو ٹیلے کا ٹیلا تھا وہ  
 مگر دل کو اچی طرح نہام کر

کہ سوتا ہے وہ آجکل بے خبر  
 کہا میں چلا اسے شہ بے نظیر  
 سمجھنا خدا ہو گیا جان نثار  
 نظر بھی نہ پہنچے جہاں بے کند  
 کہ دم میں نہتا مارے دھکے دم  
 چلا یہ جھپکتا ہوا دور دور  
 کہ یہ لوٹ ہی ہو گیا دیکھ کر  
 یہ تزدیر ہے کچھ نہ کچھ دام ہے  
 اگر دیونی ہے تو کہا جائیگی  
 وہ مسہ پارا بولی کہ اس جانہ آ  
 تو کچا تجھے دیو کہا جاسے گا  
 خدا کے لئے کیوں ہی صراط  
 کہ باقی رہے حسن خوبی کا نام  
 میں ہوں شاہزادی بہی زانام  
 یہی دیو ظالم اُسے کہا گیا  
 کوئی کام ہے یوں جو گہر کا ہو  
 تمہیں جان سے اپنی کچھ بری  
 وہ ہے دیو کیا تیری بنیاد ہی  
 فرشتے بھی کرتے ہیں جبک کر سلام  
 تو مان ایک صورت سے آسان ہے  
 وہ سوتا ہے جس جا چلا جاوے  
 تو بس جان لینا کہ پیر تم نہیں  
 میں جاتا ہوں اسی ماہر و مرقد  
 فقط موت آنے کا حیا تھا وہ  
 پکڑ چوڑی ناک میں ایک بر

جو تجویز کرنا ہے اب کیجئے  
 جو جیتا ہوں زندہ پھوڑو نکالیں  
 غرض کر کے اچی طرح دل کڑا  
 یہ پہلے تو یکبارگی ڈر گیا  
 کلیجہ ادا چلتا تھا ہاتھوں پڑا  
 ملی ناگہان ایک آئینہ رو  
 کہا دل میں اپنے کہ یہ نازین  
 مگر دیر تک سوچ میں وہ کھڑا  
 وگر آدمی زاد ہے یہ پری  
 اسے اوگرفتار دام بلا  
 یہاں تجھ کو لانی ہے شاید چل  
 اگر میں مٹا تو بلا سے مٹا  
 بہلا آپ تنہا کیسی لی یہاں  
 سوچ رہا جو یہاں بادشاہ  
 مجھے لاکے رکھا ہے کسے یہاں  
 کہا مان میں مارو نگا اس یو کو  
 ذرا موکھ تو دہو اتو تالا بہین  
 کہا اوسنے جانی تعجب نہ کر  
 نہ بہت خدا کے لئے ہارے  
 ملے ایک ہی بر کہیں سے اگر  
 وہ جب سانس لے چوڑ دی ناک میں  
 کہا خیر صاحب جو مر جائیگی  
 گیا دل میں پر اپنے کہو یا ہوا  
 بدن دیکھ کر تر تر لے لگا  
 چپا دو اس جا سے پھر ہاگ کر

نہیں گھر کا بس راستہ لیجئے  
 سراسر تیرہ باطن کا پھوڑو نکالیں  
 اکیلا وہاں سے وہ آگے بڑھا  
 مگر پردے پاؤں اندر گیا  
 کہا تک بہلا جی کو کرتا کڑا  
 ستر قیامت بلا تندر خو  
 اسے باولے دیکھ جن تو نہیں  
 پھر آخر کہا دل کو کر کے کڑا  
 تو جنگل میں یارو کی پیرن پڑی  
 یہاں سے ابھی ہاگ جا ہاگ  
 اسے ہاگ جلدی یہاں سے نکل  
 سمجھنا کہ ہم پر تصدق ہوا  
 کہو کس طرح آئین ایجان جان  
 اسی سے بیابانی تھی میں شکا  
 ہینا یا مقدر نے جاؤں کہاں  
 او کہاڑوں گا بیدین کی نیو کو  
 اسے جا کے مارو گے کیا خواب میں  
 جبری چیز ہے کالے سر کا بشر  
 یہ فرمائے کس طرح مارے  
 تو لاجس طرح سے بنے ڈھونڈ کر  
 ملا دے وہیں کا وہیں خاک میں  
 تو کچھ غم نہیں نام کر جائیں گے  
 وہ کافر تھا جس جا پہنچا ہوا  
 وہیں غش غش غش ڈر سے آنے لگا  
 کہ ظالم نہ مارے کہیں جاگ کر



وہ اٹھتا تو گویا کہ طوفان دھما  
یہ معلوم ہوتا تھا پس در سے  
گیا دوڑ کر دوستوں میں فر  
بغل میں لیا پور دستور کو  
پر نیا د کو بھی لگایا گلے  
بتا ساقیا تجھ کو کیا ہو گیا  
جو بادہ چھڑک کر ہلا دی مجھے  
بلا سے محبت بھی کچھ کم نہیں  
کوئی شہر ناگاہ آیا نظر  
وہاں جا کے دیکھا تو سنسان  
پر نیا د بولی یہ ہے تخت گاہ  
سیان ایک مدت اڑا رہی تھی  
سمجھتی ہو قافل ہو رہی تھی  
یہ کہ سن کے اور آپ جانے  
وہیں تخت پر لاش آتی نظر  
اٹھ جان آؤ فراہوش میں  
غریق محبت سفر کر گیا  
مری ناؤ ڈوبی کوئی لیجیو  
بدن تو بدن دل ہی تہا گیا  
کہا شاہزادے نے اسی خضر  
کہا مان کسیکا بہلا ہوا گر  
وہ انگڑائی لے کر کھڑا ہو گیا  
اجی دیکھئے تو ذرا غور سے  
کہا شاہزادے سے پہاڑی صتم  
سیا ہو تم اس میں کچھ شک نہیں

قیامت میں غول ہیا بان اٹھا  
کہ آواز آتی ہے یہ صور سے  
کہ لو مار آیا جس کم قدیر  
کہ اچھا کیا زیر عسر و کر  
کوچ در کوچ یہ قافلہ شہر بنو دہا  
منو چہر کی لاش دیکھ کر شور و غل مچا یا  
آب حیات چھڑک کر جلا دیا مسیحائی کو کام فرمایا  
مصیبت کا اس میں ذرا غم نہیں  
ہوئے اور بھی خوش سے دیکھ کر  
نہ حیوان ہے اور نہ انسان ہے  
یہیں بیٹھا تھا مرا بادشاہ  
یہ کہہ کر مچا پلنے لگی شور و شین  
مرون کے لئے جان کہوتی ہو کر  
گئے خاص محاورے سلطان کے  
پر نیا دروتے لگی دیکھ کر  
میں بیٹھی ہوں تو محکوم آغوش میں  
مری ناؤ کا نا خدا مر گیا  
خدا کے لئے کچھ مدد کیجیو  
حکایت سے غم کی یہ رحم آگیا  
یہ دیکھو تو کیا ہو رہا ہے ستم  
تو اچھا ہے بہتر ہے اسی سمیر  
کٹری بہر کو گویا کہ تہا سو گیا  
مرے تھے جئے ہو تم اس طور سے  
کیا تم نے مجھ پر نہایت کرم  
نہیں تو مرے بھی جئے ہیں میں

ترپنے لگا تھلانے لگا  
ترپ کر غرض خود بخود مر گیا  
گئے سب نے دیکھا تعجب ہوا  
کیا شکر ہر سب نے اللہ کا  
کوچ در کوچ یہ قافلہ شہر بنو دہا  
منو چہر کی لاش دیکھ کر شور و غل مچا یا  
آب حیات چھڑک کر جلا دیا مسیحائی کو کام فرمایا  
وہاں سے وہ خوش ہوئے پر حلقے  
کہ اب چل کے آرام کیجے یہاں  
مکانات خالی پڑے ہیں تمام  
مگر تخت پر سے اٹا را اُسے  
مگر سب نے لکھ دیکھا دیا  
وہ معیود سے لطف فرمایا  
عجب لطف و خوبی کے تہوہ مکان  
کہا مانے یہ ہی منو چہر ہے  
تہیں کیا ہو کیون نہیں بولتے  
میں بے دست و پا اور یہ ناچہ ہا  
یہ سنتے ہی ساتھی بھی دہنے لگے  
اونہیں پیرو مرشد سے جو سچے  
وہ قطرے چھڑک کر جلا دیا  
اوس وقت دو تین قطرے نکلا  
پر نیا د بولی خدا کے لئے  
یہ سن سجدہ شکر اوسنے کیا  
تمہارے ہی باعث دوبار اچھا  
کہا شاہزادے نے بس سچا ب

بہت شور سے غل مچانے لگا  
جہاں سے وہ ملعون سفر کر گیا  
کہ یہ دیوتا کس طرح سیو  
کہ کھٹکا تو جاتا رہا راہ کا  
اسے لیکے پہر اور آگے چلے  
یہاں میرا دم ہی فنا ہو گیا  
تو والدین خضر سمجھون تجھے  
ترپتا ہوا دل بغل میں لئے  
یہ بے شبہ ہے کوئی عمدہ مکان  
بشر کا نہیں دیکھنے کو ہی نام  
اسی دیو نے مانے مارا اُسے  
کہ تم پر تو احسان خدا نے کیا  
جو تم ہو تو پہر شہر بس جائیگا  
کردن وصف آٹکا یہ طاقت کہاں  
نہیں بولتا کیسا بے مہر ہے  
میں قربان آنکھیں نہیں کھولتے  
مجھے کون ہے ہے اوتار گیا پار  
جگر شوق ہوا جان کہوتے لگے  
کہ بالکل مجسم کرامات تھے  
کرامات اپنی دکھا دے اسے  
دے منہ میں اس کے عنایت  
نہ کہہ رائے جان من ٹہیرے  
پر نیا د کو پر بغل میں لیا  
مجھے تو حقیقت میں خبر دے کیا  
یہ ذرہ کہاں اور کہاں آفتاب



گنہ گار کرتے ہو خود جان کر  
مگر ہم تو رکھیں گے تم کو بیان  
چریزاد ہی بول اٹھی کہ مان  
منادی ہوئی لوگ آنے لگے  
کہا شاہزادے نے اب جائینگے  
کہا کیا کہیں جان مرتے ہیں ہم  
کہا شاہزادے تمہیں خبر ہے  
ذرا ہوش میں آؤ تو بہ کرو  
جو دل ہی تمہارا ٹھرتا نہیں  
کہ دلبر کا گر تو پتا لائے گی  
کہا ہنکے قربان جاتی نہیں  
کنارے پر جو شہر آیا نظر  
شب و روز شام و سحر پزیر  
جسے دیکھتے ہی پریزاد ہے  
اگر ہے تو ہے وہ ستارہ کہیں  
بیان نہر بانو جو ہے خست شاہ  
یہ سنتے ہی کٹتی ہوئی دلیناد  
کرایہ کو دوکان لیکر وہاں  
انہوں میں جو جاتی تھی اس کا کچا  
تمہارے وسیلہ سے دیکھ آئینگے  
مٹی مہربانو سے چومے قدم  
دے مارے پہلوں کے وہ بھی لے  
غرض ایک مدت رہی یہ مان  
پتا میرے دلبر کا محب کو بلا  
عجب کیا نقشے سے اڑا دی مجھے

چلا جاؤں مجھے خدا ہو اگر  
سنو سچ بھی ہے جاؤ گے باکمان  
کہاں جاؤ گے وہ بھی جاؤ بیانا  
دوبارہ ولایت بسانے لگے  
جو جیتے بچیں گے تو پھر آئینگے  
فدا ایک پر جان کرتے ہیں ہم  
سہلا جان دینے میں کیا سیر  
یہ الفت ہے اسی جان سے ڈرو  
تو ٹھیرو کہیں اسکو ڈھونڈو کہیں  
تو جو کچھ کہے گی وہ ہی پائیگی  
خدا نے بھی چاہا تو لاتی نہیں  
وہیں جا کے ڈھونڈو ادھر ادھر  
اٹھاتی رہی گل کی خاطر حسن  
حسینوں سے وہ شہر آباد ہے  
نہیں تو جہان میں کہیں بھی نہیں  
حسین مجھ میں غیرت مہر وہ  
کہا دل سے احوال برائی مراد  
لگی جھپٹے پھول کی بد بیان  
نبا کر بن اس سے کی اتھاس  
دعا دیکے تپہ فدا جائینگے  
کیا باتوں باتوں میں ایسا تم  
بہت وصف زبانی زبان ہو گئے  
کیا خوب دریافت نام و نشان

کہا خوب تم بھی چلے راہ سے  
اگر آج کل ملک بس جائیگا  
غرض ان کی خاطر مشکل تمام  
یو نہیں رفتہ رفتہ بہت مشکل  
پریزاد بولی کہ کیا کام ہے  
مفصل بیان پر سنایا اسے  
نہیں تم کو معلوم اوس کا نشان  
مگر مان نہ بھجو گے سمجھائے  
یہ کہ ایک کٹنی بڑی ہوشیار  
کترتی تھی وہ کان شیطان کے  
یہ کہ اسے دریا کا رستہ لیا  
کہلاڑن چلی کسپیلستی الٹی  
رہی مثل بلبل وہ فریاد میں  
کہا گر بیان بھی نہ پایا اسے  
پہری ڈھونڈتی کو بکو در بدر  
وہ چوٹی سی کشتی میں ہو کر لو  
خدا اونکی صورت بھی دکھلائیگا  
رہی جب کہ صحبت ہی دوزخ کی  
محل کیسے ہوتے ہیں فریاد  
کہا اوسے چل یہ کٹری ہو گئی  
کہ وہ بت ہو آرام آرام سے  
کہا تم بیان روز آیا کرو  
گئی بعدہ شاہزادہ کے پاس

قضا کار محبوب کی خلخال شکار کھلتے میں شاہزادے کے  
ہاتھ آئی بہت خوش ہو کر آنکھوں سے لگائی اس کے

یہی چاہتے تھے تم اللہ سے  
تو کچھ زندگی کا فرہ آئیگا  
کیا شاہزادے نے اسجا مقام  
رعیت بڑی ہو گئی چل پھل  
تمہیں رات دن یوں جو آلام  
یہ سن کر تعجب سا آیا اسے  
جو ڈھونڈ رہی تو ڈھونڈ ہیے گا  
بڑا حال ہوتا ہے دل آئے  
بلائی اور اس سے کیا یوں  
لگاتی تھی چونہ وہ انسان کے  
کنارے کنارے تجھے جس کیا  
چمن درچمن دیکھتی بہالتی  
گئی ایک دن حسن آباد میں  
تو ڈھونڈو ہون کہان میں خدایا  
تو آخر یہ پانی کسی سے خبر  
سدا کھیلتی ہے اکیلی شکار  
کوئی جسے بچکر کہان جائیگا  
تو سب مالغون سے ملاقات کی  
ذرا ہلکو چل کر دکھلائیے  
غرض اوس کے محل کو گئی  
یہ نکلا عجب کام ناکام سے  
میں ایک دو دم ہنسایا کرو  
جو دیکھا تھا سب کرو یا تھاں  
چل اسے سا قیا سا غرل پلا  
عنم کے قدم بھی دکھا دی مجھے



عجیب چیز ہے واہ وصل حبیب  
 کہا آکے کٹنی نے ایلو میان  
 کہا واہ شاہ باش جیتی رہو  
 منو چہر بولا منو بے قرار  
 کہا دل تو کیا خاک بہلاؤنگا  
 گئے اور کیسے اوی جاہلین  
 کیا پیٹ جو وقت مچلی کا چاک  
 یہ غلغلا جس کی ہے وہ مقلد  
 اُسے لیتے ہی دل اچھلنے لگا  
 ذرا صبر دل میں نہ باقی رہا  
 یہ کس کی ہے کیا شے ہو کیا چیز  
 شگون نیک اور وصل کی فال  
 دہانے یہ سنتے ہی وہ چل دیا  
 غرض جا کے نزدیک اُس شوکے  
 وہ کٹنی گئی اپنی ہمشیراں  
 اگر دل پہ کچھ غم ہے بہلائی  
 ہماری جو مالک ہیں غم میں ہیں  
 کہا اوسے پردہ ہنسی ہرہین  
 تو اٹھ کیلیوں سے نہالے لگین  
 اسی غم میں رہتی ہیں لیل نہا  
 کہا شاہزادے مبارک شود  
 اُسے رات دن ہر ایسی کاالم  
 یہاں سے الگ چل کے شیر کیوں  
 چلا جائے فوراً شہنشاہ کا  
 تجھے اے شہنشاہ عالی مقام

وسیلہ فی فضل اللہ نیرال ہوا یعنی شہر دلدار تک پہنچا اگر وصال ہوا  
 مجھے مل گیا اُس صدم کا نشان  
 مزہ اگیا ہر کو ہر کو بھس کر کو  
 چلو آج مچلی کا کیلیں شکار  
 مگر خیر خاطر سے رہ جاؤنگا  
 پہنسی ایک مچلی کہیں جاہلین  
 کہ تا کیجئے اس کو اندر سے پاک  
 عجیب کیا کرتا ہو محشر بیا  
 کیجہ کو کوئی سلتے لگا  
 اوی پیرزن کو بلا کر کہا  
 بیان اور ہی اور تجویز ہے  
 کہ یہ مہربانو کی غلغلا ہی  
 نہ پراکیم بھی تامل کیا  
 کنارے وہ ٹہرے کسی نہر کے  
 مگر اوس کو پایا نہایت اُداس  
 ہمیں بھی نہ لہڑ لہڑاے  
 بہلا ہم کو کس طرح خوش ہیں  
 نہالنے کو دریا گئی نئی کہیں  
 خوشی ہو کے دہوین مچانے لگین  
 جو سمجھاؤ آتا نہیں ہے قرار  
 ملا آج ہی کل میں وہ سرود  
 ہمارے ہی قدسوں کی مجاہد  
 کہ تم کو کوئی شخص دیکھے نہیں  
 نہ لاوے ذرا اپنے دلین ہر  
 دیا ہے یہ میری زبانی پیام

سختی جب کہ یہ پیرزن سے خبر  
 اوس وقت اٹھا کہ چلے گئے  
 ذرا دل کو جنگل میں بہلاؤ  
 میں خود شل مائی لے آیا ہوں  
 کہا جلد اس کے لگاؤ کیا  
 تو پازیب نکلی بہت بے بہا  
 کہا شاہزادہ نے مجھ کو تو دو  
 اوس وقت سستی میں آجہم کے  
 بڑی بی اُسے دیکھ کر غور سے  
 کہا اوسے ہنس کر کہ ایجا من  
 بیان اب توقف مناسبین  
 وہ بڑھیا بھی رہی چلی سات سا  
 وہاں بارغ بھی تھا کوئی پرفرا  
 کہا خیر ہے تم جو غمگین ہو  
 کہا شکر خالق ہے ہر حال میں  
 کہا اوسے ہیں ہیں ابھی کیا ہو  
 لڑکپن میں ہوتے ہیں سب چلے  
 وہیں کیلئے ہیں کہیں پاؤں پہ  
 یہ سنتے ہی کٹنی ہوئی شادمان  
 میں پہلے ہی کہتی تھی سرکاری  
 مگر ایک تجویز اب اور ہے  
 دہانے ہی پیر روشن ضمیر  
 کہ اوس سے جاتے ہی پکڑو  
 کہ کر شکر جلدی سے لے لے بان

جسے وصل ہو وہ بڑا خوش نصیب  
 ہوا گل سا وہ گلبدن ہوا کہ  
 زیادہ ذاب کاہلی کیجئے  
 جو ایسا ہی ہے کل چلے جائیو  
 تصور میں ایک مہ کے بتیا ہوں  
 اگر ان میں مزے آج پیکر شراب  
 اُسے دیکھتے ہی سبہوں نے کہا  
 کہیں مہربانو ہی کی یہ نہو  
 وہیں کا وہیں رہ گیا چوم کے  
 بتاؤ تو ہم کو کسی طور سے  
 خوشی ہو کہ جاتا رہا سب محن  
 بنا کیل دیکھو نہ بگڑے کہیں  
 گئے کوچ در کوچ دن اور رات  
 اسی میں دئے سبے بستر لگا  
 اٹھو مہربانو سے ملنے چلو  
 پہنسی ہوں عجیب ایک خجالتان  
 ہمیں بھی تو بتلائے گا ذرا  
 وہاں ہاتھ پاؤں جو کب گمے  
 جو جاتی رہی ہو گئیں ہاشکب  
 اوس وقت پہر لوٹ آئی یہاں  
 یہ پازیب ملا لگی یار سے  
 کہ اوس میں تو وصل کا کچھ ہوا  
 جو ہمراہ ہے اے شہ بے نظیر  
 میں آیا ہوں بھیجا ہوا خضر کا  
 ہوا مہربانو یہ حق مہربان



کیا عقد اس ماہ کا عرش پر  
 مگر زیب تن ہے فقیری لباس  
 اسے خضر نے دی ہے وہ ہونڈ کر  
 وہ قطرے بھی پانی کے ہی بوند  
 کسی کی حقیقت سمجھتی نہیں  
 غرض شاہزادہ نے وہ نیکے کا  
 سنی جب شہنشاہ نے یہ خبر  
 قضا کار مچھلی کوئی سوکھ کر  
 کہا سب نے ہنس کر خدا کی قسم  
 مگر آپ سے وہ نہ بیٹھے دمان  
 بہ شکل دمان سے روانہ ہوتے  
 ہوا غل کہ جالتے ہیں مخدوم لو  
 کہا خضر بھی بن کے ہم مر چلے  
 وہ پر شاہزادے کو سب گفتگو  
 غرض پانچ چہر روز پر ٹیر کے  
 روانہ کیا پور دستور کو  
 کہا اے شہنشاہ عالی وقار  
 بیان آن پہنچا ہے ہرچ کے  
 ہوا خواب میں حکم پر وردگار  
 مگر حسن آباد لیجا اوسے  
 جو چیرا تو خلخال نکلی عجیب  
 مگر ایسے صدمے اٹھائی کہ بس  
 نہیں آپ ہی جل کے لائے  
 کہا شاہ نے آئے آئے  
 عبث فعل خالق کا ہوتا نہیں

جوان ایک خود سے تھا دیکھ کر  
 اسے دیکھ کر شہنشاہ نے  
 کہ جاتا رہے شک ہو شہ کو اگر  
 کہ باقی نہ ہو کے سیکو گمان  
 حسین حسین حسین حسین  
 بچایا اوسے طور سے ایک جا  
 تو چپکا ہنجر رہ گیا دیکھ کر  
 بڑی رہ گئی تھی دین حوض  
 یہی خضر ہیں انکے چو موقدم  
 کہا جائیں اے خضر خضران  
 شہنشاہ نے اٹھ کے پاؤں چوے  
 چلو بڑھ کے ان کے قدم چوم  
 یہ سجدے تو ہم پر اثر کر چلے  
 سنائی جو آئی تھی دمان مومبو  
 قریب آگیا آپ سے شہر کے  
 کہ پیغام دے شاہ مغرور کو  
 تراک رکھوے سدا برقرار  
 صعوبت سفر کی بہت کہینچ کے  
 کہ اٹھ کیل دریا پہ جا کر شکار  
 شہنشاہ کو آپ سے آئے  
 بہت خوش ہوا دیکھ کر خوش نصیب  
 نہیں زندگی کی بھی باقی ہوں  
 دیا سونپ دے جسکو فرمائیے  
 کرم کیجئے بیٹھ تو جائیے  
 نہ سمجھو کہ ناحق ہے انامین

خدا فضل اپنا جو فرمائے گا  
 یعنی وہ لایگا خلخال ہی  
 وہ آوے آنا نکھون ہی پر بھیجیو  
 اسی جال سے ماہرہ آئیگی وہ  
 دوم باپ ہی اوسکا مخدوم  
 فرستادہ خضر نیچے دمان  
 کہا دل میں یہ بات سچ تو کہاں  
 منگا اوس پہ چڑ کا جو آبجیات  
 لپٹ کر کہا بیٹھے بیٹھے  
 ہمارا امیر دن میں کیا کام تھا  
 یہ کہہ کر نکلے تو چاروں طرف  
 گرے سجے سب بان کر سر کے بل  
 بہ شکل دمان سے رہائی ہوئی  
 کیا سجدہ شکر اوس نے ادا  
 کیا ایک گلشن میں جا کر قیام  
 گیا بزم شہ میں وہ فرخ تھا  
 ختن کے شہنشاہ کا نور عین  
 سبب اسکا یہ ہے شہ خضران  
 جو ہوتا آئے اوسکا شکم چاک کر  
 وہ دریا پہ پہنچا اسی حال میں  
 اسے لپکے ناچار آیا بیان  
 اگر حکم ہووے تو لاؤں اسے  
 ارادہ ہے پہر جاے جلدی وطن  
 کہو شاہزادے سے بعد از سلام  
 ابھی آئے تھے ایک حضرت یہاں

تو وہ آج کل میں بیان آئیگا  
 کہ ہو جائے ایک شاہ جال ہی  
 بلا وغرغہ عقد کر دیجیو  
 نہیں ناز دیکھو دکھائیگی وہ  
 وہ نزدیک اپنے بہت دور  
 کیا عرض جو کچھ سنا تھا بیان  
 مگر خیر کر لیجئے استخسان  
 تو او جہلی وہ دل کی طرح لپکے  
 ہم آنکھیں بچھائیں تھارے  
 مگر خیر مرشد کا پیغام تھا  
 خلائی کٹری تھی گھر صف صف  
 ہوئی خیر جاتا نہیں دم نکل  
 بلا مل گئی سر سے آئی ہوئی  
 کہ حق لئے یہ احسان مجھ پر کیا  
 کہا سب نے اب شہ کو بھیجو پیام  
 اور آداب شاہانہ لایا بجا  
 کہ بیشک ہو وہ ماہر دل کا  
 چین میں وہ سوتا تھا شر و ان  
 جو اس میں سے نکلے آئے پاک کر  
 قضا کار مچھلی ہینسی جال میں  
 مگر تھا بھیر حکم شہ وہ جہاں  
 شہنشاہ کو خود دکھاؤں اسے  
 کہ یہ دور ہو دل سے درد و محن  
 کہ کیوں ایسی جلدی ہوا خوش خا  
 وہ سب کر گئے ہیں تھارا بیان



مجھے حکم آیا ہے اللہ کا  
چلو شکر خالق کہ تم آگئے  
کہا اوکے سنکر کہ اسے شہر یار  
مگر مان جو ہے حکم پروردگار  
وہاں جا کے عاشق کو مژدہ دے  
سنی مہربانوں نے جب یہ خبر  
جوان کو سنا ہے وہ اسے کبریا  
بس اتنے میں کبھی بھی پہنچی وہاں  
میں قربان منہ سے تو بولودار  
نشے میں جوانی کے سرشار ہے  
دل ہی دل میں کی بلائیں لپٹیں  
وہاں لوگ کہتے تھے یہ گلزار  
ہوا خنجر عشق سینے کے پار  
یہ فرمان خالق میں کیا دیر  
یہ سنکر شہنشاہ شادان ہوا  
مخنی و ساقی بلائے حسین  
پہر عاشق کو بلوا کے خود چاہے  
شب وصل میں اور ہی طور تھا  
دیا پیرزن کو بہت مال و زر  
یونہی ایک مدت جو گندمی وہاں  
بہت دن ہوئے گھر سے آئی ہوئے  
جہیز اور شکر بہت سادیا  
ہنسی دل لگی روز کے قہقہے  
ہوئی پھر مجھے ساقیا بے کلی  
قضا دیکھ آخر کو آئی گئی

کہ کر عقد دختر سے اس لہ کا  
مگر تم تو آتے ہی گہرا گئے  
وہ اس سے تو واقف نہیں رہنا  
تو گردن نہ پھیرے گا ورنہ ہمار  
کہ نو فضل خالق نے اپنا کیا  
کہ ہو گا مرا عقد اس طور پر  
کہ تو نے ہے خود منعقد کر دیا  
او داسی کے چہرہ پر پائی نشان  
سنا ہو گا تم نے نیا ماجرا  
حسین ہے جوان ہے طرح دار ہے  
منہ ہی منہ میں ہو دے عین ہی دین  
ختن کا ہے شہزادہ نامدار  
بائیں پار سائی ہوئی بقرار  
غضب کے ستم ہے کہ اندھیر ہے  
اوس وقت شادی کا سامان چلا  
کہ بے ان کے کچھ لطف محفل نہیں  
کیا عقد اس مہر کا ماہ سے  
صنم برین تھا جام کا دور تھا  
کہ تیرے ہی باعث ملا سہر  
تو گریبا دیا او نہیں ناگہان  
کلیجہ پہن چوٹ کھائے ہوئے  
باعزاز و اکرام رخصت کیا

میں اب خوش ہوا سکے اس کا سب  
ابھی ٹھیرے تاکہ حکم خدا  
علاوہ ازین جانے کس با سے  
یہ کھسنکے اکھا وہاں سے تباہ  
ہوا وصل دہر نہ گہرا ہے  
تو کہنے لگی اسے خداوند من  
وہ صورت میں کیسا کیسا نہیں  
دیئے پھول پہریوں کیا التماس  
گئی آج لونڈی جو گلزار کو  
میں بڑھیا ہوں اس پر یہ چاہوئی  
کبھی آج تک میں نے ایسا نہیں  
سنا مہربانوں نے جب یہ کلام  
شہنشاہ کو آپ بھیجا پیام  
جو کرنا ہے جلدی سے کر دیجیے  
وہ جلسے ہوئے ایک و دہوم کے  
جہان راگ اور رنگ سے بھرا  
مبارک سلامت کا غل ہو گیا  
طبیعت کو غم کا اثر مل گیا  
انہیں ہاتھ آئے قدم پار کے  
کہا شاہ سے اب کرم کیجئے  
کہا خیر اچھا نہ گہرا ہے  
ستارہ جو ہیکا و در شک قمر

قضارا ہوشنگ جو اس پری کا عاشق زار تھا ایک قوی  
سے بہکا لے گیا شہزادہ ختن کے کلیجہ پر داغ دیا  
وہ محنت ہی سب کی کرانی گئی  
یہ چرخ سنکر تو اسے گرد گاز

کوئی اور ہوتا تو ہوتا غضب  
بجلاؤن آنکھوں سے میو لقا  
تقریبی ہے اوس کو عورت کے  
کہ دون شاہزادے کو چکر چوہا  
فقط ایک دو دن ٹھہرایے  
ہوا اور تازہ یہ محکو محن  
یونہی جنونک دینا نہ محکوبین  
کہ صدقے گئی کیوں ہواتی اداس  
تو دیکھا عجب ایک دلدار کو  
کہ مر ہی گئی دیکھ کر میں ہوئی  
اوس کی قسم ہے کہ دیکھا نہیں  
تو دل میں نہایت ہوئی شاد کا  
کہ اسے شاہ و بجاہ عالی مقام  
تغافل نہ اس کام میں کیجئے  
کہ پر فلک گر پڑا جہوم کے  
شہنشاہ تھا ہون میں سب کر دیا  
نہ دیکھا کہ غم پر کدھر کو گیا  
بربار سے غنچہ سان کھل گیا  
بنی کوڑیالی وہ زرار کے  
اجازت وطن کی ہمیں کیجئے  
مبارک ہے تشریف یجائے  
چلا گھر کو لیکر بت سہر  
مچانے چلے مات دن چھپے  
پلائے نہیں جان میری چلی  
کبھی چین دیتا نہیں نہ ہمار



خصوصاً اسیران زلف صنم  
 کہیں کا کوئی شاہ عالی مقام  
 یہاں تک کہ گھر چوڑ کر وہ امیر  
 صاحب کہ شادی ہوئی اور  
 یہ محنت ہماری اکارت گئی  
 یہ کہہ سکنے کی ایک گٹنی تلاش  
 غرض یہ کہ رستے میں یہاں  
 کہا مہربانوں سے اسے جان میں  
 جو کہا نیکو ٹکڑا ملا ہی کہیں  
 کہا مہربانوں نے اسے مہربان  
 کہا شاہزادہ نے اسے جان میں  
 نہ آنے دو گھر میں کہ طوفان ہو  
 کسی کو یہ بہکائے مقدور ہے  
 کہا خیر رکھو جو منظور ہے  
 قضا کار چلتے ہی چلتے کہیں  
 دیا حکم خیمے لگاؤ یہیں  
 وہ قحبہ بڑی بیٹے خاکیں  
 باہنگی کہیںچ لون دام کو  
 گئی اور ہوشنگ کو دی خبر  
 اسی دن کو کرتا تہادہ روشن  
 اور ایک اور شبیر زین لجام  
 اور ہر کے خیمے میں وہ بیزن  
 بلاتا ہے باہر کھڑا آپ کو  
 کہاں عشق میں عقل ہوش خود  
 ہو مفت عاشق کو وصل صنم  
 نہیں اسے بچتے کہیں ایک دم  
 بدل بندہ عشق ہوشنگ نام  
 اسی درد سے ہو گیا تہا فیر  
 تو بس رو دیا چرخ کے جور سے  
 اسی فکر میں عمر غارت گئی  
 زمانہ کی بچی بڑی بد معاش  
 کہ جیسے بے جا کے تولا او سے  
 شگفتہ رہے یہ تہا را چمن  
 تو افسوس بہر تن پہ لٹا نہیں  
 آرام اب تو رہا کر یہاں  
 یہ نانی ہے شیطان کی بیزن  
 حقیقت میں گٹنی ہے شیطان ہی  
 بڑھاپے سے وہ آپ معذور ہے  
 مگر کو سون ہی عقل سی دور ہے  
 ملی ایک جارشک خلد برین  
 کہ ہے یہ زمین رشک خلد برین  
 شب و روز رہتی تھی اتنا گنا  
 ارادوں نچوڑوں کہیں نام کو  
 کہ چل مفت آتا ہے وہ سیمبر  
 اسی دن نے اسکا مٹایا تہا چمن  
 سبک خیز صر قدم تیز گام  
 لگی کہنے گہرا کے اسے جان میں  
 بس اب جان چلنا پڑا آپ کو  
 نہیں سو جتا ہائے کچھ نیک بد  
 صبا کی طرح سے اوٹھائے قدم  
 کہلا اور تازہ شگوفہ ہسان  
 بہت مہربانوں سے رکھتا تھیل  
 پڑا تھا اسی شہر میں آن کے  
 کہا واہ چرخ لعین بد نہاد  
 مرے ہم مزے اور نے یون کے  
 بڑھاپے سے گورنگ بے رنگ تھا  
 یہ سنتے ہی لاشی پکڑتا میں  
 یہ بڑھاپا گھوڑی ستم کش غریب  
 اسی غم سے مرنی ہوئی ہے زو ش  
 جو جی چاہے کہا پی نکھا درد غم  
 نہیں اس سے لازم تمہیں اجلاط  
 کہا واہ جی یہ بچاری غریب  
 یہاں تک ہی پیری سے تن خلیل  
 اُسے ہی غرض ساتھ لیکر چلے  
 فضا اور زہت جو آئی نظر  
 ہوا شاہزادہ اکیلا سوار  
 ذرا یہ اکیلی ہو دم بہر کہیں  
 وہ ہی وقت آیا تو وہ نابکار  
 یہ سنتے ہی وہ عاشق جان شہار  
 گیا ایک گلگون پہ ہو کر سوار  
 دیا آدمی کو کہ لے چل اسے  
 کروں جان و دل آپ پر سے تھار  
 یہ سنتے ہی پیدا ہوا اضطراب  
 چلی ساتھ ہوشنگ کے بقرار  
 ملا ایک دریا عجیب موج زن  
 سنو اب میں کرتا ہوں ہی جان  
 بہا تا تھا آنکھوں سے اشک و کھیل  
 حرم کو چہ یار کو جان کے  
 یونہیں ہائے ہم رہے نامراد  
 بہلا کس طرح کوئی غم سے جئے  
 مگر اس سے پیر فلک دنگ تھا  
 وہ پونجی دہان بات کی بات میں  
 کہے کس سے جا کر کہ ہو نصیب  
 بہلا جائے کیونکر یہ رنج و تعب  
 جو ہونا تھا بس ہو جکا وہ تم  
 ڈرو بلکہ اس سے کرو احتیاط  
 کہ خود جسکے پوٹے ہوئی ہیں نصیب  
 کہے کچھ تو کچھ اور جائے کل  
 بلا جو کہ آنی ہو کیونکر ٹلے  
 شگفتہ ہوئے سب کے سب دیکھ کر  
 کہ کہیں گے جنگل بدین شہر شکار  
 تو سر پر اوٹھا لون میں ساری زمین  
 ہوئی مثل ناگن کے چٹا شہار  
 ہوا قردہ وصل سے بیقرار  
 لیا دور خیموں سے جا کر قرار  
 دریا تک یونہیں کوٹل ہے  
 چلو شاہزادے نے مارا شکار  
 اوٹھی ڈال کر تھک پہ اپنا لقب  
 شراب محبت کا سر میں اتار  
 جہان و ہم کا بھی گزرا کٹھن



وہ دریا ہی ہو شنگ کر کے غبور  
 کہا شاہزادے خدا کے لئے  
 یہ گئے لگے پن کہ سب چل گئی  
 ادھر مہربانو کو پر شک ہوا  
 جو دیکھا تو ہے ہے کوئی غیر  
 کہا رو کے تو کون ہی ایوان  
 کہا میں تو اسے جان ہونگ ہوں  
 وہ ہی ہوں کہ سو دھین بیچ کے  
 وہ ہی ہوں کہ کھاتا تہا دروالم  
 وہ ہی ہوں کہ مر کے جیتا تھا  
 وہ ہی اب بھی ہوں نا خریدہ غلام  
 مگر ایک حیلہ وہیں سوچ کے  
 میں تیری تو مدت و شوق تھی  
 مگر کیا کروں مے مجبور تھی  
 مگر حق بہ حقدار آخر سید  
 مگر مجھ کو دہشت ہے اس بات کی  
 دعا میں نے کی تھی اسی دوا بھلا  
 غریبوں کو کھانے کھلاؤ عجیب  
 اگر عہد ٹوٹا تو اچھا نہیں  
 جو فرماؤ گی میں بجالاؤں گا  
 دن حسب وعدہ جدا ایک کان  
 حفاظت کو ہر سیمتیں کیلئے  
 وہ ممکن مناجات کرتی ہی  
 مدد تو ہی کر ساقی بے خبر  
 سنبھل کشتی نے جو تیار ہو

اڑ لے گیا اوسکو غمیں سو دور  
 ذرا ہولے چلئے نہیں ٹھیرے  
 سوا اسکے کل کل مری بل گئی  
 کہ یہ ادھر ہی ہو نہ کوئی موا  
 کہا خاتمہ آج بانخیر ہے  
 مجھے لے چلا ہے بگا کر کہاں  
 نہیں جانتی تم مجھے دنگ ہوں  
 یاد د الفت ستم کہینچ کے  
 وہ ہی ہوں کہ کرتی تھیں جہر ستم  
 وہ ہی ہوں جو کھاتا نہ پیتا تھیں  
 ادھر دیکھو او رشک ماہ تمام  
 کہا مہربانو نے ستمہ نوچ کے  
 مجھے تیری دوری بہت شاق تھی  
 کہ اپنے طلبگار سے دور تھی  
 ہوئی آج ایجان پوچھو تو عید  
 کہ جلدی نہو وے ملاقات کی  
 میسر ہو مجھ کو اوسکا وصال  
 کھلے آج قسمت سے میرے نصیب  
 کہ خالق کی خلقی نہو پیر کہیں  
 نہ گہرا گیا ہوں نہ گہراؤں گا  
 سجا کر کہا نور ہو جان جان  
 بہت سے محافظ مقرر کئے

وہ نازک بدن تھک گئی آخرش  
 بگالتے بگالتے یہ حالت ہوئی  
 مگر کچھ نہ بولا وہ خود جان کے  
 وہ ہوتا تو کیونکر نہ دیتا جواب  
 ہر اک سو سے گوشے کھلے وہم کے  
 مراد دل پہ اس وقت قابو نہیں  
 وہی ہوں کہ سب تاج کے گھڑا کو  
 وہ ہی ہوں کہ تم بات کرتی تھیں  
 وہ ہی ہوں کہ صورت کھاتی تھیں  
 وہ ہی ہوں ترپتا ہوتا بار بار  
 یہ سنتے ہی سن ہو گئی اور بھی  
 ارے سچ بتا تو ہی ہونگ ہے  
 ترا حال سن کر روتی تھیں  
 میرا زور چلتا نہ تھا باپ سے  
 ملا یا خدا نے مجھے یار سے  
 مجھے ایک کرنی ہے سخت ضرور  
 تو میں تین چلے عبادت کروں  
 رہوں آپ روزہ سے لیل و نہا  
 کہا اوسے جانی جو چاہو کرو  
 غرض دے کے تسکین گہری لگیا  
 فرسے فقیروں کو کھلاو ایسے  
 ہوا آپ مشغول سیر و شکار

شاہزادہ اس سانچہ قیامت خیز سے بلبلانے لگا  
 سے لہو بہانے لگا مگر دوستوں کی امداد سے کام آسان  
 ہوا محبوب کو غم قید سے چھوڑا وطن پہونچا

نراکت سے آنے لگے غش غش  
 مری ران جاتی نہیں سچ چھوٹی  
 کہ یہ فعل لاوے گی بچان کے  
 اوس وقت چہرہ سے اٹھانے  
 کہاں کی طرح خم ہوئی سہم کے  
 کہیں دیو یا ہوت تو تو نہیں  
 سمجھتا تھا کعبہ در یار کو  
 جگر پر کبھی ہاتھ دھرتی تھیں  
 کبھی میری بالین تکا تھیں  
 وہ ہی ہوں کہ تھا تم پر دل سنا  
 گبٹنے لگا دل کا کچھ طور بھی  
 عجب شکل و صورت عجب رنگ  
 محبت سے بے چین ہوتی تھیں  
 آٹھاتی تھی بارالم آپ سے  
 چہرہ اگر عجب دیو خوشوار سے  
 خلل اس میں ڈالین نہ ہرگز حاضر  
 گھر سے فقیروں کے دامن ہوں  
 کروں سجدہ شکر پر وردگار  
 میں بندہ ہوں مجھے نہ ہرگز درو  
 عجب واقعی کام کرے گیا  
 ہو میں اب تو خوش مجھے فریے  
 رہا روز لیکن دنوں کا شمار  
 غم ہر دہرین مرنی ہی  
 کہ شوق ہو گیا درد و غم سے جگر  
 کہ بڑا کسی ڈھب یہ بار ہو



## عیش و عشرت کا سامان ہوا

محبت نو کاش مخلوق کو

ادھر غم سے اوبت کا یہ رنگ تھا

ادھر جب کہ اٹا وہ برگشتہ محبت

کوئی بوالہوس آن کر لے گیا

کہا ہاے یہ کیا غضب ہو گیا

خزان کر گئی آکے زار و نزار

بہلا کیون ناب رست یاس ہو

کبھی نقش پا اوس کا لیتا تھا چوم

کہ عاشق تمہارا پہلا جان سی

یہ حالت جو دیکھی تو سب ڈر گئے

یہ عادت میں ہے چرخ دوار کی

مگر نالہ و آہ کم کیجئے

کہو اب اسی دوست ملج سے

وہاں جا کے خود ہم نکالیں گے راہ

کیا کوچ پہر بانہرا ان الم

چلا دل کو ہاتھوں سے تھامے ہو

نہ ملتا کبھی اوس پر ی کا سرخ

کہا اب کہو دل کہ ہر جائے

وہ بڑا اتارا با منج امان

کہا اب نشان اور چلتا نہیں

کہا حسب دستور اے صاحبو

محبت سے شربت پلایا نہیں

کہا پہر وہیں جا کے خدام سے

کہ یہ جس کا لوگوں پا صاحب

کہ چہاتی پہر تہا دل تنگ تھا

تو سنتے ہی دل ہو گیا تخت تخت

بنا کیمیا سب کو جل دے گیا

کہ برباد عیش و طرب ہو گیا

مگر عشق کی خوب دیکھی بہار

ارے ہاے ظالم تراناس ہو

کبھی دل پکڑ کر چاٹتا تھا دہوم

اسی درد و دوری کے ظہان ہو

کہ یوہ تو بالکل سفر کر گئے

فقط دل لگی ہے ستنگار کی

ذرا ٹھیرے اور دم لیجئے

کہ آگاہ کر دے ہمیں ہ سو

یونہیں حال کیجئے نہ اپنا تباہ

کہ کیون کر ملے دیکھئے اجنم

محبت لئے اوس کو جب کاے کو

یہ رہتا قیامت تلک ل بہ داغ

سہیں ڈوب کر آج مر جائے

ہوا لیکے پہر سب کو آگے واپس

یقیناً یہیں ہے وہ نہرہ جہین

ہیان آؤ بیٹو ذرا سانس لو

وہیں لا کے کہانا کھلایا نہیں

رہے ہم نہایت ہی آرام سے

جسے دیکھ کر عقل حیران ہے

ادھر شاہزادہ بیابن مسین

ہوئی شاہزادے کو لینے خبر

وہیں گشتہ ناز سیاب سا

ہوے خارا فوس جسکے لئے

وہ گل ہائے گلچین لڑا لیکیا

غرض شاہزادے کو اٹھا جوں

صبا سے وہ کہتا تھا باد صبا

خبر لو نہیں دم میں پہر دہن میں

کہا پور دستور نے اسی جناب

یونہیں شعبہ سے اپنے دکھ لایا

وہ تدبیر کیجئے کہ ہو دی وصل

بتا دے جہاں وہ پرزیر ہو

غرض شاہزادہ نے ٹپال زر

بیشکل بلا تھا سو پہر کہو گیا

ہوا خضر ملج اوس راہ میں

وہ دریا ملا جب کہ با صد خروش

ولیکن کیا فضل اللہ نے

یہاں تک کمال اوسنے آخر کیا

وہاں جو مقرر تھے خدمت گزار

غرض لیگے اوس کو اکرام سے

کئے ہوش کہانی کے سب دست

مگر یہ تو بس بلا و بہکوا جی

فقیر دن کو کہانا کھلاتا ہے

نہ چوڑے یہ عاشق ز عشق کی

رہا دیر تک صید کے دھیان میں

کہ لو خاک میں بل گیا سیمبر

تڑپنے لگا ہو کے بقیاب سا

اوسینے یہ گل آخر ش کوئی

مجھے خار و درد و الم دے گیا

تفکر میں بیٹھا مگر سرنگون

یہ پیغام پہنچا نہ بتلا ہوا

یہ صدمہ کچھ اوس کیلئے کم نہیں

مناسب نہیں اس قدر اضطراب

مصیبت سے پہر یار ملجائیگا

یہ رونا بڑھ دیکھا درد و ملال

کہ اسکام میں وہ ہی اوتا ہو

گٹایا وہیں یار کے نام پر

مراد دل فسدہ سا پہر ہو گیا

گرا تھا نہیں چاہ سے چاہیں

تو سب ہو رہے دیکھتے ہی خوش

کہ لکڑی کے بڑے پہ ملج لئے

کہ لے جانے در پر کھڑا کر دیا

انہوں نے اونیہیں دیکھ کر بھڑکا

بٹھایا بچھونے پہ آرام سے

ہوئے ہاتھ و پاؤں چالاک و جا

ہیان کون رہتا ہے ایسا سخی

سخی ہے سخی بلکہ داتا ہے وہ

بہلا دیکھنا کیا سنا ہی نہیں

نہ کیا مگر ایسا حاتم کہیں



یہ سنتے ہی اکا وینیں لاجوان  
 سنا شاہزادے نے جناب پاک  
 حکیم اس جگہ ہو تو ڈھونڈ بیٹے  
 پہلا بھرتو تبتلا واسے مہربان  
 انہوں نے جو بیچ بیچ تھا کہ کیا  
 ہمیں تو نہ تھا اس قدر اعتبار  
 کہ آج آئے ہیں اس طرح کے فقیر  
 کہا رنگ ڈھنگ اونکے پہچان کے  
 وہ پانچ آدمی ہیں نہایت تبا  
 مگر ان میں سے ایک جوان حسین  
 بہ تعلیم کرتے ہیں گفت و شنید  
 وہ یوسف لقا تاکہ آگاہ ہو  
 مگر اپنے برقع کا آپٹل کتر  
 طبیعت ہوئی شاہزاد کی شاہ  
 انگوٹھی اسی ہار میں باندھ کر  
 ذرائع اور بد کی کرنا تیز  
 کہا مہربانوں نے آ او ہر  
 اوس وقت پرچہ پرچہ دکھا حال  
 وہ پرچہ نہ تھا نقشِ شیر تھا  
 وہی سرین سودا وہی ہی جوتن  
 بچایا ہے اب تک تو ناموس رنگ  
 لکھا شاہزادے نے ایجان بن  
 لکھتے تھے سے چار انہیں  
 یہ لکھ کر روانہ کیا یا ر کو  
 کہا تک کروں شکر اس کا ادا  
 کہ ہے مہربانوں کا مسکن یہاں  
 اگر اہو کے بے چین بڑے خاک  
 جو ممکن ہوا کچھ کرینگے علل ج  
 کہ رہتی ہے کیوں مہربانوں یہاں  
 یہ سنتے ہی عاشق نے سجد کیا  
 مگر شکر احسان بدوردگار  
 کسی دام میں ہیں بظاہر ہیر  
 ابھی عرض کر موبو آن کے  
 زبان پر فغان دلیں خچن لب کو  
 کہ چشم فلک نے بھی دیکھا نہیں  
 وہ چاروں ہیں گویا کھسکے مرید  
 ملاقات کی پھر کوئی راہ ہو  
 نشان کے لئے رکھ دیا خوان پر  
 کہا اب بنجاوین گے ہم نامراد  
 الگ ڈال دی ہاتھ سے خوان پر  
 ترک ہے رکنا نہایت عزیز  
 ترک ہے رکھ دے الگ ہاتھ پر  
 جو گذارتا اندوہ رنج و ملال  
 جو کھولا تو سیمہ اوس میں تھرتیا  
 وہی دین شورش ہوا آنکھوں میں خون  
 مگر اب مقابل ہے شیشہ کے سنگ  
 ادھٹایا ہے خود تھے زنج و من  
 قصور اس میں بیشک تہنیں  
 بولایا او ہر دوست تبار کو  
 مری جان تم دوستوں پر فدا  
 سخاوت میں وہ آج مشہور ہے  
 مگر پور دستور نے یوں کہا  
 اسی طور سے الغرض ٹال کے  
 اگر وہ حسین ہے دلارم ہے  
 کہا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا  
 او ہر حسب معمول خدام نے  
 یہ سنتے ہی لونڈی کو بھیجا وہاں  
 وہ آئی تو دیکھا اونہوں کو ادا  
 فقیر دن کی صورت بنا لے ہوئے  
 بظاہر وہ ان سب کا سردار ہے  
 وہ سمجھی کہ مان آن پہنچا عزیز  
 کسی خوان میں بہر کے کچھ ہو چلا  
 وہ پہنچا تو جان آگئی جان میں  
 پڑا تھا وہیں ایک پھول نکال کر  
 کہا یہ ہی تحفہ ہے درویش کا  
 وہ لونڈی نے لیجا کے تحفہ دیا  
 جو سینے سے بیکر لگایا اسے  
 لکھا اور مخفی روانہ کیا  
 کہلا بیدا ب تک نہ جاؤں نہ  
 وہی میں وہی اٹک وہی شراب  
 گرا چاہتا ہے خبر لیجئے  
 وہ بڑھیا نہ جوائے شک ماہ  
 میں تدبیر میں ہوں نہ گہرا  
 کہا دوستوں کی عنایا سے  
 بس تنی مدد اور بھی کیجئے  
 علاوہ ازین غیرت خوب ہے  
 کہ یہ شخص مرگی میں ہی مبتلا  
 کہا اور باتوں میں یوں اٹل  
 تو اوسکو ریاضت سے کیا کام  
 مگر گنج عظمت ہے اب تک بچا  
 کہا جا کے محبوب کے سامنے  
 وہ بیتاب ٹیرے ہوئے توجہ  
 کیا جا کے بانو سے یوں التماس  
 کوئی دلچہ صد سادہ تھا ہے  
 کہ چہرہ سے شوکت نمودار ہے  
 نشانی کی اب بھیجے کوئی چیز  
 روانہ کئے ایک لونڈی کے ہاتھ  
 لیا چوم دلار کے یہاں میں  
 کہا ہے یہی قابل گلزار  
 یہ لیجاؤ ہو گا سب عیش کا  
 جو سنکر گئی تھی گزارش کیا  
 تو تھوڑا سا کچھ چہن آیا اسے  
 وہ قاصد نے عاشق کو لا کر دیا  
 تری مہر ہے گنج ناموس پر  
 وہی سوہن ہوا وہی ہے کباب  
 جو تدبیر کرنی ہے وہ کیجئے  
 تو کیوں اس طرح سے ہیں کہانا  
 دعا آپ سے ہو تو نہ رہے  
 ہوا فائن محبو ہر پاسے  
 کہ تخت سلیمان بنا دیجئے



دعا دیکے اوسنے کہا واہ وا  
 گیا اور آخر بنا کر اوسے  
 وہاں جشن شادیکا سا مانج  
 وہی روز تھا عین اقرار کا  
 کوئی سیمت کوئی غنچہ دہن  
 یہ اتنے تو وہ سب کی سہاگن  
 وہیں پور دستور نے یہ کیا  
 کہ مہیا ہے گرسی بہوشنگ شاہ  
 سمجھتا ہے آج وصل صفر  
 رہا دھر سو محفل میں ڈالا آسے  
 کہا یا آہی یہ کیا بات ہے  
 ہمیں بچتیں کی قسم اسے حضور  
 اڑا لے گئے رشک ماہ منیر  
 دیا حکم ہاں ہے کوئی گل چلا  
 بلا ہی مگر اوسکی گرتی نہتی  
 رفیقون کو اپنے وثیقے دیے  
 یہی روز خالق دکھا وہیں  
 کہ ہرے تولے ساقی گلزار  
 پلا باوہ ارغوانی مجھے  
 سنی ہے یہ اک درستان کٹن  
 نہایت ہی تلاش مفلس غیب  
 خفا ہو کے دنیا سے منہ موڑ کے  
 مگر علم یا پیشہ یا کوئی فن  
 اٹھایا زیادہ جو حد سے ممن  
 اجازت اگر آپ سے پاؤں میں

سلامت رہیں آپ رشک ماہ  
 دیا شاہزادے کو لا کر اسے  
 خبر لے اسے دل کدھر دیا کج  
 عجیب شور تھا وصل دلدار کا  
 بناتی تھیں اس گل کو گل پیر  
 اڑے ہوش لینے کہ غش ککڑ  
 کہ اس پر زن کو بھی بیٹا لیا  
 بڑا جشن محفل میں ہوا خواہ خواہ  
 نہ کچھ فکر دل میں نہ بچ و الم  
 کیا خوب ہی زیر و بالا آسے  
 ترا قہر ہے یا طلسمات ہے  
 کیا پانچ شخصوں نے دل جو چور  
 ہمیں کر گئے دام غم میں امیر  
 گراوے نہیں غیرت گل چلا  
 وہ تقدیر تھی بے پھرتی نہتی  
 اڑا لے لگا خود مرنے لیسک

یہ کہنا نہ کلمہ زبان کی کہی  
 وہ سعاد بھی ہو چکی تھی تمام  
 رفیقون کو بیٹھا کے اس تخت پر  
 وہ بالو بھی بیٹھی ہوئی تھی ہاں  
 وہ کٹنی بھی بانی برج دالم  
 مگر مہربان تو پہچان کے  
 اڑے اور اڑ کر گئے عرش پر  
 نہ لینا نہ دینا مگر چین سے  
 اوس وقت گٹنی کا سر کاٹ کر  
 انہوں نے جو اوپر اٹھائی نظر  
 کہ اتنے میں دو چار خدام نے  
 فرشتے تھے برقع میں لٹائے  
 وہ دیکھو وہ دیکھو وہ جاہل  
 ابھی تو پند بندوق کی فیر ہو  
 یونہیں رہ گئے یہ تو جہان کے  
 مرنے دلربا کے اڑا تار

داستان خشت زن کی جسے مفلسی کے مارے گہرا چھوٹا  
 اہل واقربا سے شہ افت توڑا مگر ازندان پہنچا ایک  
 سوداگرچی پر شیدا ہوا مفلسی میں جنون پیدا ہوا آخر  
 فضل ذوالجلال ہو گیا محبوب وصال ہو گیا

نہ گہراور نہ باہر نہ پونجی نہ دہن  
 وہ تھا آدمی زاور رشک پری  
 اسی واسطے اپنا گہرا نہ کر  
 کہا مان سے اسے مادر مہربان  
 کہا مان نے رو کر ایجا بن

میں جاتا ہوں لایا بنا کر ابھی  
 کہا اب نہیں کاہلی کا مقام  
 اڑا اور محلوں میں آبا اوتر  
 کٹری تھیں اوسے کئی لونڈیاں  
 کٹری تاجتھی تھی وہیں دمدم  
 گئی بیٹھا اوس تختیران کے  
 وہاں سے عجیب لطف آیا نظر  
 قیامت ہے اک شور اور شین سے  
 دیا پھینک اوپر سے ہوشنگ پر  
 تو حیران ہوئے تخت کو دیکھ کر  
 کہا آ کے ہوشنگ کے سامنے  
 کہ یک بارگی چرخ سے آنکے  
 ہمیں چکیوں پر اڑاتے ہیں وہ  
 اگر گر پڑے تو عجیب سیر ہو  
 وہ گہرا پے پہنچا مہربان کے  
 وہ غم ایک ہی دم میں جاتا رہا  
 مے وصل دلبر پلا دیکھیں  
 ہوا پہر نشے کا دوبارہ تار  
 ساؤن تھی اک کہانی تجھے  
 کہ اوجین میں تھا کوئی خشت زن  
 وہ کہاتا تھا پی پی کے آنسو میں  
 حسین مہربین غیرت مشتری  
 گلے پڑ گئی مفلسی آن کر  
 ہوا مارے فاقون کے میں نیجاں  
 ہلا کس لئے چھوڑتا ہے وطن



ذرا سوچ تیرا کدھر دھیان ہے فوائد ہی ہیں گرچہ ہمیں کثیر اگر کوئی جنگل ہو ہو خار خار جدہر جائیں جو بنی کہاتے ہوئے کرین اوس کی عزت صغیر و کبیر جہان جائے ہو جائے ہر دل غر سواس کا ہر وسہ نہیں میری جان بسین گئے گلستا نہیں آگے بوم یہ سن سچ اُسے دیا یوں جواب سفر ہے بلا شک ظفر کا سبب ملا راستہ میں کوئی کاروان کسی نے جو لہد اُس کو دیا نہایت حسین اور صاحب جمال نظر ملتے ہی ہو گئے لوٹ پوٹ مگر وہ پر زار در شک متہر کہا ہائے ایدل ڈبایا مجھے ارے اور والے ذرا دل بہنال مگر آہ دل نالہ ہائے حسیگر ہوا اتفاقاً جو بانہم عشاق ارادہ ہوا عقد پھر کیجئے شریعت کی رو سے یہ شیریں صلاح اُسے سے غرض منعت کر دیا کہا یا اثر دل نے حاصل کلام نہ تھا وصل اس طور کا دہشتان کہا ہائے دلبر چلا جائے گا	کہ حب الوطن بھی تو ایمان ہے مگر چند شخصوں کو جیسے امیر تو بن جائے گلشن وہ رشک ہوا چلیں لوگ آنکھیں بچاتے ہوئے بجالاتین خدمت امیر و فقیر حقیقت میں ہی شاعری خوب چیز دو ہی دن میں آتی ہر اس پر خزان ٹھانچے لگا وے گی بادِ موم بجائے جو فرما رہی ہیں جناب نر ہو یگا اوس جا یہ بے تعب گیا ساتھ اُسکے یہ مازندران فقط اُس نے اُسپہ گزار کیا پھر صباحت کا بدر کمال جگر میں لگی تیر مڑگان کی چوٹ تکبر سے کب دیکھتی تھی ادھر کہان جا کے تو نے پہنایا مجھے کہان میں کہان کہان یہ سوال دکھاتے ہی ہیں آخر ش کو اثر میان لئے تھا ہوسکتے ہی طلاق مے وصل بار دگر پیچئے کسی غیر سے پہلے کیجئے نکاح مگر قول و اقرار یہ کر لیا ہوا وصل سے آگے وہ شاد کام خدا نے کیا آن کی آن میں بچے چہن کس طرح سے آگے گا	کتابوں میں لکھتے ہیں یہ حکیم کہ خدمت میں لو کہیں چالاک ہیں دوم بہ جینان غنچہ دہن سوم جو کہ ہو علم سے بہرہ ور چہارم جو شاعر ہو شیریں سخن غرض تجھ کو ان میں سے کوئی کمال نکل آئیں گے خار جس باہن گل پہر و گئے اڑاتے ہوئے خاک ہول مگر سر میں میرے ہوا یہ خلل غرض ہو کے رخصت ہو شکل تمام محلہ میں سودا گردن کے کہیں کہیں ایک دن ایک رشک مقرر اُسے دیکھتے ہی میان خشت زن بلائیں اشاروں میں لینے لگے نئی حال پر اوس کے کچھ التفات بنے وصل یان یہ بناء نہیں غرض جان اور دل پہ کھیلایا قضا را وہ غارت گر عقل و دین مگر بعد چہ سے یہ صورت ہوئی مگر حسب فرمان غزو جل ہوئی اذ کو جب اجنبی کی تلاش کہ اے بہرہ ور مبتلا و فراق بجہن بت سے ملتے ہی گانے لگا غرض نور کا جب کہ ترکا ہوا مناسب نہیں اب اسے چھوڑنا	جہان میں ہے غربت بلائے عظیم جہان جائیں جو جائیں کر دین جو صحرائیں مہین تو کر دین اُسے ایک سا ہے سفر اور حضر اُسے ہی ہے غربت میں لطف و طین نہیں ہے مگر ایک حسن و جمال نر ہوئے گا بلبل کا یہ شور و غل میسر نہونگے بجائیں کے پھول کہ سیر و فی الارض پر کر عمل چلا کر سے وہ گھر کو کر کے سلام ہوا ایک مسجد میں گوشہ گزین ہوئی اپنے کو کھٹے پہ آجلوہ گھر گئے ہول سب اپنا رخ و سخن دل و جان و دین نذر دینے لگے گئی اور یہ رہ گیا آل کے ہات لگا دل جہان کچھ لگا نہیں خوشی سے غم پھر جیلا کیا بیا ہی ہوئی تھی کسی کو کہیں کہ کم رفتہ رفتہ کدورت ہوئی نجان کھٹھاپہ کر کے عمل تو نکلا وہی مرد دل پاش پاش سحر او شمع کے دینی پریگی طلاق یہ پولا کہ نہیں بجائے لگا عجب دل کو عاشق کے ہر کاہو بنے جس طرح گرین کا جیوڑنا
--	---	--	--



لگایا اگر اپنی قسمت نے زو  
 ملے یک بہ یک آکے تجھ صاحب  
 وہ پہلا جو شوہر ہے شوہر نہیں  
 سحر چوڑے لے کا نہ مذکور ہو  
 یہی ذکر کرتی تھی وہ خوش نصیب  
 یہ سنتے ہی بولا وہ للکار کے  
 چڑھے ہو مشکل مرے داؤن پر  
 چلے جاؤ بس اپنے گھر خیر سے  
 کہیں سر پہ کیلی قضا آن کے  
 کیا وصل دلدار نے بلغ باغ  
 یہ سب سنتے ہی اپنے دل میں  
 کہا ماتہ پھر اس طرح جوڑ کے  
 دیا خشت زن نے یہ سنکر جواب  
 پہلا اسکو میں کس طرح چور دون  
 مرا باپ تاجر ہے شیراز کا  
 جو اسباب تہارہ میں لنگیا  
 جو ہے تو حقیقت میں تاجر سپر  
 کہا اوسنے تصدیق کر لیجئے  
 اسی پر غرض ہو گیا انفصال  
 گداگر بھی میں ایسا دینا نہیں  
 سوا باپ ما ہے سوا کل تباہ  
 مہینا جو پورا گذر جائے گا  
 رہے جبکہ وعدہ میں دین و ز  
 پیش سے کبھی دل کی سوتا تھا  
 ہوا ایک شب اور زیادہ جنون

نڈیونگے اسکو مچا دینگے شور  
 بہلا کس کے ہو دینگے انصیب  
 وفا کا ذرا اوس میں جو نہیں  
 مری عرض لکھ منظور ہو  
 کہ اتنے ہی میں آن پہنچے قریب  
 پڑا ہوں ابھی برہمن دلدار کے  
 بس اب سرگور گڑا کرو پاؤں پر  
 تمہیں کیا ملے گا مرے میر سے  
 بناتا ہے باتیں جو یون جان کے  
 کروں بات تھے نہیں یہ دماغ  
 کہ لو خوب آکر بلا میں پہنچے  
 جو جا ہو سوس لیلوا سے چٹو کے  
 کہ یون کر رہے ہو کچھ کیا  
 میں خود اپنی قسمت کیون پڑو  
 میں بندہ نہیں حرص و آرز کا  
 وطن یون گیا باپ یون چنگیا  
 تو مان قول کی اپنے تصدیق کر  
 مہینے کی مہلت مگر دیجئے  
 میسر ہوا اور چندے وصال  
 اگر دیکھتے گھر میں پیا نہیں  
 قرابت جو دیکھو تو بس واہ واہ  
 تو پھر دیکھتے کیا غضب آیتگا  
 لگا کہنچے نالہ سینہ سوز  
 وہ شب کو نسی تھی جو روتا تھا  
 چپکنے لگا چشم گریان سے خون

یہی ٹھان کے دل میں ہنسنے  
 قسم کہا کے کہتا ہوں ایمان  
 بہلا دیکھہ ناحق کو ہو کر خفا  
 کہا اوس نے اب میں ہو گئی جلا  
 کہا سائیں صاحب ہر آئیے  
 مجھے ایک دم سے تھا اشتیاق  
 کہینے ہو تم سب کے سب مل میں  
 وہ بولے یہ سنکر عجب میر سے  
 کہا بس زیادہ نہ بک بک کرو  
 چلے جاؤ دیکھو ستاؤ نہیں  
 رڈالایہ بہکا کہ سب بھول کے  
 کئے سے ہم اپنے پشیمان ہوئے  
 یہ بہتر ہے دولت سے اکر سے  
 دو دم مجھ کو تم جانتے ہو فقیر  
 خفا ہو کے آیا ہوں گھر کے  
 انہوں نے کہا سنکے اسبات کو  
 نہ جھگڑا پھر آدیکا کچھ درمیان  
 انہوں نے کہا یہ بھی منظور ہے  
 لگا سوچنے دل میں پر خشت ن  
 وطن ہی میں رہنا اگر چین سے  
 غرض اینٹ پتھر کہ روڑا ہوا  
 کرو عیش پر اور چندے عمل  
 اوہر غم کہ دلیر چلا مات سے  
 کبھی شعر پڑھتا تو اس درو کے  
 زمین سے جو نالہ گیا عرش پر

لگا کہنے محبوب سے جان من  
 میں قربان تجھ سو جان سے  
 کیا کس قدر تجھ جو رو جفا  
 تو مجھ پر خدا ہے بن تجھ پر خدا  
 وفا اپنے وعدہ کو فرمائیے  
 بہلا کس طرح اہل کو دیدن  
 خلل آکے ڈالا مرے وصل میں  
 ارے جان کی تو ذرا خیر ہے  
 فقیر دن کے غصے سے بابا ڈرو  
 جلو کے جلوں کو جلاؤ نہیں  
 دیا خاریون وصل سے پھول کے  
 بہت دق ہوئے خوب حیران ہوئے  
 مرے ہاتھ آئی ہے تقدیر سے  
 ولیکن میں ہوں اپنی گھر کا امیر  
 کیا تنے کچھ اور مجھ پر گمان  
 کہ ہم چاہتے ہیں فقط ذات کو  
 وہ جو رو بنے گی تو ہو گا میان  
 مہینا بہلا کو بسا دور ہے  
 کہ ایدل بہان تو نہ دولت نہ دین  
 تو کیون بہاگ آتا میں آجین سے  
 انہیں سے ہے شہر بھی جوڑ ہوا  
 پھر آخر تو آئی ہے اپنی اہل  
 اوہر یہ کہ عزت گئی بات سے  
 کہ آنسو نکلتے تھے ہر فرد کے  
 فلک گر پڑا کانپ کے فرش پر



<p>             اسی شب اسی شہر کا شہر یار              ہوا اس طرف ہی جو اسکا گذر              کہا کون ہے در پہ اسے مہربان              غم عشق کما لئے میں ہم مردہ              کہا شاہ نے چہر کر ایچوان              سمجھتے ہو نغمہ مری آہ کو              کہا شاہ نے خیر کیجے صاف              کہا پھر تو سب ماجرا سے فلک              یہ سن گن کے خست ہوا بادشاہ              زرو مال کچھ اور کچھ تحفہ جات              کہ مرزا بدیع الزمان کا مکان              یہ سنکر کہا سب سے مان جی              اوس کا غرض کر کے نوکر قیاس              وہ تحفے دیئے اور کہا اچھوڑ              برا حال ہے آپ کے دروسے              ہوا سنتے ہی خشت زن بقیار              جو بالفرض جیتا بھی ہوا وہ کج              غرض کچھ دیکھہ اس میں اسرار              نصیب ہون ہی سے آگیا ہوں یہاں              خسر نے کہا فترۃ العین ہو              ہوتے سب کے سب پرتو ایک مطلع              ملی بیٹھے ہی بیٹھے گہر میں مراد              چلو مرزا صاحب تہنیں شہر یار              یہ سنئے ہی موچہ میں کڑی پھون              غرض پہنچ کے شہ کو پہچان کے           </p>	<p>             قضا لا مع ایک خدمت گزار              کیا نالہ دل لئے دلین اثر              مجھے دروسے اپنے فرصت کہا              غرض کوئی ہوں تیرے ہمدر ہوں              سنا دو کوئی نغمہ جان تان              ڈرو دیکھو ہو لو نہ اللہ کو              سنا دو میں حال صاف صاف              جو گذرا تھا اول سے آخر ملک              نکی ظاہر کچھ ہی اوس پنکھا              کئے مصلحت جان کے سات ست              کہہ رہے وہ رہتے ہیں صاحب کمال              وہ مدت سے آئے ہوئے ہیں یہاں              اسے لیکن بل کے سبائے پاس              تمہارے لئے میں پیرا دور دور              ہوئے ہیں بہت ہو کر زرد سے              کہ یہ بات ہی کیا ہے ای کر دگا              تو یہ بھیجتا ہفت کشور کا باج              سڑی ہو جو لینے میں تکرار ہے              نہیں تم کہاں اور بندہ کہاں              مرے جی کے سکھ جان کے چین ہو              بنے خشت زن سے وہ مرزا بدیع              کیا دوسرے روز پرشہ نے یاد              بلاتا ہے اور ہے بہت بقیار              غلاموں کی باتیں بڑی گھٹن              گرا دوڑ کر پاؤں پر آن کے           </p>	<p>             چلا دیکھئے کوریت کا حال              پکارا شہنشاہ اویسے حاکم              کہا ہم ہیں درویش عاشق فرار              وہ سنکر گیا اور لایا اوسے              کہا قبلہ بندہ نہیں تان میں              زبان کیجئے بند اس طعن سے              یہ کیا شور ہے کیسی فریاد ہے              غریبی میں یعنی یہ صدمے سے              دم صبح پیر شاہ عالی مقام              غرض وہ ہی قاصد وہیں آن              سنا ہے کہ وہ اس جگہ پاپ سے              چلو ہم گہرا نکا بتائیں تمہیں              گیا سامنے اوس کہ جس دم غلام              سعادت اسی میں ہوا بیکسی              کہا ہے اگر دیر میں آؤ گے              مرا باپ مدت ہوئی مر گیا              پڑا ہوتا ہو کا کندھیں کہیں              کہا پھر خسر سے کہ حضرت سلام              خدا ہی نے رکھا مجھے خیر سے              مجھے تو یقین تھا کہ سچے ہو تم              چھٹے غم سے اور دل کو آیا قرار              بہت زرق برق ایک آیا لہو              کہا ہے ابھی جا کے لاؤ انہیں              اوٹھا اور ادھکڑ کر اکر تا چلا              کہا شکر ہو کس زبان خواہا           </p>	<p>             کہ خوش کون ہی کون ہی پائمال              کرم ہو جو ہو مہربانی ادھر              جنوں سے ہے دنیا میں غم کا راج              تعظیم گہر میں بٹھایا اوسے              سنا دن اگر حکم ہو شور و چین              نذو جان کو رنج اس لعن سے              سبب کیا طبیعت جو ناشاد ہے              مصیبت میں چہین سے ایتکا ہے              اٹھا اور گہرا دوسکے بھیجا غلام              لگا پوچھنے سب سے خود جان کے              چلے آئے ہیں روٹھ کر آپ سے              چلو چل کے اونسے ملائیں تمہیں              جھکا اور کیا خوب جبکہ کر سلام              کہ چل کر خبر لیجئے باپ کی              تو مردوں سے بدتر مجھے پاؤ گے              دہن گور کا خاک سے بہر گیا              جو روئی بھی جھڑتی تو کپڑا نہیں              بہلا جھوٹ کہتا تھا تہ سے غلام              نہیں تھے مارا ہی تھا بیر سے              ذرا ہوش میں آؤ بچے ہو تم              خوشی سے کیا شکر بروردگار              محلے میں ہر سو مچانی پکار              کسی ڈھب سے ہکود کہا و انہیں              نہیں پردہ سے پاؤں کسی بلا              مری جان اسے شاہ تیر خدا           </p>
---	---	---	--



نڈی آفتون سے بچایا مجھے  
نروال سے اُس کا گھر ہر دیا  
کئی عمر باقی کی پریشی سے  
سہلا سا قیا خاک آرام ہو  
یہ توفیق اب تو خدا سے تھے  
نشتے سے میں جب گر پڑوں جہنم کے  
ولایت کا اپنے نگہبان تھا  
مگر یہی تقدیر کا پیر ہوتا  
گر تاتا تھا ماستے کو دھڑات وہ  
تم عاشق ہو اللہ کے بچنا ب  
جوا یہ سہمی ہوتے تو پر کیا تھا  
شہنشاہ کو دیکھ کر ناشکیب  
خدا نے ہی چاہا ملے گی مراد  
ہوا بعد نہ ماہ کے شک ماہ  
کیا عرض لڑکا جوان بخت ہے  
ذرا کچھ بیابان کی سیر ہے  
مبارک ہمایون سمجھ کر یہ نام  
کسی معتبر سے سنا ہے کہیں  
ہوا ٹھیک سور برس کا جو سن  
سہلا کیا ہے اس میں بنا وہیں  
نہ دیکھو اسے چوڑو و یہ خیال  
بجہد ہو کے دیکھا جو وہ کہو ل کر  
جسے دیکھتے ہی گیا عقل و ہوش  
کسی نے یہ دی جا بگشتہ کو خبر  
کئی ماہ سے وہ عقل و دانش کمان

یہ دن آپا ہی نے کہایا مجھے  
ہزاروں سے بہتر غرض کرویا  
داستان فرخ قال کی جوڑی آرزو سے پیدا ہوا جیہاں ہوا  
تو یگانہ جہان کی تصویر دیکھ کر شیدا ہوا۔ دو آہ سے سینے  
میں دل جل گیا مجھ جعفر وزیر زادہ کے گھر سے نکل گیا  
تجھے یوں سناؤں قدم چوم کے  
رعایا کا دل بلکہ جی جان تھا  
کر لڑکا نہ کرتا تھا اندر میرا  
سدائات ملتا تھا مہیات وہ  
دعا کیوں سنو آپ کی مستجاب  
پڑے خاک کیوں پہا نکتے ججا  
عنایت کیا خود بخود ایک سیب  
بشرطیکہ ہو دل میں کچھ اعتقاد  
بہت شاد و خرم ہوا بابا و شاہ  
ہمایون ہے اور صاحب تخت ہو  
مگر جان کی سب طرح خیر ہے  
لگے کہنے فرخ اسے خاص نام  
نوشہ مٹائے سے مٹتا نہیں  
کیا اپنے محلوں میں وہ ایک دن  
ذرا قفل کہو لو دکھاؤ ہمیں  
کہیں دشمنوں کو نہ ہو کو ملال  
تو تصویر آئی کیسی نظر  
کلیجہ کپڑ کر مچا یا حسد و ش  
لیا تمام سننے ہی اُس نے جگر  
ارے باو لے جان ہی تو جہان

کیا شاہ نے او بھی سرفراز  
جو پہلے تھے نکبت میں آئے ہو  
کہیں تھا کوئی صاحبِ دست و تلج  
ہمیشہ رعیت کو رکھتا تھا شاد  
شب و روز رہتا تھا از حد طول  
فقیروں سے کتا دعا کیجئے  
الم سے میں روتا ہوں شام کو  
بڑا جب کہ حد سے زیادہ یہ رد  
کہا اپنے محلوں میں جا ہی جسے  
کیا شہ نے جاتے ہی اپر عمل  
اوسیدم بخومی بابا کر کہا  
مگر ہمایون سال تقدیر سے  
غرض شاہ نے ان کو نصرت کیا  
مگر جو کہ ہونا ہو تقدیر سے  
سہنا لا جو فرخ نے کچھ کچھ شعور  
وہاں ایک صندوق دیکھ کر  
کہا سب اسے کہ اسے ناز میں  
کہا چاہے جو درد دکھ ہو میں  
مگر شوخ طناد جا دو فلک  
کہا اے جانی عجب شان ہی  
کہا پیر یہ فرخ سے ایہ کہیں  
کہا کیا کہوں اب تو لا جا ہوں

ملا خوب قسمت سے بندہ نواز  
وہ دولت میں خود کے سائے ہو  
ہوئے شاہ آخر کو درویش سے  
زمین پر جواوندہ پڑا جام ہو  
کہ تو اسکو بہر کر پلاوے مجھے  
نہایت رحیم اور منصف مزاج  
سدا دل کو کرتا تھا وہ عدل داد  
دعا ہی نہوتی تھی ادنیٰ قبل  
ہمیں ایک لڑکا دلا دیجئے  
مگر آہ کرتی نہیں کچھ اثر  
کہیں سے کوئی مل گیا نیک  
ابھی جا کے بابا کہلا دے سے  
رہا شان حق سے اوسے نجل  
ستار دن کی گردش تو دیکھو ذرا  
اُسے عشق ہو دیکھا تصویر سے  
بہت کچھ زرا و سپہِ بصدق کیا  
وہ رکھتا نہیں لاکھ تدبیر سے  
کیا حضرت عشق نے آہور  
لگا سب سے کہنے وہ عالی گھر  
کوئی چیز اچھی تو اس میں نہیں  
مگر اب تو اسکو دکھا دو ہمیں  
سمن رو گل اندام غنچہ دہن  
فدا آپ پر دین دایمان ہی  
محبت کے پالے نہ پڑنا کہیں  
عجب کش مکش میں گرفتار ہوں



میں پالے پڑا عشق بیدار کے  
 دزیر دن سے پوہا جو نہ نے علا  
 ہوا باپ لاچار لقت دیر سے  
 سنا ہے اوی جو شل درویش  
 رفاقت سے بعض ہی پور ویر  
 گروہ جو ہتا اپنا آرام جان  
 نہ دیکھی تھی ایسی عمارت کہین  
 غرض اپنے اوس سیتن کیلئے  
 مگر ہو گئے تھے بہت مضمل  
 کما اپنے ہدم سوا جان سن  
 گیا پردہ عاشق کے فرمان سے  
 دہان بیٹھ کر شمع کے روبرو  
 کہی بت گلے سے لگا تا ہوا  
 آسے ہی لگا لون گلے سے ہی  
 کہا دل میں یہ کون آیا یہاں  
 کٹرے ہو گئے کان پہو لادن  
 کہ استنہین آخو دہان آٹھ چور  
 کہ رہتی ہے سونے میں ہر دم لدا  
 یہی عمدہ بیان مکر سکے  
 یہ رکتے ہوں ہر چنڈ اپنا کمال  
 یہ ہی کھ رہا تھا کہ پر آئے وہ  
 ہمارے یہ طاقت نہ تھی و عظم  
 جوانی میں سرشار خوبی میں جو  
 کوئی ایسی حکمت نئی کیجئے  
 ولیکن یہاں سے چلے جاؤں

مراد کوئی لے گیا چہیں کے  
 کہا یہ تو ہے سخت وحشی مزاج  
 کہا کچھ نہ ویکا تدبیر سے  
 اوی وصل دیر کے رانین  
 ہوا ہر رشک ماہ منیر  
 نہ پایا کہین اوس کا نام و نشان  
 بہت صاف اور مرد و عورتین  
 کئی روز تک خاک چھانا کئے  
 رہے رات کو شہر کے متصل  
 مجھے یاد آتا ہے غنچہ دہن  
 کہ جاتا ہی ہے اب تو یہ جان سے  
 لگا کرنے یاد بت شمع رو  
 کہی سر قدم پر جبکا تا ہوا  
 پنورون قیامت تلک پہر کہی  
 سہلا آدمی نصف شب کو کمان  
 کمان سیتن کیسا گل پیر ہن  
 لگے کرنے یوں بت کے آگے شمع  
 ارادہ ہی کچھ کچھ اُس سے بدی  
 اوس وقت پہر کے سب چلنے  
 پہنچنا ہے اُس ماہ تک بہ محال  
 مستحکم اوسکو اٹھالائے وہ  
 ابھی کاٹ کر سر چڑھاتے ہیں ہم  
 مگر ساتھ ہی خواب شیریں میں چپ  
 کہ مرنے سے اسکو بچا لیجئے  
 بیان بہر کرنا نہیں کچھ ضرور

بیابان کو جاؤنگا ابین گل  
 نہ مانے گا گھر سے نکل جائیگا  
 سپر دم بتو مایہ خویش را  
 گیا شاہزادہ بیابان کو  
 بہت دن رہا دل جگر خار خار  
 اسی جستجو اور اسی لہریں  
 دہان پہنچتے ہی وہ خستہ جگر  
 نشان جب نہ پائی کہین بائیکے  
 ہوا جب اندھیرا چپا آفتاب  
 مری جان اٹکی ہے دلدارین  
 ادھر جب کہ فرخ اکیلا رہا  
 دل آہوں سے جہازم پہنچا لگا  
 کہی رو کے کہتا خدا کی قسم  
 طبیعت جوتی اور بیکل ہوتی  
 پوجاری جو آدین تو کچھ نہیں  
 گھرا اور ہی آگے گیسے میں وہ  
 یہاں شاہزادی جو ہے باہر  
 اگر رات آجائے وہ مال دزر  
 کہا سنکے فرخ نے یہ نابکار  
 محل میں سولائین جو آکوا دھا  
 دہن رکھ کے کیا رہے کہا  
 اوہر شاہزادہ نے یہ کی جنگاہ  
 کہا دل میں فرخ نے اسے کہ  
 لگا کہنے یہ سوچو وہ جوان  
 ہماری خوشی سے خوشی ہو اگر

نہیں سر میں رنگ کے ہوگا گل  
 شکل یہ سر سے نکل جائیگا  
 تو دانی حساب کم و بیش را  
 ہتھیلی پہ رکھ کر عرض جان کو  
 پرے دشت و صحرا میں مثل غبار  
 وہ پہنچے یکایک کسی شہر میں  
 لگے ڈھونڈنے کو بکو در بدر  
 تو چلنے کی تجویز کی مار کے  
 تو فرخ کو ہونے لگا اضطراب  
 ذرا جا کے پر دیکھ باز این  
 تو اوٹھ ایک مندر کے اندر گیا  
 تو شمع کی شکل روئے لگا  
 مڑا ہے جو بلجائے اپنا صم  
 کہ اتنے میں پاؤں کی چھیل پئی  
 نگران سودے کوئی جن کہین  
 چہا بت کے چپے اندر سے میں وہ  
 سنی ہے یہ اوسکی خبر گوہ کو  
 تو سر تجھ پہ صدے کوین کا ٹکر  
 عجب طور کا کر گئے ہیں قرار  
 تو آنکھوں کا سرمہ چرانا ہوا  
 نہایت ہوتی ہمہ اسدم دیا  
 تو آیا نظر ایک تابندہ ماہ  
 یہاں آگے یوں جان جائیے  
 ہوتی نہ قبول یہ بیکمان  
 تو تم سے کیا کوئی آن کر



ہمیں نذر دے ہم کرینگے قبول  
 لگائی لگاتے ہی دو کر دیا  
 کہیں مال و زیور پارے نہ تھا  
 یونہیں اون میں ایک ایک باتا  
 وہ آٹھون کے آٹھون ہی حال کا  
 کیا شاہزادے نے زیر و بر  
 آٹھون آٹھون کو بہت سوچے  
 ہوا خوف سے رنگ چہر بکا زد  
 تمہارے محل تک میں پہنچا ونگا  
 کلیجہ ہوا دھک سے اس ماہ کا  
 اگر آج کو تو نہوتا یہاں  
 ہوئی جب کہ مضطر وہ شیریں  
 وہاں رکھ کے دستار سے بازہ کے  
 وہاں سے وہ پہر غیرت مہر ماہ  
 کہا شاہزادی لے لو واہ واہ  
 بتاؤ ہمیں اپنا نام و نشان  
 کہا پہر اجازت بہلا ابو دو  
 پٹ کر اسی فرش پر سو گئے  
 کیا قید اس نے اسے آن کے  
 حقیقت میں یہی تھا اسکا صلا  
 کہا میں اسے قید کیوں کر لیا  
 ذرا شرم آتی نہیں الامان  
 حیا ہے کیسی نہ کچھ شرم ہی  
 بہت شرم کر دہائی ندے  
 کہا قتل کر دو اسیدم اسے

نہیں تو نہیں اور ہونگے مول  
 ز سر تا قدم خون سے بہر دیا  
 اسے جا کے کہ دو بری ہی رہتا  
 وہ ہاتھوں کے جوہر دکھاتا رہا  
 ہوئے شاہزادے کے باعث تمام  
 دے ایک سر کے عوض آٹھ سر  
 تصدق کئی آدمی ہو چکے  
 ہوئے دست و پا بیکہ جسم مڑ  
 اگر زندگی ہے تو کام آؤنگا  
 کہا شکر و احسان اللہ کا  
 تو ہے ہے میں اوقت ہوتی کہ  
 اوٹھا لیچلا غیرت کو کہن  
 گیا آپ دیوار پر پھاند کے  
 گئی شاد و خرم سوئے خواب گاہ  
 بڑے تیز نکلی خدا کی پناہ  
 یہ جلدی جو ہے جائیگا کہاں  
 کہا بیٹھ جاؤ ذرا سانس لو  
 یہاں تک کہ بیہوش سے ہو گئے  
 مگر اور ہی دل میں کچھ جان کے  
 بہت خوب نیکی کا بدلا ملا  
 مرا یہ تو محسن ہے یہ کیا کیا  
 یہ قینچی سی چلتی ہے اب تکے بان  
 مزے سے ہمیشہ بغل گرم ہے  
 جو کچھ حال ہے یار کا دیکھ لے  
 ملے یعنی فرصت بہت کم ہے

جب آیا اکیلا کوئی بے خطر  
 اسے ہو گیا جب کہ عرصہ ہاں  
 گیا دوسرا جب کہ اس تاک پر  
 فنون اسکا سب پر اثر کر گیا  
 وہ آٹھون کیوں اور کیا ہو گیا  
 پہر اس سہمتی سے کہا اے صنم  
 وہ اوٹھی تو اوٹھتے ہی گہر گئی  
 کہا شاہزادے نے اسے ناز میں  
 کہا پہر جو گزرا تھا سب سو بھو  
 بڑی آفتون سے بچایا مجھے  
 ذرا اور اتنا کرم کیجئے  
 کلی کی طرح سے اٹھایا اسے  
 لیا پہر بتدیج او سکواٹھا  
 کہا شاہزادے نے صاحب گلام  
 اجازت تمہیں اور اوس پہر ہی  
 جب اصرار اوس نے بہت سا کیا  
 کہ لتنے میں دونو کو نیند آگئی  
 سحر لونڈیوں نے بہم و میکہ  
 ہوا رنگ و روشاہزاد کا فوق  
 بس لتنے ہی میں ہی آواز سے  
 محلدار سنکر یہ بولا وہیں  
 خدا کی طرف سے تجھے مار ہے  
 زبان روک بس وریا دہ نہ کیا  
 یہ کھ لیگیا کہینچتا شاہ پاس  
 مگر شاہزادی نے جب یہ سنا

تو فرخ نے تیغ قضا کیسج کر  
 تو چور و نکو خدشہ یہ گزرا یہاں  
 اسے ہی سولایا اسی خاک پر  
 مہا دیو ہی خون سے بہر گیا  
 برا چیتے سے برا ہو گیا  
 کیا تیرے سونے نے یہ کچھ ستم  
 کہ میں ہائے قسمت کہاں گئی  
 میں انسان ہوں آپائیے نہیں  
 دکھائیں وہ لاشیں جو تمہیں دے  
 حقیقت میں تو نے جلایا مجھے  
 ہمیں گھر ہمارا دکھا دیجئے  
 محل تک ہی ڈھب لایا اسے  
 کہ وہ کا دتھی اور یہ کہربا  
 اجازت ہے جاتا ہے یعنی غلام  
 اچی ہم تو جانے نہینگے کہی  
 تو تھوڑا سا کچھ حال بتلا دیا  
 یکا یک ہی غفلت سی کچھ چھا گئی  
 محلدار کو جا کے دیدی خبر  
 کہا دل میں اپنے کہ یہ شان جتا  
 اوٹھی آنکھ ملتی ہوئی ناز سے  
 کہ پٹے سے منہ اور تو کچھ نہیں  
 جتاتی ہے ہکو کہ یہ یار ہے  
 صفائی یہ دیدے کی اور بات تک  
 جو دیکھا تھا سب کر دیا اتھاس  
 بہت روئی اور سر کو اپنی دھنا



گئی چنختی باپ کے روبرو  
نہیں عدل کا ایک دن ہی ضرور  
یہ سنتے ہی لرزہ سا کچھ گیا  
کہ یہ ماجرا کیا ہے اور کیا نہیں  
ہوا ویکٹر منقل بادشاہ  
غرض قید غم سے چڑایا اسے  
تمہارا مرے سر پہ احسان ہی  
دیا شاہزادہ نے اسکا جواب  
رہا دوسرا جو کہ فرمان ہی  
محبت کا ہے میرے سینے میں جوش  
اب اتنی عنایت ذرا کیجئے  
یہ سنتے ہی شہ نے اشار کیا  
کہا توڑے دن ٹھیر جاؤ وہاں  
یہ سنکر کیا اور چندے قیام  
چلے آخرش پہر وہی ہار کے  
یہاں تک کہ پاؤں میں چھالے  
سب آج تک تنے صدمے سے  
یہ حسرت رہی قیامت تلک  
اگر ایک جا خوب مستائنگے  
کہا عشق میں بیٹھا عار ہے  
غرض جا کے ٹھیرے وہ جہنم  
پلا سا قیاس بد جام شراب  
اگر جام دینے میں کچھ دیر ہے  
عجب عشق و الفت کا ہے ماجرا  
شکایت رہی یہ ہی شام سحر

گزارش کیا حال سب موبہ  
پشیمان ہو گئے خدا کے حضور  
شہنشاہ کو خوف سا چھا گیا  
ستم ہی انور سے کسی پر کہیں  
کہا فی الحقیقت ہے وہ بیگناہ  
بلا پاس اپنے بٹھایا اسے  
اب اس کے عوض میں یہ ارمان  
کہ اسے واہ تقصیر کیسی جناب  
سر و چشم پر اسکا احسان ہی  
نہ دل کی خبر ہے کچھ تن کا ہوش  
کہ جعفر کو سیکر بلا دیجئے  
اوس وقت جعفر کو بلوا دیا  
کہ ڈھونڈ میں تمہارے صدم کا نشان  
کہ تھا کام ہی سو فقط اسکو کام  
گرفتار عشق ستمگار کے  
تپ غم سے جینے کے لالے پرکا  
کہیں یہ نہوجان جاتی ہے  
کہ دیکھا نہ دلبر کا قامت تلک  
تو پہر ہم سفر سے نہ گہرائنگے  
ہمیں موت ہی وصل لدا رہے  
بہت دن بعد ایک فقیر سے یگانہ جہان کا پتہ پانا خوشی  
سے پیرہن میں پہولانہ سما یا آخر کا سیم غ کے وسیلہ سے  
شہر و لدار تک پہونچا دولت وصل کے فرے اڑائے  
غم و الم کے عوض دلا رام کے ناز اٹھائے  
کہ ہونے لگا اب تو درد جگر

کہا خون ناحق سے باز آئیے  
ستم سے جو یہ حکم دیتے ہو تم  
کہا پر اسی حالت غیر میں  
اوس وقت وہ سر اسو کے بہرے  
میں نادوم ہوا اپنی تقصیر سے  
کہا میری تقصیر کیجے معاف  
کہ اسکو کنیز میمن لے لیجئے  
ہوا جو کہ ہونا تھا تقدیر سے  
مگر کیا کروں دل مرالیش ہے  
فراغت جب اس سے کہی پاؤنگا  
وہ ہو گا یہیں شہر میں آس پاس  
کہا شاہزادے نے اسی شہر پر  
جو قسمت سے لمجاو شاہد کہیں  
گئے اور قاصد پہر آئے نہیں  
جہاں تک بنا چہاں مارا جہان  
کہا رو کے جعفر نے اسے جانسن  
اگر جی سے اپنے گذر جاؤ گے  
شہر جاؤ توڑے دنوں کہیں  
پرا و سجا ہی کرتے رہیں گے تلاش  
کہیں یہ نہ کہوے کوئی خیر ہو  
بہت دن بعد ایک فقیر سے یگانہ جہان کا پتہ پانا خوشی  
سے پیرہن میں پہولانہ سما یا آخر کا سیم غ کے وسیلہ سے  
شہر و لدار تک پہونچا دولت وصل کے فرے اڑائے  
غم و الم کے عوض دلا رام کے ناز اٹھائے  
یہ جعفر نے دیکھا جو حال لبون

ذرا سوچ کر حکم فرمائیے  
تو دونخ کو خود مول لیتے ہو تم  
کوئی جا کے دیکھو تو اس میں  
کسی شخص نے روبرو لا دھرے  
چڑاؤ اسے جلد زنجیر سے  
ہوا مجھے یہ عقل کے برخلاف  
عنایت مرے حال پر کیجئے  
عبث عذر ہے ایسی تقصیر سے  
عجب مرحلہ محکوم پر پیش ہے  
تو دن آدیت میں آجاؤنگا  
ولیکن غم ہجر سے بدحواس  
اجازت ہو جاتا ہے اب خاکسار  
تو اسے شاہزادے تعجب نہیں  
پتہ کچھ نہ پایا کسی نے کہیں  
ولیکن نہ پایا کہیں ہی نشان  
محبت کی منزل ہوا بس کشن  
تو پہر زندگانی کہاں پاؤ گے  
نہیں جان لو تم کہ پہر تم نہیں  
وہ بیٹھے ہی مٹھلائے لمجاو کا  
مگر خبر جو تیری تجویز ہو  
کہ دل کچھ تو آجائے گا جہنم  
تپ ہجر سے ہو گیا دل کباب  
تو جینے سے اپنا ہی جی میرے  
وہ ٹھیرا اگر دل نہ ٹھیرا ذرا  
تو کہنے لگا ہونہ جادے جنون



ہوا تنگ حب نالہ و شور سے  
 اور اس ماہ پیکر کی تصویر کو  
 کچھ اسباب بھی قیمتی رکھ لیا  
 جو معلوم ہووے بتا دوہین  
 مگر ایک سیاح نے آن کر  
 جہان میں یگانہ جہان نام پر  
 قوی رائے روشن دل سرفراز  
 جدا ہے اگرچہ زمانے سے وہ  
 اگر تیغ کین دست نازک میں ہیں  
 پہنچا دمان کا ہے امر محال  
 پتا مل گیا مجھ کو اس ماہ کا  
 کہا شاہزادے نے مان کیوں نہ ہو  
 اُسے شوق ہے بچ اور تنگ سے  
 بدل لینے اس جازمانہ لباس  
 آٹھا آب و دانہ تو پھر چل دیے  
 مقابل ہوئے لاکھ آفات سے  
 تو جاتا دل سے صبر و قرار  
 دو سیرقت تیغ میان خون کال  
 قضا کار سیمغ نے آشیان  
 غرض جبکہ سیمغ آیا دمان  
 مگر اس کے بچوں نے رو کر کہا  
 سنئے ہی جا کر جگایا نہیں  
 مری جان ہو درو لکے آرام ہو  
 یگانہ جہان ہے جہزیرہ جہین  
 کہا جان دینے کی تجویز ہے

تو تدبیر کی عقل کے زور سے  
 سناتی تھی جو نقش تقدیر کو  
 غرض سوچ کر طورا چھا گیا  
 زراہ عنایت جلا دو ہمیں  
 بتائی تو اچھی بتائی خبر  
 اُسے عیش و عشرت ہی کا ہم  
 عدالت میں شاہ رعیت نو از  
 مگر خوش ہے گانے بجانے دے  
 جو رستم بھی آئے تو تھک پھیریں  
 کہ ہے راستہ میں مصیبت کمال  
 بس اب کیجئے کم گلہ آہ کا  
 بس اب دیر کیا ہے چلو اڑ چلو  
 دمان پہنچے اور ہی ڈھنگ سے  
 کہ رہو کے کیا نہ بالکل ہر اس  
 مگر ساتھ ڈھولک تمبور لائے  
 مگر منہ نہ موڑا کسی بات سے  
 بڑے ڈھونڈ کر ایک شجر سایہ دار  
 کیا ایک ہی دار میں انفصال  
 بنایا تھار کے تھے بچے دمان  
 تو سوتے ہوئے دیکھ کر دو جوان  
 کہ اٹھا انہیں چاہئے خون بہا  
 گلے سے اٹھا کر لگایا انہیں  
 کہ میرے لائق جو کچھ کام ہو  
 بغیر اس کے دم بہر مجھے کل نہیں  
 مری جان محبت بری چیز ہے

نیا ڈھنگ اور سنسکا لا دمان  
 لگایا وہیں ایک دیوار سے  
 مسافر جو آتا کوئی دور سے  
 یونہی ایک مدت گذار ہی ہاں  
 کہا ایک عورت ہے از جس حسین  
 سرانڈیہ تھنے سنا ہے کہین  
 اکیلی وہ رہتی ہے آرام سی  
 وزیر و امیر و رعیت سپاہ  
 قصار کوئی مرد جاوے اگر  
 یہ سنئے ہی جعفر ہوا شادمان  
 یقین ہے کہ معبود کے فضل سے  
 کہا شیرے ایک تجویز ہے  
 چلے ساتھ اسباب ریشگری  
 آئے گا بجا کر رجا و نیگے ہم  
 مہینوں مصیبت اٹھائے ہے  
 کسی دن ہونی ٹیک جب پر  
 اٹھائی جو ناگاہ اوپر نگاہ  
 آرام پہر چادرہ تان کر  
 کیا تھا و لیکن کسی کام کو  
 سمجھ کر انہیں اپنے دل میں بند  
 انہیں کے سبب بچے آج ہم  
 کہا اون سے اب دل میں خود ہو  
 کہا شاہزادے نے پہر اپ ہی  
 اگر باپ ہو رستم فرما ہے  
 مگر خیر مرضی تمہاری چلو

کہ بازار میں ایک کھولی دکان  
 کہ پوچھیں پتہ اسکا دو چار سے  
 تو کہتا کہ واقف ہوا میں حور سے  
 بتایا کسی نے نام و نشان  
 کہ ثانی نہو دے گا اسکا کہیں  
 اویجا کی حاکم ہے وہ نازنین  
 جھکتی ہے کچھ مرد کے نام سے  
 یہ سب عورتیں ہیں ہر ایک شگاہ  
 تو فوراً ہی سر ہینکدین کا کر  
 کہا جا کے فرخ سے اسے جان جان  
 ہوئے آجکل شادمان جیل سے  
 وسیلہ سنا ہے عجب چیز ہے  
 کہ خوش ہووے ہم سے دھڑک  
 پہر اپنا بھی کچھ راگ لاوینگے ہم  
 غذا کی عوض رنج کھاتے ہے  
 اور آثار عشرت کے آئے نظر  
 تو آیا نظر ایک ماریاہ  
 جو سوئے تو ہو لے جہان کی خبر  
 پہر اس جگہ سے کہیں شام کو  
 یہ چاہ کہ انکا بہادون لہو  
 نہیں مر چکے تھے خدا کی قسم  
 کہ تم آج سے میرے فرزند ہو  
 کہ ان کو کچھ کام ہے آپ سے  
 سرانڈیہ تک ہر کو پہنچائے  
 پرون پر سنبھل کر مرے بچے



یہ بیٹے تو پر وہ زمین سے اٹھا  
 وہ سیرغ کا ہیکو تھا ریل تھا  
 تو اسکو جلانا میں آباؤن کا  
 انہوں نے بھی پوشاک تبدیل کی  
 کمر تک جو لٹکا دیئے سر کے بال  
 گلستان میں دہوین مچاتی تھیں  
 انہوں نے مسافر جو پایا انہیں  
 کہا بڑھ کے فرخ نے سطور سے  
 یہ ناہید ہے میری چوٹی بہن  
 سلامت ہیں بی یگانہ جہان  
 میں آنی ہوں بی جان پر کھیل کے  
 میں صدقے اگر حکم فرما یہ  
 یہ سنتے ہی وہ آپ گالنے لگی  
 ہوا شور اے واہ صل علی  
 لگے ڈھیر بلیوں کے ہر چارو  
 صنوبر جو فطرت میں مشہور تھی  
 گئیں دونو ناہید جادو و نوا  
 ہمارا دل و جان تم پر فدا  
 مقدر کو اب آزمانے ہیں ہم  
 صنوبر یہاں تک ہوئی شادمان  
 چلو تمکو ملکہ تلک لے چلون  
 دل و جان اونپر تو قربان ہی  
 یہ فقرہ جو دونوں نے اسکو دیا  
 اویس وقت فرخ کو سکتا ہوا  
 تو کیونکر نہ آجائے عاشق کو غش

ہوا کی طرح آسمان کو چلا  
 سر اندیب جانا اوسے کیل تھا  
 متمین قید غم سے چڑا جاؤنگا  
 ارادہ کیا شہر کا بن سہوڑ  
 ہوئی زندگی عاشقون کو وبال  
 خوشی ہو کے گاتی بجاتی تھیں  
 تو نزدیک اپنے بلایا انہیں  
 میں قربان جاؤن سنو غور سے  
 یہ گائے تو ہل جائے چرخ کہن  
 کہ لے آئی جس کی محبت یہاں  
 بہت راہ کی آفتین جیل کے  
 یہ جی چاہتا ہے کہ کچھ گایے  
 بہن اوس کی طبلہ بجائے لگی  
 عجب گنگری ہے عجیب ہے گلا  
 گئی شام کو اپنے گہرا ہرو  
 یگانہ جہان کی وہ دستورتی  
 دکھاتی ہوئی ناز و غمزہ ادا  
 بجیں شاد دیا نے خوشی کے سدا  
 جو کچھ جانتے ہیں سناتے ہیں ہم  
 کہ تعریف میں اوسکی کہو بی زبان  
 یہ گانے کا سب حال اس گہون  
 یہی ایک مدت سے ارمان ہو  
 صنوبر نے بیجا کے حاضر کیا  
 غرض رہ گیا منہ کو تکتا ہوا  
 کہ کیون نہ موش و خر و بیشکیش

غرض دوسرے روز پہنچا وہاں  
 اتارا اونہیں اور دیا ایک پر  
 یہ کہ آشیا نے کو سپر ہو گیا  
 ابھی چونکہ خط کا نہ تھا کچھ ہو  
 چلے اور قسمت سے پہنچے کہاں  
 گئے اُنکے نزدیک حاصل کلام  
 کہا مہربانی سے پہرے بوا  
 مجھے لوگ کہتے ہیں جادو و نوا  
 بلالون میں ہوں ڈوننی فات کی  
 سنا ہے یہی شور و غل و در و در  
 وہ دن کوئے دیکھئے آیتنگے  
 کہا سب نے ہاں ہاں سنا و اجی  
 یہ گانی کہ غش سب کو آنے لگے  
 غرض ہر طرح دل رہا تھی رہیں  
 یہ دونو نقورین دلدار کے  
 سنا جب کے گلنے کا اُنکے بیان  
 کہا دوری سے غریب لہوا ز  
 رہیں رہتی دنیا تلک آپ شاد  
 یہ کہہ کر جو گانا سنا یا اوسے  
 کہا ڈوننی سے تو استاد ہے  
 یہ بیٹے تھے کہائے اوس پر گویا  
 اگر جا میں ہو دین فدا سات با  
 ہوا جا کے معشوق سے جُب جَا  
 رہے جسکی مدت تلک آرزو  
 یگانہ جہان نے کہا کیا ہوا

جہان تھی ستر گنگا نہ جہان  
 کہ تکلیف کچھ تم کو ہووے اگر  
 ہوا تھا ہوا کی طرح اُڑ گیا  
 وہ دونوں کے دونوں نے شکست  
 بہت سے حسین مجتمع تھے جہان  
 کیا دور سے سب کو جہاں کے سلام  
 کہو کس ولایت سے آنا ہوا  
 سلامت خدا تمکو رکھے سدا  
 بیان آ کے شیریں ہوں کلالت  
 کہ نصف ہیں عادل ہیں حسن و نور  
 کہ ہم اون کے قدموں تلک جانگے  
 جو دل چاہے توڑا سا گدا و اجی  
 شجر اور ہجر تھر تھرانے لگے  
 یونہیں دن چھپے یہ گاتی ہیں  
 پڑے ایک کوئے میں کلزار کے  
 بلایا اونہیں صبح اپنے بیان  
 کرے عمر خالق تمہاری دراز  
 کیا ہے نالائقون کو جو یاد  
 رہا یا کہ بے خود بنایا اوسے  
 یہ کبھی نہیں کچھ خدا داد ہے  
 کہا ان سلامت رکھے کردگار  
 کرے بال بیکانہ پروردگار  
 تو جاتے رہے عقل و ہوش توار  
 وہ ہو جائے یون یک بیک  
 سبب کیا اسے غشی یہ کیوں سنیا



کہا شاہزادے نے دل کو نہ ہلا  
 ہزاروں شہنشاہ دیکھے مگر  
 یہ نقشہ جو آنکھوں میں اب جم گیا  
 اس واسطے ہوش جاتے رہے  
 یہ چاروں طرف فرش کجواب کا  
 کہا خیر اب کچھ سناؤ ہمیں  
 ہمیں پیار جب تم پہ آنے لگا  
 شفا کی ہے امید کس کو ہلا  
 درِ یارِ میر کے دل نے کہا  
 بس اب چارہ گردِ کرافت کر  
 یگانہ جہان نے کہا واہ واہ  
 غرض حوش ہوئی وہ بت سیمبر  
 کہا پر صنوبر سے اسے جانم  
 کسی دھب سے کچھ پیش چلتی تھی  
 یہ بالو جو مردوں ہی بزار ہے  
 یہ سنتے ہی بولی وہ زہر جبین  
 اگر وقت فرصت کبھی پاؤ گی  
 میں کچھ عرض کرتی ہوں بجان  
 کہا ان کو ہم نے بخشا گناہ  
 کیا مرد و عورت کو خالق نے  
 تمہیں پہر جو نفرت ہی کی کیا  
 ہوئی ہے اسے ایک ملت دار  
 پرندوں میں تھا پہلے میرا جنم  
 میں کہتی ہوں تجھے زرو حلف  
 بنا کر کسی پڑیر پر آشوبان

کہ قربان اسے ملے خوشحال  
 نہ دیکھا کسی میں یہ کڑو فر  
 تو کچھ آپ ہی آپ دل تو تم گیا  
 مونی عقل کو اب کوئی کیا کہے  
 قسم مجھ کو عالم ہے سب خواب کا  
 ہزار اپنا دونوں کہا وہ ہمیں  
 تو دل اک قیامت بچانے لگا  
 اتنی مراد دل ٹکاسے لگا  
 یہ مشتِ غبار اب ٹھکانے لگا  
 یہ قصہ مراد دل دکھانے لگا  
 عجب تجھ کو اس فن میں ہو دستگیر  
 بہت ساعنائیت کیا مال و زر  
 انہیں رکھ کہ ہیں یہ غریب وطن  
 کس طور سے دال گلتی نہ تھی  
 خدا جانے کیا اس میں اسرار  
 میں خود آج تک اس سے واقف نہیں  
 تو مان تیری خاطر سے پوچھ آؤ گی  
 مگر مان جو مل جائے جان کی امان  
 لیا اپنے سایہ میں اودی پناہ  
 پہرے اوسکے فرمان سے کوئی نہ  
 مجھے اس کا رہتا ہے ہر دم عجب  
 کہ پوشیدہ ہے میرے لبیں راز  
 مجھے اپنے ہی جوڑے کی قسم  
 سدا اڑتی پہرتی تھی چاروں طرف  
 لگے رہتے دونوں کے دونوں مان

یہ سامان پرکھوں نے میرے کبھی  
 مبارک جلال و جمال آپ کو  
 محل کا ہیکوہین طلسمات ہے  
 یہ فانوس یہ جہاڑ یہ لال ٹین  
 غرض ایسی باتیں جو کین اکیں  
 یہ سنتے ہی فرخ نے زانو ہل  
 خنیں کچھ ٹھکانا مری ریت کا  
 وہ دستِ خنائی جو یاد آگئے  
 کیا مینے جب نالہ جانتان  
 برا حال اصغر کا ہے آج کل  
 کیا اوسنے سنتے ہی جھک کر سلا  
 کہا آٹھویں روز آیا کرو  
 رہے ایک مدت گمراہے حصول  
 ہوا جب کہ مضطر بہت یار بن  
 میں داری مجھے تو بتا دو ذرا  
 شہنشاہ ہیں جو کہ چاہیں کرن  
 غرض لگ گیا ایک موقع جو ہات  
 مجھے ایک مدت سے خلجان ہے  
 کیا پہر صنوبر نے یوں تھامسا  
 وہ اسکے لئے اور یہ اسکے لئے  
 کہا اے صنوبر غضب کر دیا  
 ہمیں اب تجھ سے کہتی ہوں پڑیکھ تو  
 یہ قدرت ہے اوسکی تعجب نکر  
 نصیباً جو اوند مانگوڑا ہوا  
 غرض بعدت کے اندھے نے

نہ دیکھے تھے دیکھے جو مینے ابھی  
 دیئے حق نے دونوں کمال کچھ  
 ہلا ان مکانوں کی کیا بات  
 کہ گویا ہے خلد برین عین میں  
 وہ سب دغدغہ ہو گیا گو گم  
 سروں کو ملا کر یہ گائی غزل  
 مسیحا ہی اپنا ستانے لگا  
 لہو دیدہ تر بہانے لگا  
 تو چرخ برین تہرہ لانے لگا  
 اُسے غش غش پش پش اب تو آنے لگا  
 کہا تگور کے خدا شاد کام  
 ہمیں اپنا گانا سنایا کرو  
 دعا بھی نہوتی تھی اُسجا قبول  
 تو پوچھا صنوبر سے یوں یکدن  
 کہ ہے فی الحقیقت یہ کیا ماجرا  
 رعیت نہیں جو کسی سے ڈرتا  
 تو باتوں ہی باتوں میں چٹیر تھی  
 فقط پوچھ لینے کا ارمان ہے  
 کہ فرمان آیا ہے ہن لباس  
 خداوند نے آپ پیدا کئے  
 ہو سے کلیجہ مرا ہر دیا  
 نہ کہیں کسی شخص کے روبرو  
 بنایا ہے مٹی سے اوسنے شر  
 تو میرا کسی نر سے جوڑا ہوا  
 اونہیں باری باری ہی سہا کئے



نہ غافل ہوئے جبکہ ہم ایک پل  
 ہوا جب کہ اس طور کا ٹیگٹال  
 اکیلی میں اب آگ میں کیا کرنا  
 عرض ساتھ بچوں کے میں جل گئی  
 اسی واسطے پہر جو پیدا کیا  
 مگر نہ کی وہ بے وفائی ہنوز  
 غرض دیر تک یہی چر چار ہا  
 کئی دن کا بالابتلا کر او سے  
 صنوبر یہ بولی کہاں جائیگی  
 انہوں نے بیابان میں آن کر  
 مناسب سی کوئی جگہ دیکھ کر  
 فراہم کئے کچھ پھیلے جو ان  
 وہیں جا کے سیمرغ نے رات کو  
 کہا کوئی آوے فلاطون خان  
 تو معمول سے مالنیں ایک دو  
 دیا ایک نے ایک کو تھام کر  
 گئیں دوڑتی شانہو دیکے پاس  
 گئے جبکہ ہم جو دستور سے  
 نہ بہا گئیں تو ہکو وہ کب چھوٹے  
 صنوبر ابھی فوج لیجا دیا ن  
 کیا عرض او سے کہ ایجا بنجان  
 کہاں سے یہ آئے ہیں کہیں آئیں  
 علاوہ ازین راستہ مجھ خراب  
 اوس وقت قاصد روانہ کیا  
 کہا یہ شہنشاہ گردون رکاب

تو بچے ہی اڑیں و آئے نکل  
 تریں بچہ کہاں سے بچے نکال  
 فقط یہ کہ ساتھ آپ بھی مل مروں  
 گئی اور دل و جان کے بل گئی  
 تو انسان کا محکو جامہ دیا  
 مرے دل میں ہی شعلہ سید ہون  
 صنوبر نے جادو لڑا سے کہا  
 سنایا یہ فرخ نے جا کر سے  
 اسے جو تیان جا کے چٹائیگی  
 رکھا پر وہ سیمرغ کا آگ پر  
 زمین پر وہ آہستہ آیا وتر  
 ہوئے پہر سراندیب ہی کو روٹا  
 اتارا بتدریج بارات کو  
 بغیر اذن آئے نہ پاو تھیان  
 گئیں پھول چٹے اسی باغ کو  
 وہ تیغ کہ سر گر پڑا پاؤں پر  
 کلیجہ پکڑ کر کیا التماس  
 تو ڈور سے ہمیں دیکھ کر دور سے  
 پکڑ کر ہمارے ہی سر پوڑتے  
 وہ مردود آئے ہیں اگر جان  
 ابھی فوج لیکر چلی میں وہاں  
 یہ میں کون پیغام کیا لائے ہیں  
 کہ دراصل جبکہ انہیں کچھاب  
 مناسب پیام زبانی دیا  
 سدا منہ پر رکنا ہے اپنے نقاب

قضا را جہان تہا مرا آشیان  
 مگر آگ سے اس کا منہ موڑ گیا  
 گیا چوڑوہ تو نگوڑا مجھے  
 مری منہ نہ پیرا گرسات سے  
 ولایت کا حاکم بنایا مجھے  
 سناری صنوبر اسی درو سے  
 وہ سنتے ہی پہلے تو قربان ہوئی  
 کہ لو اس میں جاتی ہوں یحییٰ  
 نہ مانی تو آخر کو رخصت کیا  
 وہ آتے ہی فرخ کے فرمان  
 دہان ایک تجویز کر غور سے  
 یگانہ جہان کا جہان باغ تھا  
 ہر اک سمت حفظ خان کے لئے  
 ہوا جبکہ خورشید خاور طلوع  
 و لیکن دہان تہا نیا انتظام  
 جو باقی رہی تھیں وہ چھوٹیں  
 غضب ہو گیا باغ میں مردوئی  
 پکڑ ایک مالن کو از راہ بیر  
 یگانہ جہان نے یہ سن کر کہا  
 نشان ہی نہ باقی رہے نام کو  
 مگر یہ تو دریافت کیجے ذرا  
 مقرر ہے سرحد پہ فوج اس قدر  
 کہو پہر یہ آئے کہاں سے یہاں  
 جوانوں نے جاتے ہی لوکا او سے  
 سبب یہ کہ عورت بڈاوے نظر

لگی یک بیک آگ اگر دہان  
 عوا پھر سے وہ سنتے ہی اڑ گیا  
 مگر ماتا نے پنہوڑا مجھے  
 خدا خوش ہوا مجھے اس بات سے  
 یہ سامان عشرت دکھایا مجھے  
 میں بزار ہوں اب تلک مرے  
 کہا پر کہ ممنون احسان ہوئی  
 مجھے یا داتا ہے اپنا وطن  
 لیاقت سے کچھ بڑھو کے خلعت دیا  
 اڑا لے گیا اوس بیابان  
 چلے چال وہ اور ہی طور سے  
 کہ رضوان کو جس باغ کا داغ تھا  
 جوانوں کے پہرے کٹے کرے  
 ہوئے دین و دنیا کے جگر شور  
 جوانوں کا چارون طرف اتھا  
 اٹھاپاؤں سر پر فو گئیں  
 خدا جانے آئے کہاں سے  
 دیا ایک ہی ہاتھ دستم بخیر  
 کہاں سے یہ آئے غضب ہو گیا  
 مقدم سمجھ تو اسی کام کو  
 کہ ہے یہ حقیقت میں کیا ماجرا  
 کہ شکل ہے باد صبا کا گذر  
 مجھے اور ہی کچھ ہے انہرگان  
 اشارے جعفر کے روکا او سے  
 تفر ہے اس قوم سے ہند



قضا راجو آوے کوئی روبرو  
 اسی واسطے آن پہنچا بیان  
 کوئی فتح سیخ سے پائے گا  
 یگانہ جہان نے بسکر کہا  
 اگر عورتوں سے تمہیں عار ہے  
 اگر پوچھا ہے تو خود آئیے  
 یگانہ جہان سنکے عاشق کا دم  
 ہوئے جبکہ دونوں ہم دو بدو  
 وہ ہی کر کے منسوب اپنی طرف  
 دیا ساتھ بچوں کا چوڑا مجھے  
 کہا چونچ رو کو سبھا لوزبان  
 کہا شاہزادے نے لودا واہ  
 ہوئے جبکہ ایسے سوال جواب  
 طبیعت یکا یک ادھر آگئی  
 تمہیں قابل تخت والد ہو  
 نہ باتیں بناؤ بہت آن سے  
 بڑی آفتوں سے ہوا دل یا  
 صنوبر کی جعفر سے شادی تھی  
 یہی دن ہمیں بھی دکھا دو خلا  
 کہ ہرے تو اسے ساتی خضم  
 ارے دیکھ لہر مجھ کو سبھا ل  
 ٹکالنے سے آجائیں پڑواں  
 سنا ہے یہ بیٹے کہیں اکیبار  
 یہ گردون نے آفت دکھائی نہیں  
 مگر انکو چلنے کی عادت تھی

اور سیوقت اسکا ہاوسے لہو  
 بس اب سلطنت کا ٹکانا لکھا  
 اکیلا وہ لشکر کو کہا جائے گا  
 چہ خوش اور کسے اچی واہ وا  
 تو بندی ہی مردوں سے نہ رہی  
 سبب مجھے نفرت کا سن جائیے  
 گئی اوس جگہ لیکے جاہ وشم  
 تو فرخ نے کی اور ہی گفتگو  
 بیان کر دیا سب روئے حلف  
 سمجھتی ہے حالانکہ جوڑا مجھے  
 مجھے آپ تم نے پہنایا وہاں  
 یہ بہتان لیا خدا کی پناہ  
 تو دونوں نے اپنے اٹھائی نقاب  
 دل و جان سے اسکی ادا ہاگئی  
 میں لونڈی ہوں اور تم شہنشاہ  
 میں قربان ہوں تمہیں جو جان  
 کیا سجدہ شکر پر در دگار  
 خوشی کی دونوں میں سادھی تھی  
 داستان تین رفیقوں کی جنہوں نے باہم سفر اختیار کیا  
 پیادہ پائی نے پاؤں میں آبلے ڈالے چلنے سے لاچار کیا  
 تھک کر بیٹھ گئے اور دو رفیقوں نے اپنا ہی قصہ سنا چڑھ  
 نہ سنا یا گیا اسکے کندھے پر چڑھ کر سر اسے تک آئے اسی ہر  
 کی شہزادی نے یہ تماشا دیکھ کر اونہیں بلایا اپنی مصیبت کا قصہ  
 سواری میسر نہ آئی نہیں  
 قدم بھی اڑھانے کی طاقت تھی  
 کمر باندھ لوں تمہیں لے جریب  
 سفر کا سندھی نہ تھا نام تک

کسی سے سنا تھا کوئی رشک  
 نقطہ خون پینے کے ارمانیں  
 یہ سنتے ہی قاصد پہاڑ جواس  
 کوئی اونے اتنا تو جا کر کہو  
 گیا پہاڑ سیوقت قاصد شباب  
 نہیں اسطرح سے تو ممکن نہیں  
 مکان ایک خلوت کا خالی کیا  
 صنوبر سے جو سن گیا تھا بیا  
 کہا ہر کہہ ہن عورتیں بیوفا  
 یقین بس یگانہ جہان کو ہوا  
 گئے تم تو یوں صاف منہ ڈر کے  
 مگر خیر صاحب بن کیا کہوں  
 یگانہ جہان نے اسے دیکھ کر  
 دیا تلج فرخ نے اپنا اتار  
 کہا شاہزادے نے بس بس جی  
 کیا عقد دونو کا پھر بیٹھ کر  
 اڑا سے مزے وصل کے دوزخ  
 غرض رات دن غیش تہا چین تہا  
 داستان تین رفیقوں کی جنہوں نے باہم سفر اختیار کیا  
 پیادہ پائی نے پاؤں میں آبلے ڈالے چلنے سے لاچار کیا  
 تھک کر بیٹھ گئے اور دو رفیقوں نے اپنا ہی قصہ سنا چڑھ  
 نہ سنا یا گیا اسکے کندھے پر چڑھ کر سر اسے تک آئے اسی ہر  
 کی شہزادی نے یہ تماشا دیکھ کر اونہیں بلایا اپنی مصیبت کا قصہ  
 سواری میسر نہ آئی نہیں  
 قدم بھی اڑھانے کی طاقت تھی  
 کمر باندھ لوں تمہیں لے جریب  
 سفر کا سندھی نہ تھا نام تک

بیان کے خیر سے میں ہر بلا  
 کئی لاکھ سیرخ فرما میں  
 کیا جا کے سب مویو اتھاس  
 کہ عورت سے کیوں آپ بیزار ہو  
 دیا شاہزادے نے سکر جواب  
 کہ تم ہو کہیں اور میں ہوں کہیں  
 سبھو نکو وہاں سے نکلو ادا  
 کہ طاقتی پہلے یگانہ جہان  
 نہ آئی میں کتنا پکارا کیا  
 کہ یہ وہ ہی نہ ہے نگوڑا ہوا  
 میں چونچو جاتی کہاں چو کے  
 جو چاہو سو فرماؤ لاچار ہوں  
 لیا تھام ہاتھوں سے اپنا جگر  
 کہا لو مبارک کوئے کردگار  
 کہانگی نکالی ہے یہ دل لگی  
 ملے غیرت مہر و رشک قمر  
 نہ باقی رہا کچھ بھی بیخ و قب  
 غم ہر سب دال نے عین تھا  
 کہاننگ سب کوئی رہو جدا  
 تھکا ہوں اٹھاؤں میں کیونکر  
 پلاوے کہیں ہو تو آب زلال  
 تو میں ایک قصہ کروں اتھاس  
 کہ گھر سے سفر کو چلے نہیں یا  
 پیادہ چلے گھر سے تینوں غریب  
 مگر خیر چون تون چلے شام تک



رہی دور توڑی سی جہرم سرا  
 جو بیٹے تو اٹھنا ہوا پھر محال  
 ہمارے توہن اس قدر جی چٹے  
 ذرا اور بھی بیٹھ جاؤ یہاں  
 کہ وہ کر کے کندھے پہ اپنی سوار  
 سناو حال میرا ذرا غور سے  
 وطن سے کبھی میرے کوئی جہاں  
 غرض تن بتقدیر ہو کر سوار  
 زندہ رہ کوئی طرفان سے  
 اثر تھا جو کچھ آہ جالو زمین  
 ہوا پر وہاں سے میں آگے دن  
 وہاں کے جو لوگوں کو دیکھا غور  
 کہ میں نے ڈر کر کہے بامان  
 میں دوڑا اوہ خوف مجھے قرار  
 کہ دو تین سو عورتیں سیمر  
 گردہ ہی پرواز طائر کا حال  
 کہ اتنے ہی میں ایک نہر حسین  
 اگرچہ میں ہم آتشیں سب کسب  
 کہ جا جو یہ کہوئے بجا لائیں  
 آڑا عیش پیکر شراب حال  
 ملافت میں ایسا غنچہ وہیں  
 وہیں صحن میں ایک چوٹا سا باغ  
 چہر کٹ کو دیکھو تو آرام آئے  
 ضیفی سے دل آفرین مر گیا  
 اگرچہ بدانی ہے تیری کٹھن

تو کیا روہ گر پڑے کر کے آہ  
 کہارو کے اب کیا کون درجہ  
 کہ لاشہ یہاں سے اٹھے تو اٹھے  
 کر دہنی اپنی کہانی بیان  
 بہین خاص منزل پہ دیو موٹا

### قصہ رفیق اول

کہا بیٹھ کر سانس لے لیجئے  
 کہا میں وہ مرد خدا آئے گا  
 یہ تدبیر تینوں نے بہر کی ہم  
 مگر جس سے قصہ نہوے ادا  
 غرض جبکہ سب ہو گئے یک بان

ہوا سر میں میرے جو پید اخل  
 قضا کا رٹے کر کے توڑی سی راہ  
 سو ایسے کہ تختے پہ بہتا ہوا  
 کیا سجدہ شکر پہلے ادا  
 و لیکن نہ پہنچا تہا دو تین تیر  
 وہ گو حسن میں مہر سے تیر دیند  
 وہیں ایک تاج توڑی سی دور  
 ابی سانس میری سانی نتھی  
 نکل اذام سین بدن سے لقا  
 کہ میں نے گوجان سے جائے  
 کہا مجھے او مرد خاکی نزاو  
 و لیکن مسافر سمجھ کر تجھے  
 بس پاؤٹھ یہاں سے میری ساتھ چل  
 کہ میں نے دل میں کہا کج خیال  
 غرض جا کے دیکھا جو اسکا مکان  
 بڑی سنگ مرمر کی بارہ دری  
 وہیں میں رہا جا کے بارہ برس  
 ہوئی گھر کی یکبارگی آرزو  
 کہا اوسے اچھا سدا و سیا

تو پھر قصداً آگے کا کچھ کیجئے  
 جو منزل ملک ہو کو پہنچائے گا  
 کہ آخر تو چلنا ہے ہلکو ستم  
 مقرر ہوا دیکھ لے یہ سزا  
 تو ایک اوکھن کرنے لگا بون بیان  
 خبردار ہو چسپ رخ کے جوڑے  
 کہ میں نے دل میں کہ چل تو چل  
 ہوا لطمہ موج سے وہ تباہ  
 چلا صد مہ موج سہتا ہوا  
 کہ خالق نے زندہ دوبار کیا  
 کہ شہر ایک آیا نظر بے نظیر  
 مگر اوڑتے پہرے تو جیسے پرند  
 چرانا سا ٹوٹا ہوا چور چور  
 ذرا جان میں جان آئی نتھی  
 وہ صورت کہ دل مفت میں ہذا  
 مگر خوب سا ان کو لپٹا لپٹا  
 اوہر دیکھ گھر بیٹے آنی ملو  
 دیا حکم بی بی نے میری مجھے  
 کہ تجھ پر ہوا فضل عز و جل  
 نہ دیکھا کہ ہے برہن ایک آفتاب  
 تو صل علی جیسے باغ جنان  
 بچا جا بجا جس میں فرشتہ ری  
 نکالا کیا اپنے جی کی ہوس  
 کہا اوس سے رو کر اداوار  
 نگہبان تھا ماشہ و دھان



دیتی ہوں گھوڑا تمہیں یوں  
 گردیو تھا وہ تو گھوڑا نہ تھا  
 کہ اسنے ہی میں وہ ہوا ہوا  
 میان بہائی گھوڑے یہاں تک کہا  
 میں گردن کو پٹا پکڑ کر ایال  
 وہاں ہی اوسیلو سے جھوم جھوم  
 وہ بد ذات گھوڑا مجسم قضا  
 شرمنہ سے نکلے گئے تافک  
 ملارہ میں ایک دیرینہ سال  
 کرم کو سمجھتی تھی میری بلا  
 پہر اوپر سے اس غار کو سنگدل  
 جو کچھ ہوش تھے وہ بھی جاتے رہے  
 لہجیت جو اسوقت تھی بخیر  
 اسے اوترا اب کدھر دیکھا ہے  
 کبھی بکریاں ایک دو تین چار  
 کہا اوس کا شاگرد نطفہ حرام  
 سنکر میں خاموش بیٹھا گر  
 یہ بھی سچ ہے ہے ہوتے اب تمام  
 و لیکن جو کچھ فضل حق ہو گیا  
 پڑے تھے قضا و ماں نیچے  
 وہ چاہے کہ پکڑے مجھے جاگ کے  
 پہر اس غارتگ میں چار سو  
 اور اوستا و صاحب ہی نہ کہیں  
 لکے بولنے جب غرض جانور  
 مگر آپ ملعون بیٹھا وہاں

پڑھو جاؤ رکے خدا تمکو شاد  
 مرے ہر دینے کو توڑا نہ تھا  
 ابھی تو بیان تھا ابھی وہ گیا  
 کہ آخر کو مرا گلا پڑ گیا  
 مگر جی سے بیزار اور تنگ حال  
 چلا جیسے چلتی ہے بادِ سموم  
 اسے دیکھتے ہی بنا اثر و  
 ہوئے خاک جل جل کے پتھر تک  
 میں سمجھا اسے ہی یہ صاحب کمال  
 بغل میں اٹھا کر مجھے لے چلا  
 گیا ڈھنگ کر ایک بہاری سی سل  
 کہا میں نے اپنے وطن کو گئے  
 میں سمجھا کہ میں یہ مرے یار غار  
 وہ بڑا تو غول بیا بان ہے  
 سنون ہم تو کرتا ہے وہ زہرا  
 چراتا ہے جنگل میں تا وقت شام  
 پڑنے دیکھے دو نودل اور جگر  
 کہ اتنے میں پہنچا وہ نطفہ حرام  
 وہ آتے ہی اس غار میں ہو گیا  
 وہی ایک دو گرم میں نے کئے  
 میں فوراً الگ ہو گیا بہاگ کے  
 بہت اپنے دشمن کی کی جستجو  
 قضا کا اس شب کو آئے نہیں  
 تو سمجھا کہ ماں ہو گئی اب سحر  
 چرائی کو پہر مانک بن بکریاں

وہاں سے غرض ہو کہ میں بقیہ  
 ابھی میں سنہیلے ہی پایا تھا  
 اگرچہ حقیقت میں تھا میں ہولر  
 نہ مانا چلا آسمان کی طرف  
 ذرا دیر میں پہر جو آئی اچنگ  
 سر راہ تقدیر سے ناگمان  
 پچھری جولی میں گلا جیسے گون  
 اڑے ہوش بھول میں طوفان  
 گیا دوڑ کر اور چوڑے قدم  
 پڑا خوب رہے پالا مجھے  
 وہاں دیکھتا گیا ہونین نیچان  
 ذرا پہر جو دیکھا وہاں گھوڑ کر  
 کہا میں نے ان سے کہ ابن تم کنا  
 یونہی میں ایک دور زلاتا ہوا  
 کہا میں نے اُن کی کلامی مہربان  
 یہ باقی کا دن جب کہ چپا بیگا  
 نہ آنکھوں میں آنسو نہ نہن بان  
 بتدیج سب بکریاں مانک کے  
 میں اٹھنا نہایت دیر پاؤں کے  
 دیئے پہر وہ آنکھوں میں لگی پڑ  
 کیا پہلے تو اس نے غل ہقد  
 مگر آنکھ ہووے تو آوے نظر  
 اکیلا ہی وہ جان کہو یا کیا  
 لگا پاؤں اس سل کو سر کا دیا  
 سنا ہو گا یہ آپ نے کبھی نہیں

چلا اپنے گھوڑے پہ ہو کر سوار  
 یہاں تک کہ آسن جہاں تھا  
 نہ تھا اوس پہ لیکن مرا اختیار  
 اٹھائے ہوئے کان اوس میں کف  
 تو اترا پہاڑوں پہ وہ ایک سنگ  
 ملا اثر و ایک آتش نشان  
 نماشا وہاں دیکھتا پہر یہ کون  
 چلا ایک جانب بچا جان کو  
 کہا میں مسافر ہوں کیجے کرم  
 کہ ایک غار میں جا کے الا مجھے  
 کہ پہیلی میں انسان کی ہڈیاں  
 تو کچھ اور بھی لوگ کے نظر  
 کہا موت لائی ہماری بیان  
 لگا کر کیا باون کے کہتا ہوا  
 کہاں میں بتاؤ تو وہ بکریاں  
 تو وہ یکے لگے بیان آگیا  
 نہ رونا نہ نالہ نہ آہ و فغان  
 خود آیا مگر وہ ہی سل ڈھنگ کے  
 کہ مارو اب اسکو کسی داؤن سے  
 فقط یہ سمجھ کر کہ جو ہو سو ہو  
 کہ گویا گرا آسمان ٹوٹ کر  
 پہلا اب جہان کی انہیں کیا خبر  
 لہو اپنی آنکھوں سے رویا کیا  
 نکلنے کو توڑا سار سبہ کیا  
 کہ اندھ میں ایمان بالکل نہیں



سو واقع میں بھیج ہی ایمان  
 اسے واسطے تہ سے دیکھ کر  
 گیا آپ بھی جہاں جہاں کر  
 غرض ایک جانب روانہ ہوا  
 میں غم اور غم محکوم کیا  
 وہاں دور کوئی ہوئی گہاں  
 مگر پتہ ہی شان غرض  
 میں کیوں گھر سے نکلا تھا خراب  
 اوٹھو اور اللہ کا نام لو  
 نہ غم رہنا کا نہ ڈر راہ کا  
 ہوا ایک ن میں یہاں تک بند  
 وہاں سے جو بستی سی فی نظر  
 کسی نے کہا مار ڈالو اسے  
 میں انسان ہوں جسے تیرے  
 کہا رو کے صاحب نیا جانور  
 وہ آیا تو اس کے اڑے اور ہوش  
 کہ اتنے میں میرا کوئی مہربان  
 میں طائر نہیں بلکہ انسان ہوں  
 کیا پھر اتر کر میں خاکم کے پاس  
 کئی سال کے بعد کر کے کریر  
 غرض آدمی بن کے پنچا وطن  
 کہا دوسرے نے کای مہربان  
 وہاں میں قضا گیا اکیبار  
 غرض حضرت دل چلنے لگے  
 نگاہ ایک ہی اسکی کافی ہوئی

کیا میں نے اپنی طرح امتحان  
 نکالی ہوئی ادھر سے ادھر  
 نکل کر کیا شکر و جل  
 میرے نہ پانی نہ دانا ہوا  
 پڑی جو مصیبت اٹھایا کیا  
 مجھے بیفہ مرغ آسے نظر  
 یہ دیکھو کہ پر آسے میرے نکل  
 کہ جو زندگی سے ملا یوں جو اب  
 پروں سے اگر ہو سکے کام لو  
 ہر وس فقط ایک اللہ کا  
 کہ جس جا بخا وے خیال پر  
 تو ہولے سے اتر میں کپڑ پر  
 بلا ہے بلا یہاں سے ٹالو لے  
 مرے قتل کرنے پر مرتے ہو کیوں  
 ابھی آکے بیٹھا ہے اس پڑ پر  
 کہا اڑ بخا وے یہ طائر خوش  
 وہاں محکوم آیا نظر ناگہان  
 عداوت سے ان ہلکی حیران ہوں  
 کیا حال سب موبو التماس  
 ہوا پھر میں انسان صاحب تمیز

اوس وقت سوچا وہ بظن شرم  
 مگر دیکھنا آپ میرا کمال  
 کہا دل میں ہر اے شیر بہان  
 کئی دن رہا ہو کہ بقیہ  
 نہ باقی رہی جان جہاں میں  
 ذرا دل کو تکیں ہوئی جھگیا  
 کہا دل میں میں نے کہ ای کردگار  
 و لیکن یہ بدل ہن آ یا خیال  
 غرض میں اٹھا جیسے باد سحر  
 کہلا تھا مرے واسطے آسمان  
 نہ کہتا تھا ہر گز زمین پر قدم  
 مجھے دیکھ کر لوگ ڈرنے لگے  
 کہا میں نے ایسا نہ کرنا غضب  
 یہ سنتے ہی سب ہو گئے بدحواس  
 تعجب نہیں ہو جو ہو دسے بلا  
 کسی ڈھب کا زندہ اتار دے  
 کہا سینے ہلا کے او غم گسار  
 بچا اس جگہ سے خدا را مجھے  
 بہت اسے شکر تعجب کیا  
 کیا شکر شاہنشاہ بحر و بر

نکل جائے اس دم کوئی اسیر  
 کہ چپکے ہی سے اور مگر اکیال  
 کہ سر پہ ہے اب تک ہی سمان  
 و لیکن نہ ہیر کہ تھا انتشار  
 تو پنچا پہاڑوں سے میدان میں  
 اٹھا ہو کہ میں ایک دو پی گیا  
 پڑی کیا یہ مجھ پر نصیب کی مار  
 یہ نعت ہو نعت کا ہی کیا مال  
 چلا جیسے تخت سلیمان پر  
 جہان سے میں کرتا تھا جہان  
 و لیکن سنو اور تازہ ستم  
 ہم ہو کے فریاد کرنے لگے  
 اچی دشمنی کا مرے کیا سبب  
 گیا کوئی مگر کے حاکم کے پاس  
 ذرا آپ بھی چل کے دیکھیں را  
 نہ اترے تو پھر خیر مارا سے  
 ادھر آدھر آ میں تجھ پر شمار  
 یہ سنتے ہی اوسے اتارا مجھے  
 مکان ایک رہنے کو میرے دیا  
 کہ پھر جانور سے بنایا بشر  
 کیا دور خالق نے رخ و عن

قصہ رفیق و دم

مکان ایک کاشی بنا ہوا گر  
 عجب صورتیں تھیں عجب رنگ تھا  
 بڑا اور آگے گردل میں جوش  
 لگی ایک شیون دہن کی جوشن

سوا ب ذرا آپ میرا بیان  
 ہزاروں ہی دیکھے صنم گلزار  
 سینوں کو دیکھا او چلنے لگے  
 خرو کی طرف سے مسانی ہوئی

جہاں لوگ آبا دہن سیمبر  
 میں حیرت زدہ دیکھ کر دنگ تھا  
 کہ آیا نظر ایک تمہوہ فروش  
 ہوئی عشق کی سی ادھیرا دہن



میں سوچا کہ ہو یہ دلارام رام  
 کہا اوسے صاحب کرم کیجئے  
 چلے پر یہ قہوہ تو کیا پیجئے  
 میں بولون تو جاتی رہے آبی  
 یہ باتیں سنیں دل مرا تم گیا  
 قضا کوئی ایک تاجر پسر  
 مرہ او سکی سینہ میں گڑتی رہی  
 کہا میں نے اچھا چلو جان میں  
 اڑا کر جو گھوڑے او دھر کو گئے  
 پڑی دھوپ پکنے لگا آفتاب  
 پھر اجانب شہر میں نیم جان  
 جو دیکھا تو باہر بھی کوئی نہیں  
 بس اتنے میں لونڈی ایکانی نکل  
 کہیں تیری شامت تو آتی نہیں  
 دیا بولنے کی بھی طاقت نہیں  
 بہت تھرد پانی مجھے لادیا  
 کہا اوسے گہرے جاتے ہو تم  
 بلاتی ہیں بی بی ہماری نہیں  
 کہا میں ہنس کر کہ چلے حضور  
 کیا قتل آنکھیں دکھا کر مجھے  
 مزے سے مئے ارغوانی چلی  
 اجی بی بی صاحب جان آگئے  
 وہاں ایک ترلوںز کہا یا ہوا  
 قضا کا روہ آگے بیٹھا وہیں  
 کہ اتنے ہی میں اُسے سوچا کہیرو

دکان پر گیا جاکے کی رام رام  
 یہ قہوہ جو منظور ہو پیجئے  
 گریبوسہ لب دلا دیجئے  
 چٹے منہ پر حضرت کے متابی  
 عرض خوب نقشہ وہاں جم گیا  
 سدا بیٹھتا تھا وہیں آن کر  
 محبت یہ آپس کی بڑھتی گئی  
 کہ تازان ہیں آنکھوں پہ اپنے ہر  
 تو ہم دونوں باہم جدا ہو گئے  
 ہوا تشنگی سے مراد لکھا باب  
 ملا راہ میں ایک عمدہ مکان  
 گرا ایک بندر بند ہوا وہاں  
 خفا ہو کے مجھے کہا چل بے چل  
 ذرا اور کچھ تو سمانی نہیں  
 کسی کی تمہیں کچھ مروت نہیں  
 نہایت خوشی ہو گئے سینے پیا  
 اجی کیون ہبلا اب جلاتے ہو تم  
 میں بجاؤنگی گہرین واری نہیں  
 یہ قربان واری ہبلا کیا ضرور  
 لیا ہاتھوں ہی ہاتھ آکر مجھے  
 بڑی قسم تو کئے ہیں ہم ہی ولی  
 یہ سنتے ہی ہم دونو گھبرا گئے  
 پڑا تھا قح سا بتایا ہوا  
 بس اب خون کا ٹوٹو تجھ میں  
 سبب کیا کہ چلکا یہ ہلتا نہیں

بڑی دیر تک شکل تکتا رہا  
 کہا میں نے مارا تری چاہئے  
 کہا واہ صاحب بڑے تیر ہو  
 گراگ کیا اب لگاؤں تمہیں  
 لگا پھر تو دن رات رہنے میں  
 حسینوں سے دل کو زیری تیری  
 کہا ایک دن اوسے اوٹھ گیا  
 گئے اور جبوقت پہنچے وہاں  
 بہت میں نے ڈھونڈا ادھر اور ادھر  
 نکل کر زبان ہونٹ پر آپڑی  
 کھڑے ہو کے چاہا کہ آواز دوں  
 اُسے ایک کوڑا چکھایا بزور  
 ترے سر پہ آئی ہے کوئی بلا  
 اشارے سے میں نے کہا جانچا  
 یہ جب حال اپنا دکھایا اوسے  
 ہوا جبکہ ٹنڈا مرا تن بدن  
 بہت دھوپ پڑتی ہی چل جاؤ گے  
 جوانی کے دن حسن میں چور ہیں  
 جو دیکھا تو واقعہ میں تہی ناز ہیں  
 غرض میں ہی مرشد تھا لپٹا لیا  
 بڑی رات تک یہ ہی جلسہ رہا  
 تردد ہوا پڑ گئے غرض میں  
 مراد ل جو کچھ کچھ کڑا ہو گیا  
 کہا رحم کرا سے خداوند من  
 یہی خط جس دم سہایا اوسے

جو کچھ منہ میں آیا سو بکتا رہا  
 بنائی غضب شکل اللہ نے  
 زبان کی طرف سے تو گل یز ہو  
 پیو آؤ شربت بلاؤں تمہیں  
 نہ جاتا تھا دوکان پر سے کہیں  
 ملاقات اس سے سی میری مہنی  
 چلو آج جنگل میں کیلین شکار  
 تو آئے چکارے نظر ناگہان  
 مگر وہ نہ آیا کہیں بھی نظر  
 پڑی ہاتھ اور پاؤں میں ہڑپڑی  
 مگر منہ سے نکلا نہ کچھ مان نہ پولا  
 کیا اوسے پٹتے ہی خون کا کھا  
 اسے کس لئے تو نے مارا ہبلا  
 پیا سا ہون دیکھو تو میری زبا  
 تو غصہ گیا رحم آیا اوسے  
 کہا میں نے ٹنڈی ہو جان میں  
 حسین ناز میں ہو گپل جاؤ گے  
 خدا کی قسم غیرت حور ہیں  
 مگر ان کھلاڑ میں کچھ شک نہیں  
 جو ہوتا ہے یا جو کہ چاہا کیا  
 کہ ایک بار لونڈی نے اگر کہا  
 چہا آخر ش جاکے میں حوض میں  
 میں رکھ اوسکو سر پر کھڑا ہو گیا  
 ہوئی جان بھی اب تو مجھ کو کٹھن  
 تو کنکر اٹھا کر لگایا اوسے



مجھ کراو سیوت میں ہل گیا  
مرا بخت جاگا تو وہ سو گیا  
کہا دل میں لعنت ہو شیطان  
ملا دوسرے دن جو تاجر سپر  
بہین بے حیا میں کہ جان بچنی  
یہ مستکر عرق سا اے آگیا  
چلو آج ہم تم بھی جگہ کریں  
کہا میں نے چل اے صریحان چل  
اسی حوض پر جا کے بیٹھا دیا  
اسی کی وہ عورت ہی ہوا ہر  
چلا جان سے ہائے افسوس آج  
کہا میں نے ہنس کر کہے تازین  
یہی حوض گویا تھا یہی مکان  
مگر مان یہ پہلے نہ سمجھے تھے ہم  
ابھی چو کہ بچہ تھا سمجھا کہ بڑا  
ہوئی پہر تو دعوت بڑی ہوئی  
میں اب آپ میدان میں آئے  
مگر سب وعدہ اٹھایا اونہیں  
محل پر تھی اپنے کسی جاگڑی  
اونہوں نے وہ قصہ نہ پایا کہ  
اسے کوئی قصہ نہ آیا تھے  
اسے سن تو اہل حق کج خرام  
میں باوصف و خفا شہنشاہ ہوں  
عجب تو مگر کوئی انسان ہے  
میں واقف نہیں ہندو بی جا

اسے امتحان مفت میں مل گیا  
خلاصی ملی میں رہا ہو گیا  
ابھی بن گئی تھی مری جان  
کہا کیوں جی کل رہ گئے تھے کہ  
شراب کہن پی گزرج گئی  
خفا ہی ہوا اور شہر آگیا  
مے عیش سے جام عشرت برین  
چلو ان میں ترے ساتھ نکھو کل  
مرے قتل کا پیرا راہ کیا  
یہ بیشک پنے گا ہر اب ہو  
ارسی عقل کچھ تو ہی بتلا علاج  
کبھی خواب ہی سچ ہو میں کہیں  
میں کل خواب میں ہو گیا ہوں یہاں  
کہ دعوت کرے گا ہماری صدم  
بہلا جا گئے میں یہ آیا کہاں  
سلامت پہرے گھر کو مقصوم سے  
جو کچھ حال گذرا ہو فراموش  
جہاں تک کہ تھی شرط لایا اونہیں  
انہیں دیکھا کہ یک بیک نہیں پڑی  
دوبارہ سنا کر لٹایا او سے  
گذر آخر عش کو بنایا تجھے  
کہا تا ہے شوخ بے جج و شام  
حیدونہیں بھی غیر تادم ہوں  
کہ اپنا کہ وہ ہی طفل نادان ہے  
کہ یہ چرخ بولی ہے کس کیت کی

بس تھے ہی میں کچھ جوانی ترنگ  
گیا گھر میں سو دہم کرتا ہوا  
چٹا اب تو ابلیس کے دام سے  
کہا میں نے کل تو عجب گل کہلا  
غرض حال سارا سنایا اے  
کہا مجھے نہیں ہنس کے کہنے لگا  
غریبوں کے گھر ہی کرم کیجئے  
ادھن اور لیکر وہ پنچا و بان  
کہا دل میں بیٹے کہ او کم نصیب  
میان تھک کر بخت نہ ہنا نہ تھا  
ترد و جو یہ دل میں میرے بڑا  
تو بچے پر نکھو اس بات کا  
دکان پر ہی یہی تو مذکور تھا  
بس اب صاف تعبیر موجود ہی  
غرض میری تدبیر یہ چل گئی  
ہوئی جبکہ یہ بھی کہانی تمام  
کہا اوسنے میں ایسے غم نہیں  
کہیں رشانہ راوی اسی شہر کی  
بلا کر کہا صاحبو نہیں ہے  
کہا شاہزادی نے لو اور لو  
ذرا بولنے کی نہ تدبیر کی  
تجھے ایک ہی کیا نہیں یاد ہے  
مگر وہ اٹھائی ہے دل پر کڑی  
کہا اوسنے گو میں بھی انسان ہوں  
مگر ہاں تمہاری ہنوں در تان

اٹھا اور اوٹھ کر سنبھالا لنگ  
دم شہر و شہر سے بہتا ہوا  
بس ابیری تو یہ ہے اس کلام نے  
ارے بہائی آفت میں تھا مبتلا  
مکان کا بھی نقشہ بتایا اے  
تو کل آپ نے خوب کیلے شکا  
اوسے رشک مانع ارم کیجئے  
مصیبت اٹھائی تھی شب کو جہان  
سنبھل جا اہل آن اپنی قریب  
رہتا تو پراس سے کہنا نہ تھا  
تو سوچا وہ میں ایک مضمون نیا  
کہ وہ خواب سچ ہو گئیا رات کا  
عجے پوچھنا عرف منظور ہوتا  
حقیقت میں کیا شان مجھ سے  
قتل آن پہنچی تھی پر مل گئی  
کہا تیسرے سے کہ اے خوش کلام  
نہ اب یاد ہے جو ہوا ہو کہیں  
کہ ہنس مکھ تھی وہ واقعی قہر کی  
یہ اچھا تماشا عجب سیو ہے  
بڑے عقل کے تیر ہو کیوں نہ  
عجب تو بھی بہرتی ہی غم کی  
عجب تو کوئی مرد آزاد ہے  
کہ پہلو میں نشتر سا ہے ہر گڑی  
مگر ان حقیقت میں وہقان ہوں  
ذرا آپ ہی اپنی کہو میں زبان



کہا اوسے ہنس کر کہ اے بے شعور  
 ابھی عمر بالی تھی چوٹا سا بدن  
 تھل پر جو اپنے چہرے ہی ناگمان  
 اگرچہ نہ تھی مجھ کو اتنی خبر  
 ٹرپ کر اوسیدم بلایا اُسے  
 اُسے لیکے بیٹھی بہت بھول کے  
 اسیدن شہنشاہ عالی گھر  
 رہے پروان شام تک و شاہ  
 غرض ٹل گئے جب کہ بالکل قریب  
 کیا جانے کیا کسی نے اُسے  
 کہا اُسے جانی یہ کیا کر گئے  
 میں قربان آنکھیں تو کھولو ذرا  
 غرض رو چکی جب کہ میں نہ جان  
 اسی لاش کو روز دیکھا گردن  
 اٹھانے کی تجویز کرنے لگی  
 چپا کر ذرا لاش یہ پینک  
 یہ سنکر وہ کہنے لگا ہاں ہبلا  
 سمجھتی نہ تھی میں ذرا نیچ اونچ  
 کہا اوسے گر مجھے ہو ممکنار  
 وہ لپٹا بلا کی طرح نا بکار  
 غرض جان بھکان میری ہوئی  
 ابھی لاش وہ بات جاتی رہی  
 کسی روز پا کر اکسب لا اُسے  
 مگر اور سنئے تھی واردات  
 میں سوچی کہ سفتہ ہے گویا ترا

نئے میں شہر اہمات کی چور  
 سنا تھی ہوں میں اپنی ہی ہر تہی  
 قصہ شاہزادی  
 تو آیا نظر ایک خوش رو جوان  
 کہ کیا چیز ہے عشق بیدار گر  
 جھپٹا کر گئے سے لگایا اسے  
 غم درخ کینخت سب بھول کے  
 چلے آئے اوس جا کہیں بچہ خبر  
 ارے واہ چرخ کہن واہ واہ  
 تو اوٹھ کر گئی میں جہنم کے قریب  
 دیا ایک دم بہر نہ جیتے اُسے  
 مجھے چوڑ کر آپ کیوں مر گئے  
 میں بیٹھی ہوں دیکھو تو بولو ذرا  
 تو سوچی کہ اب اسکو رکھو کیا  
 نہیں ڈر ہے ہو نہ مجھ کو ہنوں  
 گر خوف افشا سے ڈرنے لگی  
 میں داری بس اٹھ بیٹھ جلدی جا  
 اسے پینکے جانے میری بلا  
 دوم کر گئے تھے مہم ہوش کو بچ  
 تو ہاں پینک آؤ نہیں آگھنڈا  
 چپا یا ستگر نے غچہ میں خار  
 شکل ہی ظالم کی سیری ہوئی  
 لیکن میں صدمہ ہٹاتی رہی  
 محل پر سے نیچے ڈھکیلا اُسے  
 یہ پیر فلک ہے عجب نیک ذات  
 بس اب مار ڈالے گا شوہر ترا

سنا تھی ہوں میں اپنی ہی ہر تہی  
 قصہ شاہزادی  
 عجب حسن تھا واہ واہ واہ واہ  
 مگر دیکھتے ہی اُسے لوٹ تھی  
 نہ آتا تھا وہ بھی مجھے آگیا  
 مگر اُسے کیا چرخ کو سون تجھے  
 یہ دیکھا تو لرزہ سا آیا اوسے  
 بہت دل میں آئے مرنے لو لے  
 مگر اُسے دیکھوں تو وہ مر گیا  
 مرا تن بدن کپا کپانے لگا  
 ارے اُسے فست یہ کیا ہو گیا  
 خدا یا مرے اب کدھر جاؤ نہیں  
 کلچے میں رکھوں اگر ہو سکے  
 یہ باتیں تو سب جوش الفت تھیں  
 دیا ایک حبشی کے لونڈے کو دم  
 بہت سا میں ونگی تجھے مال وزر  
 میں کہتا ہوں جا کر شہنشاہ سے  
 گری پاؤں پر عجز کرنے لگی  
 کیا خیر لاچار میں نے قبول  
 خزانہ پہ قبضہ کیا سانپ نے  
 کلچے میں ناسور سا پڑ گیا  
 جب آتی تھی ظالم کی صورت نظر  
 ذرا اس سے کچھ دل میں ٹھنڈک پھیلا  
 ہوئی میری شادی کسی شاہ سے  
 مگر خیر جب وہ گھڑی آئیگی

میں اس غم میں بیٹھی ہوں جیتی رہتی  
 کہ میں کیلئے کیلئے ایک دن  
 بجا ہے جو کہنے اوسے شکار  
 تم تھا کلچہ پہ اک چوٹ تھی  
 دل آیا تو سب کچھ دھمک لگیا  
 جلے جیسا تو نے جلایا مجھے  
 وہیں میں نے اٹھ کر چپا یا اُسے  
 لیکن وہاں میرا کیا بس چلے  
 مری پشت غم سے دوڑا کر گیا  
 اوڑھے ہوش غش غش پہ آنے لگا  
 مرا بخت بیدار کیوں ہو گیا  
 مناسب ہی ہے کہ مر جاؤ نہیں  
 سلاؤں میں دل میں اگر ہو سکے  
 کسی نے بھی رکھا ہے مردہ میں  
 کہ بیٹا تجھے اس بہن کی قسم  
 مگر ہاں کسی کو نہ دے خبر  
 نہ مانوں گا اب میں کسی راہ سے  
 غرض اپنی عزت سے ڈرنے لگی  
 کہ انکار کرنا تھا بالکل فضول  
 مرا جسم تر تر لگا کانپنے  
 مرے جسم میں تیر سا گر گیا  
 ترطبتی تھی بسبل ہی میں آگ پر  
 گیا غم جو کہانی تھی میں ہر گڑھی  
 بیاہ پڑنے بڑی چاہ سے  
 تو کچھ اور تدبیر کی جائیگی



غرض ایک لڑکی نہایت حسین  
وہاں چونکہ مستی کا خود جوش تھا  
فراغت ہوئی جبکہ اس کام سے  
ہوئے جب کہ شعلے بلند آگ کے  
پکڑ مسوت کو اس میں دھکا دیا  
یہ عقد سے کیئے عقل ہی سے تمام  
پلا نکو ساقی نے فعل فام  
بس اب جی جڑا کچھ اچھا نہیں  
سنا ہے کوئی ہند کا بادشاہ  
دیا تھا اسے حق لڑ کا جیل  
قضا یا کہیں اس جگہ کا وزیر  
ولیکن یہ ظاہر عداوت نہ بیر  
سنا اور کچھ اسے شہ نادر  
خبر لو نہیں بعد چند کے ضرور  
اوسیدم دیا حکم یوں قہر سے  
گرا کے گہر دیدہ تر سے وہ  
جسے لوگ کہتے تھے سب ہوشمند  
کوئی اس کا تاجر پسرتا فریق  
غرض چار و ناچار یہ چار یار  
لگا غم بے گہٹے وہ بدر کمال  
کبیرہ اسے دیکھ کر ہوشمند  
اگر حکم ہووے فدا جائیے  
اگر مفلسی کا ہے رخ و الم  
کسی جوہری کو دکھا کر کہیں  
اتھائے خوشی سے پر آگے قدم

کہ تھی میری ہر شکل وہ مہ جبین  
تالی سے دیکھیں کسے ہوش تھا  
تویٹے لپٹ کر وہ آرام سے  
تو خلوت سے دو نوچلے بہاگ کے  
جلایا غرض کام اپنا کیا  
کیا تھا نہیں جان جانے کا کام

بہت سمجھتا ہوا یا اسے  
ہونی جبکہ ہری بو گل کی تلاش  
حسد سے ولیکن مراد دل جلا  
مگر ان دونوں تو میں پانچ تھی  
مرا حب کہ نوشہ تو میں سات تھی  
بس ایسی ہی سب کی مرادیں ہیں

داستان شاہزادہ کا مگر کی بجز فتاری چرخ بجز فتاری کی بجز  
معہ چند احباب گہر سے نکل گیا راہ میں ایک دوست نے محل  
چورائے بدقت تمام ایک عورت کی دانائی سے پہرہا تھے

بہت خوبصورت نہایت شکیل  
کہ ابلیس تھا اصل میں وہ شریہ  
فقط یہ کہ دیکھوں شرارت کی سر  
بغاوت کو تیار ہے کا مگار  
چٹیکا عجیب سلطنت میں فتور  
نکل جائے لڑکا ابی شہر سے  
اڑٹا اور اوٹھ کر چلا گھر سے  
محبت سے اوسکو نہ آیا پسند  
اور اوسکا تہا زگر کا لڑکا شفیق  
چلے چوڑ کر اپنا شہر و دیار  
کہ کہا میں گئے کیا اسے مرفوہ بجا  
لگا کہنے اسے ماہ چرخ بلند  
خدا کے لئے کچھ تو فرایے  
تو بے فائدہ ہے خدا کی قسم  
اونہیں بیچ ڈالیں گے جا کر کہیں  
کہ بچیں گے انکو نہ کہا دینگے غم

ہنر علم و فن عقل میں ہوشیار  
ہوا شاہزادہ کا جانی عدو  
غرض ایک دن بعض لہر سے  
وہ بہکا ہے لوگوں کے بہکا ہی  
اڑے سنکے یہ بات شہ کے حاکم  
سنا ہے کہ سننے ہی حکم پر  
مگر بخت دل نور چشم وزیر  
کہ تنہا نکلا جائے یوں کا مگار  
تقاضائے الفت سے باہر گر  
ہوا شاہزادہ کے اب اور غم  
مگر آپ ہی آپ رہتا طول  
یہ کیا فکر ہے اور کیا بیخ ہے  
ہم اس وقت میں بھی نہ کام آئیگے  
نہیں چاہیے آپ کو یہ ملال  
یہ سنکر ہوا وہ سمن بر نہال  
مگر سب کو یہ ہو گئی ہے خبر

غرض اپنے جا کر سولایا اسے  
کیا غنچہ یا سمن پارسہ پارسہ  
وہیں میں نے دی آگ گہرین لگا  
وہم سو تیا ڈا کی آبیخ تھی  
نجانا کسی نے کہ کیا بات تھی  
جو غنچہ سے دل میں وہ گل کہیں  
کہ ہو جائے روشن مراد تمام  
جو دنیا ہے ساغر تو دیگی کہیں  
کہ وقت میں تھا رعیت پناہ  
زمانہ میں جس کا لقب کا مگار  
ہوائے کو تیار اوس کا لہو  
کیا غرض جا کر شہنشاہ سے  
نہ سمجھے گا ہرگز وہ سمجھائے ہی  
کہ تھا دل میں اس کے حکومت کا پاک  
ہوا شاہزادہ کے کو عزت کا ڈر  
کہ تھا دام الفت میں اس کے ہر  
چلا آپ ہی ساتھ ہو کر سوار  
ہوئے ساتھ وہ بھی پناہ خبر  
کہ منزل بڑی تھی مگر چرخ کم  
نہ کہتا کسی سے سمجھ کر فضول  
تہین رات دن کیوں شش و پنج  
تو سنہ خاک خالق کو دکھائیگے  
مرے پاس موجود ہیں چار لال  
کیا دل سے سب درد و بیخ و ملال  
کہ رکھتے ہیں یہ نعل عالی گہر



بدی سے چہاؤن میں بارونگی خان  
 رہا یہی دل میں جو اسکے خیال  
 انیسوا سٹے کہ گئے ہیں حکیم  
 غرض جیہ پہنچے کہیں خج شخصال  
 ارے ہوش اور گر پڑا ہوش  
 سمجھ لو کہ سر پر سے صدقے کئے  
 سمجھتے ہو ہر ایک شے کو حقیر  
 مگر آپ کے دل کا یہ حال ہے  
 اوسیدن غرض وہ بجال تباہ  
 وہاں سے جو یوں صاف پایا جوتا  
 یہ سنکر کسی نے کہا اے عزیز  
 زلے کا رداست و بسیار ہوش  
 کوئی کام کیسا ہی دشوار ہو  
 اگر تو بھی جائے تو ہو جائے کام  
 کھڑے ہو کے تعظیم سے رو برد  
 بحکم خدا عمل اوس چور سے  
 اُس عورت نے اندر بلایا اُسے  
 مروت سے مہمان بنایا اوسے  
 سنا ہے کسی سے کہ دو دوست تھے  
 محبت کا اوان کے یہاں تک تھا حال  
 یہی دوستی یہی ہے کچھ کام کی  
 قصار اجور برسون نپا یا کہیں  
 یہ قصے میں ناحق کا قصا ہوا  
 کہ نوز و زکویر لب آب جو  
 آرتا تھا نقشہ پرستان کا

نہیں ماسے دنیا کا کچھ اعتبار  
 لئے ایک دن پاکے موقع نکال  
 کہ اشرف ہوا اور عاقل ندیم  
 تو چاہا کہ ملعون کو دیجئے نکال  
 کیا شدت غم سے نالہ بلند  
 دلتے تھے بہن جو سننے پہرے لئے  
 مگر ہو گئے ہم اسی میں فقیر  
 رہا میں سو میرا تو خود مال ہے  
 کچھری میں جا کر ہوا داد و خواہ  
 زیادہ ہوا اور بھی اضطراب  
 نکمہ مفت میں زندگانی سی چیز  
 فلک زائیرنگ چھیدہ گوش  
 یہاں تک کہ حاکم بھی لاچار ہو  
 ترے عمل بلجائیں حاصل کلام  
 گذارش کیا حال سب موبو  
 آگواؤن گی عقل کے زور سے  
 بہ تعظیم اٹھ کر بٹھایا اُسے  
 محبت سے کہا نا کہلا یا اوسے

### حکایت

ہوا سر میں زرگر کے پیراں  
 مگر رکھ دیئے چار کنکروہن  
 زجاہل گر زندہ چون تیر باش  
 مگر حبیب دیکھی تو کچھ ہی نہیں  
 کہا شاہزادے نے چپ اور ہو  
 مگر عرض کرنے لگا ہوشمند  
 علاوہ ازین ایشہ خوش خصال  
 اگر لیں نہ لیں یہی دو نورق  
 مگر بے گواہ ہو گئے سامنے  
 بہت سرد ہونا اور رونے لگا  
 یہاں ایک عورت ہوسن غور سے  
 زعفر زین بر کست چاہ را  
 وہ دم بہرین عقدے کر کے حل  
 یہ سنکر وہ پہنچا وہاں شادشا  
 کہارات کے وقت ایمر دینک  
 غرض سب سے پہلے گیا کا مگا  
 طلب کر کے خاصہ کہا کہائے  
 ادھر اور ادھر کی رہی گفتگو

کہ کر لیجئے ان کو فطرت سوتل  
 نہ معلوم ہوتا کیسے کہیں  
 نیا میختہ چون شکر شیر باش  
 کہا اڑ گئے پر لگا کر کہیں  
 نہ اس بات کو تم کسی سے کہو  
 تمہیں حق نے رتبہ دیا ہے بلند  
 بہن میں سے ہی کسی کا کمال  
 سمجھتے ہیں جبکہ ہم اپنا شفیق  
 دیا حکم خارج کا حکام نے  
 غرض عمل سی جان کہو نے لگا  
 وہ ہم سب میں عاقل ہی ہر طور  
 فرود آرازا آسمان ماہ را  
 کچھ آتا ہے اس ٹہب کا اوٹھل  
 کہ شاید بر آوے اوسجا مراد  
 مرے پاس آنا مگر ایک ایک  
 بڑی شان و شوکت سے ہو کر بار  
 مری جان مجھے نہ شرایے  
 کہا پھر کیا یک کہ اے نیک خو  
 مگر ایک مغز اور دو پور تھے  
 نہ دنیا سے مطلب دین کی خبر  
 طبیعت کا کچھ حال فرمایے  
 کرو دور سے جہک کے سو سلام  
 وہ ہی دوست رہتے تھے دونوں  
 اڑتے تھے چنیون میں انسان کو  
 گئے وہ بھی دونوں دیکھیں ہمار

وہ رہتے تھے الفت سی شام و صبح  
 اگر بل گئے کہہ دیا آئیے  
 نہ لو اب کسی کی محبت کا نام  
 اب اُس شہر کا آپ سنئے بیان  
 نہاد ہو کے جاتے تھے اشتان کو  
 غرض یہ جو جلسہ ہوا ایک بار

سمجھتے تھے دم بہر کی دور محال  
 نہیں آجکل کی کہ ہو نام کی  
 تو اس کی بھی کچھ ایسی پروا نہیں  
 سہلا اس سے حال مجھے کیا ہوا  
 وہاں جمع ہوئے تھے سب ہر دو  
 ٹھکانا نہ رہتا تھا ایمان کا



دہان وہ جماد جملوں کا تھا کہیں دل دیا اور ایمان کہیں جگر اور دل ہو گیا پاش پاش ہوا ایک محل نشین سے دو چار خدائی کا جلوہ نظر آگیا اُسے دیکھتے ہی کھڑیکا کھڑا مگر فضل حق اوسپہ گویا ہوا کہا اوسنے سپنے کو یوں کوٹ کے کہا دوست لئے دوست کچھ غم نگر یہ سنکر بیان اوسنے حلیہ کیا اوسے وقت خاک سا اگ کیچکر کہا مان یہی ہے یہی ہے اجی غرض دیکے تصویر اس ماہ کی پہر آخر بدل جو گیا بھیس کو کہا ہے وہ قوم بنی جان میں کہا دل میں پہر سو چکر خور سے نہ پایا کہیں ماہ امجد شرف قضا کا یہ عین شادی کے روز ادھر اوسکی بی بی جگر سوختہ ذرا بتو صورت دکھا جائے وہ بی بی ہی آسنر بعد آرزو یہ آواز سنکر جو دیکھا ادھر کہا تیری خاطر تو ایڑی شکست غم حجر سے اب نکلتا ہے دم موتی دوستی اس قدر جگر لگی	کہ ملتی نہ تھی تل بھی کہنے کو جا ہوا جان دینے کا سا مان کہیں رہی ایک کو دوسری تلاش نہ باقی رہا دل میں صبر و قرار بہت دور تک نور سا چھا گیا جو غش آگیا خاک پر گر پڑا کہ پہر آملایا رکھو یا ہوا مجھے لیکیا ایک بت لوٹ کے ذرا سانس لے سرد آہن نہ بھر مگر اس طرح جیسے دکھلا دیا کہا جانن دیکھنا تو ادھر قسم ہے اسی پر نکلتا ہے جی دہان سے اسی دوست لئے راہ لی چلا شہر سے اپنے پردیس کو مگر کون پہنچے پرستان میں اُسے منہ دکھاؤ نہیں کسٹور سے ہوئی مفت میں میری محنت تلف کہ دیکھی نہ تھی شکل دلبر ہنوز سدا سکار کہتی تھی آموختہ خدا کے لئے یہاں تلک آئے چلی آئی خاوند کے روبرو تو شان خداوند آئی نظر پہر امین پریشان بہت دور دہان تک ذرا آپ کیجے کرم کہ بالکل ہی دل سے حیا اور لگی	اسی بیڑ کو چیرتے پہاڑتے قضا کار آوے جو سہر پہ بلا سنا ہے کہ اون میں سے ایک ماہر ہوا سے جو پردہ کہیں اڑ گیا نکلتے ہی اس چاند کے ابر سے وہ کافر تڑپتا ہوا چوڑ کے وہ حالت خود دیکھی ردی روڈا ذرا بی مرے دم میں اجم نہیں مجھے اوس کی صورت کا نقشہ بتا وہ صورت گری میں بھی سا دہتا وہ دلدار غارت گر عقل و دین ذرا محکومے میں بلا میں تو لون پہر اشہر میں ڈھونڈتا کو بکو کیا چان کر ایک سا جود بر پہر اگر کو لیکن بہت شرمسار غرض جا کے بیٹک میں گرتے وہ کاہیکو ماننے کا اسبات کو گیا تھا ادھر حکم سے یار کے وہ آیا تو لونڈی سے بیجا پیام مگر اوسکو تھا اور ہی چچ دباب کہا آ کے کیا بات ہے کھنور وہ ہی یار کا لینے مطلوب ہے مراد دوست تجھ پہ فدا ہی بجان کہا اوسنے میں میں بنجا لوزبان کرے شیشہ تنگ خود چور چور	پہر ہی ہر ایک کو تارے تو یکبار لگی ہو گئے وہ جدا کہ پہر تا تھا روتا ہوا چار سو خود کا اسی وقت منہ مڑ گیا یہ جا رہا عقل اور صبر سے گئی اپنے عاشق سے منہ موڑ کے کہا اُسے اُسے دوست یہ کیا ہوا خدا کے لئے اوسکو ڈھونڈ کر کہیں کہ ڈھونڈ ہوں کسی سے لگا کر بتا اگر پوچھے رشک ہزار دستا ستمگار کا فریہ ہی تو نہیں نہایت ہی اید دست بے چین ہوں نہ دیکھا مگر وہ کہیں غور مگر وہ ہمہ مد نہ آئی نظر کہ عاشق کو ہوگا مرا انتظار وہ بیٹھایہ کہ کر کہ اُسے نصیب نہ جاؤں گا اوسکی ملاقات کو تجسس میں اس ماہ رخسار کے کہ فرقت ہی میں عمر گزری تمام نہ منہ سے نکالا کچھ اسکا ہوا خفا ہو تو بتلائے کچھ قصور حسین ہے پر یہ ہے محبوب ہے ترے واسطے چان مارا جان اجی میرے دشمن بنادین ان کوئی بیج ہوا اسقدر بے شعور
--	---	--	--



یہ سنکر سبھنو کو ہلنسی آئیگی  
 میان لے کہا ہو گئے آخر بہ تنگ  
 بلے سے جو ناموس جانا رہے  
 مگر چونکہ عاشق تھا صحرائین  
 کہا اوسنے رو کر کہ اے صاحب  
 دمان سے میں جیہ ٹکراؤنگی  
 کیا اوس کی باتوں کے دلین اثر  
 غرض تھکہ کہ اُن کو بھی وہ لوگ  
 اٹھا اور اٹھ کر فدا ہو گیا  
 کیا اس نے پھر حال اپنا بیان  
 یہ سنتے ہی اُسے کہا واہ وا  
 میں بہائی ہوں اور تو ہی نہیں  
 دمان سے ٹھکون پاس وہ ماہر  
 اونہوں نے کہا واہ صد کفرین  
 غرض گھروہ پہنچی با من دمان  
 جو امر دایوں ہی کا نام ہے  
 فرادیر تک اور چرچا رہا  
 نہیں تو یہ فرقہ وہ ملہوں ہی  
 یہاں تک جو پہنچی وہ پاکیزہ دم  
 تو بولا وہ بیدین منہ پیر کے  
 صاحب یہ عورت نے اُسے کلام  
 دغا اور ایسے انیسوں کے ساتھ  
 چہا دنگی یہ عیب بارے ابھی  
 ہوا جبکہ خورشید روشن بلند  
 کہا اوس نے چہرہ بنا کر مل

اچی ناک کنبے میں کٹ جائیگی  
 نہیں چاہیے مجھ کو ناموس تنگ  
 مگر بیوفا تو نہ کوئی کے  
 گئی وہ بھی جنگل گوزہر جبین  
 ذرا رحم مجھ پر خستہ جان پر کرو  
 تو سب مال و اسباب بجاؤنگی  
 کہا سب نے اسی شوخ جادو نظر  
 گئی اپنے عاشق تلک چوٹ کے  
 کہا آج فضل خدا ہو گیا  
 کہ آئی ہو نین اس طرح سے یہاں  
 بہلا دوست ایسا تو ہو با صفا  
 سدا شاد کے تجھے ذوالمنن  
 گئی اور کی اس طرح گفتگو  
 نہیں صادق القول تجسا کین  
 سدا خوش رہے دونوں جو و میان  
 جو امر دیوں کے یہی کام ہے  
 پھر آخر وہ ہی اوس سے قصہ کہا  
 کہ جس سے فلک کا بھئی ل غونج  
 کہ چورون نے چوڑا زراہ کرم  
 بہلا کیوں رہا کر دیا گہر کے  
 کہا کہ لکھلا کر کہ مرشد سلام  
 حقیقت میں ہو تم بڑے نیک آ  
 خبر بھی سنو گی کیسے کبھی  
 گیا پیٹ پکڑے ہوئے ہوشمند  
 کہ کرتا نہیں وہ تو کوئی قبول

مٹا ایسا وہ دوست درگور ہو  
 جو خاطر مری تجھ کو ستور ہو  
 غرض ہو گئے لاچار وہ گلزار  
 بہت سا کہیں دیکھ کر مال زور  
 سنو گوش دل سے مری التماس  
 غرض میری یہ ہے کہ وہ اکیبار  
 بہلا خیر اچھا چلی جائے  
 یکا یک جو اوس سے نظر لڑ گئی  
 میں مرتا ہی تھا تیرے ارمان میں  
 تمہارے اوسے دست کی ہوں کین  
 نہایت مرے سر پہ احسان کیا  
 بہت ساز و مال اوس کو دیا  
 جو مطلب تھا پہلے وہ اب کچھ  
 دیا بہت کچھ اور کہا جائے  
 کیا جب یہ عورت نے قصہ تمام  
 اٹھا باندھ کر پھر دمان سے کمر  
 کیا عرض اوسنے کہ اسی شخص  
 پہر تے میں زر گر کی باری تھی  
 کہا اپنے عاشق تلک جائے  
 کہاں نہ تھا آتا ہے ایسا شکار  
 شرارت یہ ساری ہی بے لکھی  
 بس اب آپ اتنا کرم کیجئے  
 غرض اس قدر اُس کو فقرے  
 کیا عرض وہ لعل لوائے  
 مگر پاس سے اپنی دیتی ہو نین

کہ جسکے لئے مجھ پر زور ہو  
 تو جاتا کہ دل میرا سرور ہو  
 چلی کر کے اپنا بناؤ سنگار  
 اچکوں نے گہرا اسے آن کر  
 میں جاتی ہوں اہو وقت عاشق کپا  
 یہ جو بن کی سب کچھ لیوے بہا  
 یہ جو بن بھی اپنا د کہا آئے  
 تن زار میں جان سی پڑ گئی  
 مگر جان پھر آ گئی جان میں  
 نہ سمجھا مجھے اوس نے تم سے غز  
 دل و جان ایسے پہ قربان کیا  
 باعز از ہر گھر کو رخصت کیا  
 یہ سب مال و زیور ہے لے لیجئے  
 بس احسان ہی ہم پہ فرمائے  
 کہا شانہرا دے نے اسی خوش کلام  
 گیا بعد اوس کے وہ تاجر سپر  
 ہوا یہ تو چورون سے بیشک کال  
 وہ تقریر دل چسپ کاری ہوئی  
 یہ جو بن بھی اپنا د کہا آئے  
 حقیقت میں تھے وہ بڑے نابکار  
 اتارو جو لوٹنی لے باپ کی  
 کہ وہ لعل چپکے سے دیدیجئے  
 کہ وہ لعل چارون اگھوائے  
 وفا اپنے وعدہ کو نہ مایے  
 عوض میں دعا سے لیتی ہو نین



غرض کر کے اچھی طرح لیت لعل  
 وہاں سے پہرا پر وہ بازار کو  
 بظاہر ہے تو ایک غفلت غیب  
 تجھے اُسے ہی یہی کہا  
 کہا اوس نے پہلے تو یہ عرض ہے  
 کیا پر بیان سب کہ اس طرح سے  
 یہ سنکر کہا ہکو آیا یعتین  
 غرض حسب فرمان کیا کامگار  
 اسے دیکھ کر عالم خواب میں  
 مگر دیکھ پایا جواب دو بدو  
 یہ سنتے ہی شہ کو بھی حیرت ہوئی  
 مگر شاہزادی کا یہ طور ہوتا  
 بگڑنے لگا جب کہ از حد مزاج  
 پسند آگئی شاہ کو یہ صلح  
 غرض بل کے عاشق نے مجھ سے  
 بہت دن مجھ یا تھا شوخ فغان  
 بہت دن نگریم کو چرخ کس  
 تپ جبر سے ہو گیا غیر حال  
 پلاساقی لالہ رخ بہر کے جام  
 دکھاؤں گا میں آج تسی کا زور  
 کیس وقت میں ملک ہندوستان  
 جسے دیکھئے غیرت حور ہے  
 بت یتن کیا دلارام ہیں  
 غرض ایک راجا کی لڑکی ہیں  
 ہوا اس پہ عاشق کہیں کانور

دئے ایک ڈبہ سے وہ چارل  
 کہ تلاش کیجے خریدار کو  
 تجھے خواب میں ہی نہونگے نصیب  
 حقیقت میں یعل ہیں بے بہا  
 کہ غفلت ہوں چپ کیا فرسے  
 ہم آئے ہیں یہاں چرخ کے جو سے  
 تمہارے ہی ہیں یہ کیسے نہیں  
 ملاقات سے خوش ہوا شہریار  
 بہت دن سوتی تھی پیش و تاب میں  
 جو باقی بھی تھا اڑ گیا رنگ و  
 بلانے سے اس کے ندامت ہوئی  
 کہ آج اور کچھ تھا توکل اور تبا  
 تو پوچھا وزیروں سے اسکا علاج  
 کیا شاہزادہ سے اس کا نکاح  
 اٹالے مزے وصل کے خوب سے  
 تلافی ہوئی اسکی اگر یہاں

کیا اوسنے لیتے ہی جب کہ رسلا  
 دکھائے جو وہ محل جا کر کہیں  
 کہیں سے چر کر یہ لایا ہے تو  
 بہ ایمان بیج بیج بتا دے مجھے  
 فقیر آپ ہوتے ہیں عالی دماغ  
 جو دل چاہے اب آپ کا کیجئے  
 مگر شاہزادے کو لاؤ ذرا  
 کہیں ایک لڑکی شہنشاہ کی  
 سداغم سے بیتاب رہتی تھی وہ  
 کیا تیر مزرگان نے دل میں اثر  
 اوس وقت دونوں کو خست کیا  
 اڑا مہر سے ماہ کا رنگ روپ  
 کہا سب سے اسے شاہ عالی ہم  
 ملا مفت میں ایک دلبر حسین  
 رفاقت میں رہنے لگا ہوشمند  
 بہر ائمہ شکر سے فکر خور کا

داستان لالہ رخ اور جام کی۔ بجز قناری چرخ کج خرام  
 کی۔ ایک بادشاہ کا عاشق ہو کر لالہ رخ کو لیجا نا جام کا  
 وادی المناک میں خاک اڑانا۔ وحشت و جنون کے بلوغت  
 مشہو خاص عام ہونا۔ آخر کار وصل دلدار سے شاد کام ہونا

اور اب بھی یہاں کے سوز ہر ہیں  
 بجز اسکے کہنا ہے دیوانہ پن  
 مژہ ان کی ہوتی ہی سینے کے پار  
 سمن بو تھی اور لالہ رخ نام تھا  
 مے عشق سے ست اور جام نام

سنا ہے کہ تماغیرت بوستان  
 نشے میں نے حسن کے چور ہے  
 حقیقت میں یہ بچھن رام ہیں  
 سنا ہے کہ تھی مہر چرخ برین  
 کہ تھا وہ بھی صورت میں رشک مفر

کہا لو ہوا میں شمار غلام  
 تو کہنے لگے سب یہ تیرے نہیں  
 پکڑ لے گئے شاہ کے روبرو  
 لے کس طرح اور کہاں سے تجھے  
 وہ رہتے ہیں کل ہی میں باغ باغ  
 گنہ گار ہیں ہم سزا دیجئے  
 ہمیں ہی تو ان کو دکھاؤ ذرا  
 کہ تصویر تھی واقعی ماہ کی  
 ولیکن کسی سے نہ کہتی تھی وہ  
 گری جاتے ہی فرش پر بے خبر  
 وہ محل اور کچھ اور خلعت دیا  
 شب دروز ہونے لگی دوردہ ہوا  
 دوا ہے فقط اس کی وصل صنم  
 یہ قسمت نئی ہے کسی کی کہیں  
 کیا ہو کے خوش اسکا رتبہ بلند  
 نہ باقی رہا نام تک شور کا  
 اٹھائے ہیں حد سے زیادہ محن  
 پلا دے ہمیں بھی شرابِ صال  
 کہ ہونے پر آئے ہیں قصے تمام  
 مجا دے مگر تو بھی قفل کا شور  
 نہ ہیں اور نہ ہووینگے ہر گز کہیں  
 کہ یہ سب سب ہیں بت یتن  
 شکر ہیں کافر ہیں زار دار  
 سدا ناز اور دلبری کام تھا  
 کرے مہر جہک جہک جسکو سلام



غرض لالہ رخ پر وہ مرنے لگا  
 نہ سوچا کچھ الفت کا انجام جام  
 دے لالہ رخ کی محبت نے فراغ  
 گیا آخرش کو د عاشق مزاج  
 کہاں جائیں گے اب اسے چو کے  
 مجاں تاتا ہر وقت شور و فغان  
 ہوا سب میں چرچا فلانا جوان  
 ہوئی اس کی راجا کو آخر خبر  
 خبر لیجئے ورنہ اچھا نہیں  
 یہ سنئے ہی راجا نے جل کر کہا  
 ولیکن وزیر دن نے کی اتنا  
 سیاست کا یہاں زور چلتا نہیں  
 کہ پیتے ہی عاشق کو آجای ہوش  
 یہ سنئے ہی شادیکا کر کے قوار  
 مگر وصل موخہ کا نوا نہ نہیں  
 حسد سے نیا رنگ لاتا ہے بھر  
 سبب بیکہ کہ صورت میں تھی شکا  
 مزاج معلیٰ گیا عرش پر  
 کہیں ایک دن شاہ عالی خصال  
 ہوا شاہ اس بات سے غضب  
 جو ایسا ہو وہ کیوں کسی سے در  
 کہا دل میں اپنے کہ اپنے تین  
 کہا ڈھونڈھ اب کوئی ایسا بل  
 یہ سنئے ہی فرمان شاہی یہ  
 مگر حیا وہ چاہتا تھا حسین

فدا جی سے جی اوس پہ کرنے لگا  
 ہوا سرگران پی کے الفت کا جام  
 کہلا جام کے صاف سینہ پہ باغ  
 دریا پر چوڑے تخت و تاج  
 اٹھیں گے یہاں ہی تو سر ہوڑے  
 نہ لگتی تھی تالو سے اوسکی زبان  
 فلانی پہ مڑتا ہے دیتا ہے جان  
 کہ پیدا ہوا ہے کوئی بے جگر  
 نہ کر جائے تاثیر نالہ کہیں  
 اسے قید ہستی سے کر دو رہا  
 دوا عشق کی یہ نہ آئیگی راس  
 بلا کی طرح عشق ٹلنا نہیں  
 نہ باقی رہے کچھ ہی جوش و خروش  
 کیا اوسکو راجہ نے امیدوار  
 سمجھا نہ آسان تم اسکو کہیں  
 نیا شعبہ اب دکھاتا ہے بھر  
 خم زلف میں پہنس گیا بادشاہ  
 قدم کون رکھتا تھا اب فرش پر  
 گیا دیکھنے کو جو اوس کا جمال  
 لگا پوچھنا اس سے اسکا سبب  
 غرض کیا جو منت کسی کی کرے  
 سمجھتی ہے یہ حد سے زیادہ حسین  
 کہ ہو جائے یہ جسکے آگے ذلیل  
 چلا ڈھونڈھنے رشک ہا منیر  
 ملا اور نہ بلنا تھا ہرگز کہیں

نہ سمجھا کہ دل کا لہر کہیں  
 کیا حضرت عشق نے جو عمل  
 نہ دین کی خبر اور نہ دنیا کا ہوش  
 کہا کچھ ہی نیکی خدا دے جاگر  
 وہ نالے سنائے کہ گردون دون  
 چپا دے کہا تک کوئی راز عشق  
 محبت کا گھر گھر فسانہ ہوا  
 کیا دام گیسو نے اوسکو اسیر  
 یہ الفت ہی کرتی ہی دو دل میں ہا  
 جو وہ اپنے جینے سے خود میرے  
 سری من ہمارا ج کو ہو خبر  
 مگر مان مقرر شراب حال  
 یہی آپا اوسکی دوا کیجئے  
 خبر سنئے ہی وصل گلفام کی  
 یہ ہی چڑھے گردون کی اور میرے  
 کوئی بادشاہ ایک اپنی کنیز  
 بس ب خوف کیسا ہوا اور حال  
 غرض سنہ جو حاکم کئے چڑھ گئی  
 تو تخت سے اٹھی نہ تنظیم کو  
 کہا حسن و صورت میں مجھ سے  
 یہ سنکر شہنشاہ گردون رکاب  
 اوس وقت بلوا کے دستور کو  
 پرورد ہوا اور غیرت حور ہو  
 صبا کی طرح سے چین در چین  
 پھر اگر کو لاچار ڈرتا ہوا

جڑا ہے بلا ہے کچھ اچھا نہیں  
 جنون کا سا ہونے لگا کچھ خلل  
 سدا ایک سالب پہ جوش و خروش  
 تو بس ہم میں اور سر پہ اورنگ  
 بلا اور ہلکے ہوا سزگون  
 عجیب طور کے ہیں کچھ انداز عشق  
 کہ لو جام ہی اب دوانہ ہوا  
 ہوا عشق میں لالہ رخ کے فقیر  
 کہ ناوک کا ہے تیر عاشق کی آہ  
 تو ہر قتل کرنے میں کیا دیر ہے  
 مرنے پر بھی کرتا ہے دونا اثر  
 حقیقت میں رکھتی ہے اپنا کمال  
 مئے وصل یعنی پلا دیکھے  
 دوبارہ ہوئی زندگی جام کی  
 ذرا آگے دیکھو عجیب سیر ہے  
 سنا ہے کہ رکھتا تھا از حد عزیز  
 مثل ہے کہ سیان بیٹے کو وال  
 تکبر میں فرعون سے بڑھ گئی  
 ذرا پشت خم کی نہ تسلیم کو  
 زمانہ میں دیکھو تو کوئی نہیں  
 خجل ہو گیا بن نہ آیا جواب  
 بیان کر کے سب حال مذکور کو  
 زسرتا قدم شعلہ طور ہو  
 پہرا سو نکلتا بوسے گل پرین  
 وزارت کا افسوس کرتا ہوا



کہ اتنے ہی میں چلتے چلتے کہیں  
قضا راجا و سپر نظر پڑ گئی  
کہا جا کے سلطان کو لے بادشاہ  
اوس وقت سلطان نے بھیجا پیا  
ادھر تو طبیعت نہی آئی ہوئی  
سنا جب کہ راجا نے آتی ہو فوج  
کیا شہ نے آتے ہی اسکا حصار  
بہت دن رہی فوج شاہی خراب  
عرض صلح کو شہ نے بھیجا وزیر  
اور اس کا ملازم کہ تھانیکو  
پڑا عکس پانی میں اُس کا  
پہرا جب وہاں سرودہ دانا وزیر  
خوض جا کے تصویر کی پیشکش  
یہی ہے کہ جی سے گذر جائینگے  
یہاں تک ہوا شوق اُس حور کا  
خوض جا کے بیٹھا اُسی نہر پر  
ہوئی اور بھی پہر تو وحشت فزون  
طبیعت جو شیریں شہنشاہ کی  
کھین ایک نوٹنی نے یہ دیکر  
تعجب نہو کیونکہ اس بات پر  
بخوبی غرض اسکو سچاں کے  
اوس وقت لونڈی نے مالا آثار  
نشے میں کٹر اکملک لایا کیا  
دوبارہ جو پر موتیوں کے لئے  
درخواست دی و خود بدام آمدی

دکھائی دیا ایک دلبر حسین  
شہر تیر سی جلسہ ہی گر گئی  
لگا لگاتے اک غیرت مہرواہ  
کہ مجلس سے ہکو وہ ماہ تمام  
اوس وقت اسپر چڑ پائی ہوئی  
غضب میں بہری جلسے دیا کی  
مگر تا وہ قلعہ بہت استوار  
دیا فتح نے آخرش کو جواب  
کہ کم ہو کسی ڈبے بھیر دار گیر  
کٹارہ گیا بر لب آب جو  
تو آیا نظر نور اللہ کا  
تو دکھلا کے وہ صورت دلیر  
ہوا دیکھتے ہی شہنشاہ غش  
مگر اپنا دلبر تو دیکھ آئی گے  
نور بنا شاہ دستور کا  
کہ شاید ہو وہ ماہ پہر جلوہ گر  
ترپنے لگا دل کہ ہو جائے زون  
ذرا کم ہوئی باداوس ماہ کی  
کہا اپنے دل میں کہ بل بے جگر  
یہ دل ہے ٹکے گز کی اوقات پر  
اوسجا کٹری ہو گئی آن کے  
کہا لیجئے شاہ عالی وقار  
وہ موتی ہی لیکر کھلایا کیا  
شہنشاہ نے ہاتھ اونچے کئے  
نظر پختہ تر کن کہ خام آمدی

مگر کون دلبر سنو اُس کا نام  
بہت دل میں اپنے ہوا شادمان  
غلط ہے جو کہتے اُسے حور ہے  
مگر سو چکر دین کا اختلاف  
کہ لڑ بھڑ کے لاوینگے دلدار کو  
چپا قلعہ میں خوف سے جان کے  
وہاں زور کچھ پیش جاتا تھا  
ہوئی پھر کچھ تجویز جہاں کے  
گیا وہ تو غلوت میں جا کے پاس  
قضا را دیر پچھ میں اگر کہیں  
ملازم نے دیکھا جو یون غور سے  
کہا میں نے کیا چاہے اسلہ کو  
افاقہ میں آکر کہا ہو سو ہو  
بہانہ سے پر شہ نے بھیجا وزیر  
یہ الفت پری ہے جو چاہے کری  
رہی دیر تک گوہی آر زو  
مگر مچلیوں نے تماشا کیا  
تو مالا کا ایک ایک موتی نکال  
غضب ہے کہ ہو کر سپاہی فقیر  
مگر ہو ہو یہ تو ہے بادشاہ  
نہ بولی نہ اوس سے کیا کچھ کلام  
تصویر میں لیکن صنم کے وہاں  
ہوا اور بھی پہر تو اسکو یقین  
تو لونڈی نے اچھی طرح انکو تمام  
فرستاد اقبال افیش میں

وہی لالہ رخ جسیہ عاشق تھا جا  
دوبار پڑی جان سچاں میں جا  
حقیقت میں وہ شعلہ طور ہے  
کیا باپ نے اس کے انکار صاف  
نقدق کر گئے دل زار کو  
بہلا کون آگے ہو طوفان کے  
کہ وہ دور سے مار کھاتا تھا  
کہ اب صلح کر لیجئے مار کے  
کرے تاکہ اس راز کو اتماس  
لگی جہاں کئے وہ ہی زہر جہن  
لیا کینچ نقشہ اسی طور سے  
اسے چلکے دیکھے شہنشاہ کو  
ہمیں بھی دہا تک ذرا لیچلو  
چلا آپ ساتھ اس کے بنکر شیر  
خدا عقل دیوے تو اس سے ڈرے  
نہ آیا مگر ماسے وہ ماہرو  
یہ اوجھلین کر دل اور کاٹھیر لیا  
کہلانے لگا انکو وہ خوش خحال  
سمجھتا ہے موتی کو ایسا حقیر  
محبت نے اسکو کیا ہے تباہ  
کہ اتنے میں موتی ہوئے وہ تمام  
نہ تھا ہوش اتنا کہ ہم میں کہاں  
کہ یہ بادشاہ ہے سپاہی نہیں  
کہا اے شہنشاہ عالی مقام  
نہ ہے طلح دولت اندیش میں



کہا شاہ نے میں کہاں وہ کہاں  
دل خود زبد عہدی آزاد کن  
سپاہی کے یہ دل ہوئے کہیں  
کہاں جاؤ گے اب یہاں سوجی  
لڑائی بھڑائی سے باز آئیں گے  
سو اسیج کے جب کچھ نہ کیا علاج  
جب اس طرح سے عہد و پیمان کیا  
اب ایسی محبت سے باز آئے  
غرض چوڑ کر لالہ رخ کا خیال  
کہ آیا تھا کس دہوم سے بادشاہ  
وہ لونڈی یہ سن مسکرانے لگی  
کہا راجہ صاحب سنو غور سے  
خفا ہو کے اتنی ہی سی بات میں  
نہ نکلا مگر اُس کے جی کا غبار  
اگر اب بھی اسے شاہ فرخندہ خو  
اگر جی نہیں جی ہے تو یہ جان شار  
وہ ہی بہر لڑائی کا سامان ہوا  
فلانی جگہ لالہ رخ سنہرے پر  
چنانچہ بوہنیں اسکو وہ لے گیا  
اودھر لالہ رخ بھی غم و درد سے  
ہوئی آخرش یہ خبر جام کو  
چلا چل اُسی شہر کے آس پاس  
غرض وہ غم عشق کا پائمال  
محبت میں چشم سیہ فام کی  
تماشا یہ ہر ایک نے دیکھ کر

سراسر غلط ہے یہ وہم و گمان  
وزین خود تر شاہ ریا دکن  
چپائے سے خورشید چپا نہیں  
نچوڑوں کی جبتک کہ جی میں جی  
ولایت کو سید ہے چلے جائیں گے  
تو بولا وہ ہی صاحب تخت و تاج  
تو لونڈی نے نشہ کور ہا کر دیا  
جو مرنا ہی ہو زہر کہا جاتیے  
وطن کو گیا شاہ فرخندہ خال  
نہ دیوے کا دم بہر سہی گویا پناہ  
بہنسی ایسی باتوں پہ آنے لگی  
بہگایا اُسے میں نے اس طرح سے  
بجاری کو بیجا حوالا ت میں  
رہا ایک مدت یہ ہی دل میں خار  
کسی ماہ پیکر کی ہو آرزو  
فدا تم پہ ہو جائیگی ایک بار  
فلک جان شیریں کا خواہان ہوا  
نہانے کو آتی ہے شام و سحر  
کلیجہ پہ ایک دانع سادے گیا  
لگی شغل کرنے دم سرد سے  
کہ شہ لے گیا اُس دلارام کو  
وہ پہنچا و لیکن بہت بدحواس  
نرکتا تھا جانے کا جی کے لال  
غزلوں سے الفت بڑی جام کی  
شہنشاہ کو جا کے دی یوں خبر

مرا چون نہی در عیار کے  
کہا اوسے پھر شاہ سے ایچھو  
سمجھ لو کہ اب آن پہنچی اجل  
مگر ان جو کہاؤ خدا کی قسم  
تو بیشک ملے اس جگہ سے نجات  
خدا کی قسم تیری جان کی قسم  
کہا شاہ نے الامان الامان  
رہے جسمیں یوں اتن جان کنی  
محل میں کہیں ایک دن بر محل  
مگر وہ شجاعت دکھائی آسے  
خفا ہو کے راجہ نے اُس سے کہا  
غرض جو ہوا تھا سنایا اوسے  
مگر بہر سفارش سے دو چار کی  
کیا جل کے یہ آخر شل سنے کام  
تو پھر اس طرف کو عنان چہرے  
یہ پیغام سننے ہی شاہ زان  
وہ لونڈی بھی چپکے گئی شاہ پاس  
دہان چپکے کشتی پہ ہو کر سوار  
غرض اقربا سارے اور والدین  
جو کچھ پوچتا ہی کہی بادشاہ  
چلا شور و فریاد کرتا ہوا  
نہ جینے کی پروا نہ مرنے کا غم  
محبت کے اتنے اٹھائے تم  
محبت سے وحشی بیابان کے  
کہاے شاہ دیباہ والا ہم

کہ یا بی جو من پاسا نش ہے  
یہ باتیں بنانی سبلا کیا ضرور  
محبت نے سینے میں ڈالا غل  
کہ لشکر میں جاتے ہی سجا سے تم  
نہیں آگئے ہو ہی قسمت ہات  
اطاعت سے اب سر نہ پر نیگے ہم  
بڑی مشکون سے بھی لیکے جان  
وہ الفت نہیں جی کی ہوشی  
گیا راجہ صاحب کے ننھ نکل  
کہ گھر تک کی دھیری لگائی تے  
بہنسی کیوں سبب اسکا جلدی تھا  
یہ سن اور بھی طیش آیا اُسے  
رہائی ہوئی اوس گنہ گار کی  
کہ سلطان کو چپکے سے بھیجا پیام  
دو بار اہیں آن کر گمیر سے  
بس اک آن میں آن مہنچا ان  
کیا کان میں اس طرح التماس  
جہان چاہے لیجا تو اے شہر بار  
مچانے لگے رات دن شور و ہن  
تو آنسو نکلنے تھے یا منہ سے آہ  
غم ہجر و لہر سے مڑتا ہوا  
زبان پر سارا بے لے و غم  
کہ محبون سے بھی بڑھ گیا دو غم  
وہین بیٹے تھے سدا ان کے  
لیا قیس نے بہرہ و باراجہ



اگر قیس نے نفسہ وہ نہیں  
 یہ منکر تعجب سے شاہ زمان  
 یہی سحر دیکھو دکھایا وہ نہیں  
 کیسے تصور میں ہے گفتگو  
 اٹھاتے سے اٹھے نہیں و قدم  
 جو شکل باہمی اپنی دکھا دیجئے  
 نہایت ہی بیتاب ہونے لگی  
 کہا جام سے جا کے او بے جگر  
 مگر یہ بتا کس پہ مرتا ہے تو  
 مگر اس لطافت سے اور دے  
 گلے سے لگایا اٹھا خاک سے  
 یہ شکل ملی لالہ رخ جام سے  
 بتا تو ہی اب اسے ستمگر فلک  
 پھر اب سا قیابہر کے دے جام مل  
 نئے گل گلستان میں پہون گئے  
 کوئی عاشقوں کو بغیر اوصال  
 سیجا ہی گرم کہیں آن کے  
 غرض مثل کا کل بکڑتے ہیں یہ  
 جہاندار کا بھی یہی طور ہوتا  
 وہ طوطا سراپنا کہتا تار  
 اسے اور ہوتا تھا سکر جنون  
 نکلتے تھے آنکھوں سے پہلے  
 کہ نکلتا تھا سینے میں کچھ مکتیا  
 تڑپتا تھا گلشن میں چارونظر  
 کیلے غنچہ گل چین در چین

تو ہو گا اونسی کا کوئی جانشین  
 اسی گل کو لے ساتھ پہنچا وہاں  
 کہا نکا کہاں جا ملایا وہیں  
 کہ اسے لالہ رخ سیمتن ماہرو  
 بہر و سا نہیں زلیت کا ایکدم  
 تو مرتے سے گویا بچا لیجئے  
 یہاں تک کہ چلا کے ورنے لگی  
 غضب کا ہے نالہ میں تیرے اثر  
 سبب کیا ہے نالہ جو کرتا ہے تو  
 کہ ایک شور اٹھا زن و مرد سے  
 کیا وعدہ وصل غمناک سے  
 نہ تھی اس بھی چرخ ناکام سے  
 یہ آفت اوٹھا دین بھلا کب تک

قدم رنجہ کر کے وہاں تک چلو  
 حقیقت میں کچھ عشق اعتاد ہے  
 غرض شاہ کیا دیکھتا ہے وہاں  
 کہ ہر گویا ہائے او میر بجان  
 محبت میں تیرے جنون ہو گیا  
 یہ احوال جب لالہ رخ نے سنا  
 یہ دیکھا تو شہ نے تعجب کیا  
 کیا تو نے کچھ ایسا پڑھ کر عقل  
 یہ سنکر کیا حال سارا بیان  
 پہر آیا شہنشاہ کا غم سے دل  
 بعزت غرض لاگے گھر جام کو  
 رہے دونو پہر چین کے عمر بھر  
 بس اب باز آ ظلم اور جور سے

اتنی کہانیاں تو نے سنائیں مگر جہاندار کو چین نہ  
 آیا مجنون سے زیادہ اپنا حال بنایا ایک دن وہ رشک  
 لیلیٰ یعنی بہر و بالو سیر گلزار کو تشریف لائی شاہزادہ  
 کو اس صورت میں دیکھ کر بہت گہرائی آتش عشق سے  
 بیتاب ہوئی دل کو رنج و تعب ہوا یہی کہ خدائی کا  
 باعث شادی کا سبب ہوا

شب و روز قصے سنا تار  
 فسانے بھی اسکے لئے ہیں فنون  
 ہوئے لعل آئے جو تخت جگر  
 ہٹا نہ تھا اپنے دل پر سے ہاتھ  
 دل و جان کرتا تھا دونوں تلف  
 ہوا محسن گلزار رشک ختن  
 مگر کون سنتا تھا بکواس کو  
 جہاندار دیوانہ خو ہو گیا  
 کٹاری تھی رپی تھی یا سار تھی  
 صبا کی طرح سے وہ زار و زار  
 کسی دن سحر کو جو باد سحر  
 تو گوشہ سے اٹھ کر بحال تباہ

نہ دیکھا ہو مجنون کو تو دیکھ لو  
 اسے لاکھا شجرہ یاد ہے  
 کہ یک مرد عاشق ہو بہر نیجان  
 تجھے ایسی حالت میں ہونڈ ہون  
 فسانہ کچھ آخر فنون ہو گیا  
 تو سر دونوں ہاتھوں سے اپنا ہاتھ  
 کہ میں اسے کسو اسٹے رو دیا  
 کہ سننے ہی خود آئے آنکھوں  
 جو گذرا تھا اوسپر بیان وہاں  
 سنا جب کچھ قصہ ہوا مضمحل  
 حوالے کیا رشک گفنام کو  
 نہ سوزش تھی دل میں درد جگر  
 ملا دے چین ہی اسی طور سے  
 کہ آتا ہے گلشن میں رشک گل  
 گل و غنچہ خوبی کو ہولیں گے کج  
 سنبھالے تو انکا سنبھلنا محال  
 تو یہ لوٹ جاوین وہیں جان کج  
 فقط یار کے پاؤں پر تلے ہیں  
 ابھی اور تھا اور ابھی اور تھا  
 گئی بھی نہ تھی عقل ہو پاس کو  
 یہ اشکون کا پانی لہو ہو گیا  
 جہان دل تھا اب اس جگہ پھانسی  
 تجھ میں اس گل کے لیل نہا  
 چلی مست ہو ہو کے گلزار پر  
 چلا سیر کرنے جہاندار شاہ



نظر ایک بیل پڑا شاخ پر بصورتین گل یعنی دلار کے جہان رہی دیکر بہک گیا تو عاشق ہے عاشق ہی تر صفیر یہی گفتگو ہو رہی تھی وہاں او دہرائی ہو جہین ہو کسور مگر یہ خیال کہ بھر شک ماہ تجربین ویسا ہی بیٹھا رہا کہاں میں کہاں وہ فقط وہم ہو سبب یہ کہ اس جہد مشکین کی گلوں کو ہوئی شرم سے بے کلی خوشی ہو کے ہنس نے چوے قلم اسے داغ لالہ دکھایا کیا صبا جا کے پنکھا ہلانے لگی نکل جانے جو گلستان سے عماری سے نکلی کوئی پیرزن کمر دہری جیسے بالکل کمان مگسوت سے سر ہلاتی ہوئی ہو انا گمان اوسط کو گذر کلام اوس کا تھا گو ہر آبدار ہوئی سخت حیرت میں پیرزن تعجب سا کر کے بصد سوز غم کہ بان ایک روش پر خوشحال کھٹکتا ہے پہلو میں دل مثل خار الگ دست نازک سے پردہ اٹھا	نکلتے تھے جسکے پروں سے شر کٹرا چومتا تھا قدم خار کے جو ہمدرد پایا وہاں رک گیا جگر تک پہنچتی ہے مانند تیر کہ اتنے میں وہ زینت بوستان بڑے ناز سے جیسے باد بہار حقیقت میں اپنا ہی ہی بادشا مگر بان یہ کلمہ زبان سے کہا یہ چرخ سنگار بیر حسم ہی اڑی صحن گلشن میں ہر چار سو کیلے اور کھل کر ہوئے پھر کلی حد سے ہوا سر و قمری کو غم گل نرگس آنکھیں چرایا کیا مگر بونے کیسو چرانے لگی صبا بھی جو آدے تو فرمان سے کہ تا آپ خالی کراوے چین سر و پایہ تھا دائرہ کا گمان وہ بٹو اساتھ پیلپلاتی ہوئی کہ بیٹھا تھا جس جاوہ شوریہ سر سخن اوس کا ہوتا تھا سینہ سپار کہ یہ کون گلو ہے رشک چین پہری وہاں سے لنبہ اٹھاتی قدم خدا جانے کس کا ہے اوس کو خال وہ روتا ہے جیسے کہ آب بہار جو دیکھا تو عشق کی یاد دم گھٹا	جلاتا تھا نالہ سے گھر کو دہوان سا نکلتا تھا منقار سے کہا رو کے سنتا ہی او دلیر مگر میرا نالہ کہی تو مٹنے ویا تھا اسے جسے یہ خار غم پڑا سر پہ سایہ جو دلار کا کہاں تھی یہ امید اوس کو سدا او چلتا ہے پہلو میں دل بار بار سواری غرض آکے ٹھیری میں شجر باغ کے ہو گئے سب نہال اگر کوئی غنچہ قضا کا کسلا ہوایا بگل سر و اللہ شوق بہت دل میں سنبل پریشان ہوا ہوا حکم خالی ہو یہ بوستان نہ بیگانہ رہ جائے کوئی کہیں محبت تھی اوس کو بد رجہ کمال روئی کی طرح سارا چونڈا سپید چلی ہو لے ہو لے عصا ٹیکتی نہ پانی فقیر دن کی سی رحم دیت جبین سے چمکتا تھا جاہ و مال سجایا ہے کیون تن پہ ایسا کلبا گئی ہانپتی شاہزادی کے پاس قلندر بظاہر ہے وہ مجہین یہ سنتے ہی دل کو ہوئی گرزو نگہ چار ہوئی ہی پہچان کے	لگاتا تھا آتش خس و خار کو سلگتا تھا آہ شرر بار سے تجھے وصل گل کا ہو جلد ہی نصیب تو جل جائے چوچ کر کوہنے اٹھاتا تھا جسکے لئے بار غم کہلا غنچہ دل جہاندار کا کہ یوں اپنے گھر آئے وہ دلیر وہ کیا آج آتا ہے گلگون طور چین ہو گیا رشک صحرا چین ہوئے پاسے بیل سے گل بان مال تو اوس کو طپا نچہ صبا کا ملا لیا ڈال قمری نے گردنیں طوق فدا زلف پر ہو یہ ارمان ہوا فرشتہ ہی رہنے نپاوے یہاں مگر خیر سبزہ کا کچھ دُر نہیں کہ دانی تھی بانو کی یہ پیر زال نہ تھی سانس لینے تلک کی امید بہت غور سے ہر طرف دیکھتی کٹری ہو کے کرنے لگی بات چیت ٹپکتا تھا چہرہ سے رخ و لال یہ بیٹھا ہے کیون اس طرح سو اداس کیا جا کے خدمت میں یوں آتا مگر فی الحقیقت قلندر نہیں کہ دیکھو تو کیسا ہی وہ ماہر کہا دل میں قربان میں آن کے
--	---	--	--



خدا جانے کیون یہ شبہ بنے نظیر  
اوسیدم ہوئی آرزو وصال  
مگر ہٹ گئی دیکھ کر شرم سے  
وہ بڑھیا گلے سے لگانے لگی  
مجھے ایک مدت ہوئی منتقزی  
ہو ایک بیک اب جو کچھ سامنے  
نہیں آ مری مابین مر جاؤ گی  
نصحت سے بولی کہ بیٹا بہنل  
یہ غفلت ہے روٹی کو محتاج ہے  
میں قربان سودا یہ سر نکال  
کہا شاہزادی نے ای پیر زال  
ارمی بادی الفت دچاہ میں  
مرے جس پہ وہ ہی سجا ہوا  
سمجھتا نہیں وہ حساب و رسیا  
نہ جائے کے ظاہر پہ اچھے توف  
جوانی پہ کیا تیری آئی انگ  
سہلا سوچ تو شاہ والا تبار  
ترا فیل کوئی نجا دیگا پیش  
بہلا عاشقوں کی تو کیا باہک  
دو لیلی ہی یکبار مجنون ہوئی  
تمہیں عشق و الفت کی کچھ نہیں  
کرو بڑھ ہے چونڈے کا وہ دفنان  
نہیں آج ہوئی تمہیں کچھ خبر  
نصحت سے ہوتا ہے زیادہ جوان  
یہ سنکر ڈری دلیں وہ پیرزن

ہو اس حالت چوڑے یوں فقیر  
مگر اگیا پر حیا کا خیال  
ہوئی ہمدی نالہ گرم سے  
نہ سہنہلی تو ٹسوے بہانے لگی  
کہ مرتی ہوں آپر نکلتا ہے جی  
کیا کوچ سینے سے آرام نے  
جہان سے ابھی کچھ کرجاؤ گی  
کہیں جوڑا ہی نچاؤے نکل  
مری جان تو صاحب تاج ہے  
اری دیکھ عہدت میں شہ ڈال  
سٹن کیون ہوئی ہو کہ ہر خیال  
نہیں فرق غفلت میں اوں شاہ میں  
نہیں تو سیجا ہی ہو کیا ہوا  
ادب آپ کرتا ہے اس ادب  
کہ غور شد ہی کے لئے ہر کسوف  
کہ کہو نے لگی ہائے ناموس ننگ  
روا کیونکہ رکے گایہ ننگ مار  
عبث یونہیں کرتی ہی سینے کوش  
غم و درد و دن کو تو دن رات ہے  
محبت سے حالت دگر گون ہوئی  
میں سمجھاؤں کیونکہ مر اب نہیں  
بڑی بی کے چچے بچیں تالیان  
کہ کیا غم ہے اسکے دل و جان پر  
میں تجھ پرے پتر سے کیونکہ کون  
کہا طشت از بام ہے یہ لگن

بس تے نہیں بانو پڑنے لگی  
ارادہ تو تھا یہ کہ شام و سحر  
دم سرد بہر کر کہا اوف نو  
کہا کیا ہوا ایک بیک جانجان  
ترپتی تھی بسل سی شام و سحر  
خدا کے لئے کوئی تدبیر کر  
یہ سنکر تو کہیانی وہ پیرزن  
ذرا سوچ اسے رشک ماہ منیر  
یہ جوگی ہے اور تو شہنشاہ ہی  
شریفون میں یہ کوئی کرانہیں  
اری عشق ہے وہ شبہ بنے نظیر  
لڑی آنکھ جس سے وہ ہی شاہ ہے  
کیا جکے سینے میں اسے ٹگان  
علا وہ ازین یہ پیارا جوان  
خفا ہو کے کہنے لگی پیرزن  
نہ کہو دے گاہو کوئی آپ کو  
گریگا ترا عقد انجان سے  
مگر ہائے الفت ستم ہے ستم  
یہ معشوق کو بھی نہیں چوڑتے  
کہا ہنسکے دیکھو خدا سے ڈرو  
تمہیں ہی کرے کاش الفت ہر  
جوانی میں بھی ہائے ہر کی بگ  
بڑی بی قسم ہے کلا بجا و حال  
کیا عشق اب عقل مجھ میں کہاں  
میں بولوں تو کہتی ہے تو کہ نہیں

محبت کی آتش بھرنے لگی  
ہٹاؤ دے نہ چہرے اسکے نظر  
کوئی ہو تو مجھ کو ذرا تھام نو  
کہا کیا کہوں مادر مہربان  
دہتی جان کی ہی مجھے کچھ خبر  
کہ اگر گلے سے لگے سیمبر  
کہا لو بڑی اور شکل کٹن  
کہاں تو کہاں یہ نگوڑا فقیر  
یہ ذرہ ہے تو غیرت ماہ ہے  
کوئی جان کے جان مرنہیں  
جسے ایک سے ہیں امیر و فقیر  
جو ذرہ بھی ہے غیرت ماہ ہے  
سہلا اور بڑا اوسکو سے مٹا  
قلندر نہیں ہے شہ خروان  
کہ بس بس زیادہ دوانی نہ بن  
لگے گا گردن غباب کو  
نہ جوان بن دیکھ انسان سے  
غصت جہان اسکا ہو دگر  
کسی سے غرض متفق نہیں ہوئے  
بڑی بی بہت سی نہ ٹر کر د  
کہ تا قبر میں جا کے اٹھے خیر  
کسی سے نہ تمکو ہوا کچھ شہاگ  
مجھے زیست ہے ایک نخطہ محال  
نکر دیکھ مجھے چنیں چنان  
جنون اسکے ہونے میں کچھ نہیں



سواری امید غرض پیر کے  
دوانی لٹکی ایک جوگی سہیت  
وزیر دن کو خلوت میں کر کے ہم  
اڑے سنتے ہی سبک ہونے کو  
خداوند الفت کی یہ آگ ہے  
جلاتی ہے یہ عقل ہوش و خرد  
مگر مان جو عاشق پہ بھیر ہو گئے  
اگر قید کیجے تو ہو دے جنون  
یہ آتش بجے گی اسی آب سے  
عجب کیا جو نور درون سے پکے  
غرض کوئے جانان کی تالاش ہو  
اڑا دین عدد دیکھ خبر دور دور  
کہا کوئی تم میں سے جامی و مان  
وہ بیشک ہے بیشک عالی تبا  
کہ ہر ہے تو ایسا قی خوش حال  
مری برین ہے رشک ہ تمام  
بہرے دن گیا غم ہوا چرخ رام  
بلا کر بخومی دکھا کر یچن  
اکیلا جو تہادہ گرفتار دام  
غرض سچ سجا کر اٹھی جب بات  
وہ سہرا قدم تک لٹکتا ہوا  
حوالہ برین ڈوبا ہوا پاؤں تک  
عجب ناز سے کر کے چم چم چلا  
رات اُس جگہ سے جو آگے بڑی  
مگر کوئی شنی بگھارا کیا

اُسے شہرین لیکنی گہیر کے  
نکالی نہی باپ دادا سے ریت  
سنایا وہ سب دل کا درد و الم  
کیا دیر میں سوچ کر التماس  
اسے آب تدبیر سے لاگ ہے  
اسے آہ سے پہنچتی ہے مدد  
تو وہ دم میں سارا جہان پہونکے  
اگر چوڑ دیکھے تو یہ بھی زبون  
نہ اکھڑے گا کچھ داب آداب  
نکل جائے ہرگز نہ روکے رکے  
تو پھر راز پر سہل سے فاش ہو  
تو فرمائیے کیا کریں گے حضور  
کرے کچھ جہاندار کا امتحان  
ولیکن محبت سے ہے بت قرار  
اب جہاندار شاہ کے بیاہ کی دہوم دہام ہر دل کو چین  
جی کو آرام ہر جسکی خاطر پاؤں رگڑے تے وہ آج ہاتھ آتا  
خوب ل بہرہ کے وصل کا مزا اڑا یا یار کو مٹو  
کسی نیک ساعت میں کہی گین  
ادھر کا بھی شہ نے کیا اہتمام  
ہوا شور و غل چار سو ایک ستا  
جو دیکھے ہے سر ٹپکتا ہوا  
کہ ششدر ہو جو دیکھے یکے یک  
کہ پر یون کاتن سے نکل دم چلا  
تو باراتیون میں عجب غل پڑی  
کھڑا آدمی کو پکارا کیا

کیا شاہ سے جا کے رون آشکار  
یہ سنتے ہی شہ نے لیا سر پکڑ  
کہا عقل سے اب نکالو وہ بات  
زمانہ رہے تیرا فرمان پذیر  
بڑھتی ہے جتنا بجاؤ اسے  
نصیحت کو کہتے ہیں عالی گھر  
ملاست بھی اسکے لئے بیر ہے  
مناسب بھری ہوشہ خوش حال  
اگر دیر ہووے تو ڈر اور ہے  
پکڑ کر اسے کہینچ لے اضطراب  
نہ رہو کے کہیں نام کو ننگ نام  
یہ سنکر شہنشاہ سوچا وہین  
یہ سنکر گیا اور اگر کسا  
کہا مان تو شادی کا سامان ہو  
اب جہاندار شاہ کے بیاہ کی دہوم دہام ہر دل کو چین  
جی کو آرام ہر جسکی خاطر پاؤں رگڑے تے وہ آج ہاتھ آتا  
خوب ل بہرہ کے وصل کا مزا اڑا یا یار کو مٹو  
ہوے شہر مرد و زن جا بجا  
سراخام آخر کو سب پا گیا  
ہوا آکے گلگون پہ نوشہ سوار  
وہ پوشاک پہنے ہوئی زرق برق  
وہ عنقا کے بازو کے دھو چل  
بجے شادی نے ہوئی غل پکار  
کسی نے تو بالکل نہ نخر کیا  
خفا ہو کے بولا کوئی ہے مان

کہ لڑکی کو دیکھو وہ ہے بقیار  
کہا دل میں عزت نجاوے بگو  
کہ ہکو ملے اس بلا سے نجات  
جو دشمن ہوں ہوں قیدم میں  
سلگتے لگے گرد باؤ اسے  
کہ ہے اسم اعظم کا اسم اثر  
کہ شہر ہی یہاں خیر سے خیر ہے  
کہ ہو جائے دو نو کا باہم دھال  
کہ بانو کا اب طور بے طور ہے  
کہے ننگ و ناموس بالکل خراب  
جو چاہیں سوچ چا کرین خاص عام  
کہ انکا اس سے مناسب نہیں  
جہاندار ہے گو ہر بے بہا  
یہ مشکل کسی ڈھب آسان ہو  
کہا ہونہل سا غل سنبھال  
کہاں تک خیال حلال و حرام  
کہ شادی کی ہونے لگی دہوم دہام  
یہ نوبت ہوئی شادیانہ بجا  
وہ ہی عین شادی کا دن آگیا  
کہنے لعل و گوہر زمر و نثار  
کہ ہو برق بھی بیکھ کر عرق عرق  
کھیلین وہ شہزادی اور اچھل  
کہ مان ہو چکا شاہزادہ سوار  
یونہیں سات رات کے چل دیا  
ادھر سے وہ کہنے لگا جی میان



ہوا اور سودا کی دس دس کو  
 ہوتی ڈھول تاشو کی دھوم دھام  
 اڑے بان اور جب کہ چوٹے ازار  
 جلو میں جوتے سات تخت دار  
 تاشے کو تے جیج گرب پیش  
 جو مہتاب تھی اور جگہ چوٹی  
 غرض رہ گئی جبکہ تھوڑی سی بات  
 جواہر کے فالوس ہیر کے جھاڑ  
 تمامی کے خیمے تمامی کے فرش  
 ہوا پر پہنچتے ہی مگر شروع  
 اٹھا آرسی اور کچھ دیکھ بہال  
 کبھی پہر کے کچھ ناکہ سے کہا  
 نکالا اُسے پہر کبھی گال سے  
 دوپٹے سے منہ کو چھپا یا کبھی  
 نگاتی تھی آتش لگاتی تھی  
 جو شوکر لگائی غضب کر دیا  
 وہ بہاؤ بتانا کبھی ناز سے  
 سمان اُسکے گانے سے ایسا بندھا  
 بڑی دیر تک اُنکے چرچے ہے  
 مبارک شود کی ہوتی غل پکا  
 پیاسب نے شربت بٹھے مارا  
 یہ سنکر لیا سر سے سہرہ لپیٹ  
 ذرا خوب اچھی طرح دیکھ بہال  
 صغیر پاس بیٹھا دیا تخت پر  
 رکھا آرسی اور صحف و مان

کہا لا اتر جلد سائیس کو  
 کہ سنتا نہ تھا کوئی اپنا کلام  
 تو بچے سمند اور گرے کم سوار  
 عجیب دھوم و رونق تھی انکی زبان  
 اشاروں سے ہوتا تھا دل شیریں  
 تو زردی ہی چہرہ دنیسی تھی پھوٹی  
 تو پوچھی وہ گھر تک بنی کے برتا  
 برابر تھی چاروں طرف انکی بار  
 فقط نور ہی نور تھا تابا بعرش  
 ہوئے اہل محفل ادھر کور جو  
 لیا مسکر کر دوپٹے سب نہال  
 بڑی دیر تک مشورہ سا کیا  
 لیا منہ کبھی پوچھ رہا مال سے  
 نیا ناز خضرہ دکھایا کبھی  
 عجب راگ محفل میں لاتی تھی وہ  
 قیامت نے پاؤں پر ہر دیا  
 وہ گانا کبھی سیٹی آواز سے  
 کہ سن ہو گئے سُنکے ارض و سما  
 لگایا کتے سب کے سب قہقہے  
 کہ بونشہ بنے اب تو آیا قرار  
 دوبار پڑی شانہزادہ میں جان  
 چلا گھر میں دامن قبا کا میٹ  
 دیا سر پہ آنجل دوپٹے کا ڈال  
 وہ گونگٹ میں شرا گئی دیکر  
 بہر اوس وقت کا کیا کرو نہیں بیان

ہوئی روشنی چار سو مقدر  
 کسی کا کوئی یا کچھ بڑھ گیا  
 یہاں تک کہ ہاتھی بٹرنے لگے  
 جو عشق تھے اُنکے اوپر سوار  
 پری سے زیادہ تھا اُنکا جمال  
 وہ تختوں پہ کاغذ کے امیر کے ل  
 دامن اور ہی رنگ آیا نظر  
 قرینے سے لاکھوں کروڑوں دامن  
 لیا برین نوٹ کو بٹے اٹھا  
 ہوئی نذر سے ایک حسینہ کھری  
 کبھی ہنس کے مستی ذرا دیکھ لی  
 دیا پاں اُسے چپا سو چپا  
 ذرا گونگر و خوب جنگار کے  
 وہ پاؤں کی چیم چیم کر کی لچک  
 وہ پاؤں کا پڑنا نئی چال سے  
 کیا قتل محفل کو تدبیر سے  
 نہ ٹھری کاٹپے کا اُسن خیال  
 کہا سب نے اب اسکو بٹھلایے  
 غرض آخرش کو بوقت بگاہ  
 خدا اب تمہیں دے وہ شگفتہ  
 کہا ایک نے آکے اندر جلو  
 سوا من نے پہلے سے خود جانکے  
 گئے لیکے گھر میں پڑی پہر تو دھوم  
 کسی نے اوس وقت پہر آن کے  
 ہوئے چاند و مویج صند سے تبا

کہ معلوم ہوتا تھا ہے دو پہر  
 تو ہو ہوت ہی مین گلا ٹر گیا  
 بتوں کے کلبجے دھڑکنے لگے  
 مژہ انکی ہوتی تھی سینے کے پار  
 وہ لیتے تھے سینے سے دکان کال  
 کہ بلبل جو دیکھے چمن جاتے بہل  
 زمانہ جسے دنگ ہو دیکھ کر  
 دھوین تھیں زمرہ کی مرد گلیاں  
 دیا ایک مسند پہ جا کر بٹھا  
 نظر ایک عالم کی جیسر پڑی  
 مسک کر دکھا دی کبھی ناز کی  
 لیا گال مین اور باقی دبا  
 بڑے ناز سے کہا نس کہنکار کے  
 کہ غش کہا کے گر جائے ہر قلک  
 جو جانا بخانا کبھی تال سے  
 اٹھے ہاتھ دل پر لگے تیر سے  
 دکھاتی تھی دم میں وہ سو کمال  
 مزہ ہے ذرا بہانڈ بلوایے  
 ہوئے منعقد غیرت مہر و ماہ  
 بڑے جھکے دیکھے سے نور بھر  
 کہ تا گھر میں کچھ ریت اور رسم ہو  
 لیا اسکو دہلیز تک آن کے  
 ہوا کے چاروں طرف سی ہجوم  
 بٹھا یا دوپٹے اونہیں تان کے  
 گئے ایک ہی برج میں مہر و ماہ



گئی ٹوٹ میزان رنج و الم  
 سے ایک جازہ رے دشتی  
 بڑی ایک کی دوسری نظر  
 اشار و نین باہم فدا دل کیا  
 ابھی کی تھی شیریں دہج نبات  
 سرفرخ آکے رکھی گئی روبرو  
 پہاڑ تھے میں ٹوٹوں کا دفتر کھلا  
 کہ میری محبت میں ہو داسیر  
 کہا ڈومنی نے کہ نوشہ میان  
 بنے پر پیرین اجدہ گالیان  
 غرض جب کہ وہ ہو چکی رسم و ریت  
 عجیب ایک صدمہ تہلا باپ کو  
 وہ وقت سحر اور وہ باد سحر  
 لگن میں شمع ٹٹاتی ہوئی  
 نہ تھے ہوش ہرگز کیے بجا  
 وہ بیڑے پڑے تھے کہیں پانچ  
 غرض کچھ دہان کا عجیب نگہ تھا  
 کہا اس میں نوشہ سے بس آئیے  
 خدائے جو بخشا بت سیمبر  
 بنا تھا جو خاص لگی خاطر مکان  
 ہوئی تھی جو آراستہ خواہ گاہ  
 حیا پہلے آئی بجایا کئے  
 ہوا خوب آپس میں بوف کنا  
 ہوئی ہاتھ پائی تو دم چڑھ گیا  
 لکے دو کناے جو اس بات میں

ہوا نیش عقرب یہاں آکھن  
 قران ایسا دیکھا نہوگا کبھی  
 ہوئی صاف ثلث و الفت ٹر  
 نگاہوں سے دونوں نے بسمل کیا  
 کہ جو تھے بنڑے سے اگر نبات  
 لگی ہونے پہ اس طرح گفتگو  
 پیالے میں تھوڑا سا شربت گھلا  
 رہے عمر بہر میرا فرمان پذیر  
 لگایا نہیں اوسے پوچھا کہاں  
 بجائے لگی ڈومنی تالیان  
 تو اس شیر سے بھی گئی بھیر جیت  
 دواں روبرو ہی تھی کٹری آپ کو  
 وہ کرتے ہوئے چھ جالور  
 وہ آنسو کی سیلی بہاتی ہوئی  
 غرض ادنگتے تھے کڑے جابجا  
 پڑا ہوا دشا کوئی تان کے  
 زمانہ جسے دیکھ کر دنگ ہوتا  
 نہو دھوپ جلدی سے لے جا  
 پنچھا و بہت سا کیا مال مزر  
 اتنا بڑی دھوم سے لاواں  
 گئے اوس میں وہ غیر تہ و ماہ  
 یونہی دور سے مسکرایا کئے  
 آیا دلیکن اسی پر قرار  
 گردل کے ملتے ہی دل ٹرھ گیا  
 قلم ہو گیا مست دادات میں

پڑا آج حاسد کے روبرو بال  
 چٹا ماہ کے دل سے ہم کلف  
 وہ جلوہ جو جلوہ میں آیا نظر  
 جو پہلے ہی سے تھو دل آئے ہوئے  
 چنے اور وہ جا تنک چاٹ لی  
 بنی کا جو بنڑا ہو پیسے آسے  
 ہوا شور و غل میری چھی سی ما  
 یہ گن گن کے اسیں جب گائے  
 بظاہر تو مجھ کو نہیں سمجھ خبر  
 کہا یہ بھی اک آخری چھیرے  
 محل میں منڈھے پہ تو ہونے لگے  
 عجب وقت تھا وہ کہ سب اس میں  
 وہ ٹنڈی ہوا اور سنان ہا  
 پتنگے وہ پہلے ہوئے ہر طرف  
 کہیں کوئی بیٹا تھا چٹا ہوا  
 کہیں ہار پلوں کے ٹوٹے ہوئے  
 تڑپتا تھا دل آپ بے اختیار  
 لیا بر میں نوشہ نے کر کے پیا  
 چڑھا آپ گھوڑے پہ حال ظلم  
 رہا صبح سے شام تک اضطراب  
 ستارے نے یہ کج کی باوری  
 پہ آخر کو دو نوچٹل گئے  
 کیا غنچہ یا سمن پاش پاش  
 وہ ناسفہ گوہر ہی سفتہ ہوا  
 اب آگے چلائے سے چلتا نہیں

یہ تیرے ہو گیا اتصال  
 ہوا زہرہ و مشتری کو شرف  
 ہوا شعلہ طور کا سا اثر  
 اوس وقت دو دو کناے سے  
 مڑے ہی مڑے میں زبان کاٹ لی  
 کہا اسے بیونگا جیسے اسے  
 بنے کو تو ٹوٹنے سے ایسا ہینا  
 تو کچھ ڈومنی کو ارشادے گئے  
 کیا ہو تو دلیں کیا ہوا اثر  
 بنی شیر ہے اور تو بھیڑ ہے  
 زن و مرد سن کے وٹے لگے  
 جب کائے ہوئے سر کڑے تھوڑا  
 وہ چپ چاپ وہ گہریا بان سا  
 وہ محفل میں سوئی ہوئی صف  
 کہیں سے بچونا تھا مٹا ہوا  
 کہیں آنسو سے پہوٹے ہوئے  
 بند تھا غرض خوب و نیکاتار  
 کیا ایک سکھپال میں لاسوار  
 چلا دونوں ہاتھوں سے کراسلام  
 بڑی مشکون سے چپا آفتاب  
 کہ ہاتھ اگیا غیرت مشتری  
 یہ لپٹے کہ سپنے تلک چل گئے  
 تن نازین کو بھی پہنچی خراش  
 یہ سب حال ناگفتہ گفتہ ہوا  
 ٹپکتے ہیں آنسو سنبھلتا نہیں



غرض یہی دہوین زمین تاسو  
گیا ابر غم اور پہو لا شفق  
مڑے سے اڑاویں مڑی زور و شب  
یہ حاسد ہی ہو گئے ہیں کیا بد بلا  
ہوا شانہ زارہ کو جب دل یار  
وہ بانو بھی تھی دل سے انکی کینز  
جو ہوتی تھی اس سے جدا ایک دم  
تجھے کوئی کہنے میں عالی نسب  
ہر ایک شخص تیرا طلبگار رہتا  
بہلا تو ہی منصف ہوا بجا من  
یہ سکر وہ غمگین رہنے لگی  
کہا دل میں انکا دکھاؤ کمال  
گیا اگر وہ اس کے زراہ کرم  
پیالے سے وہ وہ نکالے طعام  
جہاندار خوش خوش اٹھا بعد از ان  
کہا پر کہ اسے شاہ عالی وقار  
تہا شانہ دیکھا تھا یہ آج تک  
وہ سب عورتیں ہی ہوتی تھیں گون  
یونہی تو بھی احواس قیاسا دہو  
یہاں سے بن چلنے کو تیار ہوں  
مصیبت سے جب پالیا یار کو  
وطن کی محبت سے ہو کر دوس  
بہت دن ہوئے گھر سے آئی ہوئے  
نہا ہے ملا اور نہ میں باپ سے  
اجازت اگر ہو زراہ کرم

اٹھے دن چڑھے روشنی دیکھ کر  
دو گانہ پڑا اور کیا شکر حق  
شادی کے بعد عورتوں نے بہرور بالو کو طعنہ دیا کہ دیوا  
تو نے کیا سمجھ کر فقیر و محتاج کے ساتھ بیاہ کیا یہ متکر جہاندار شاہ  
نے دعوت کے بہانے بادشاہ کو اپنے گھر بلایا انہیں خبر نہ تھی  
جو جہاں تہیں جو بہر دکھایا طعنے دیئے والے پشیمان ہو کر گریبان ہو  
گذرے تھے سوا دسکے دل پر ستم  
نہ جوڑتا تھا کیا یہ کیا کیا غضب  
زمانہ ترا عاشق زار رہتا  
یہ کچھول گڈری کڑاویں سن  
طبیعت پر صدمہ سا سننے لگی  
کہ جاتا رہے دشمنوں کا طلال  
لئے ساتھ سارا حشم اور خیم  
کہ شہ نے سنا ہی نہ تھا حکانام  
وہ رسی بھی گڈری بھی لایا وہاں  
مقبول ہووین تو ہوا منتزار  
کرامات میں اب رہ کون شک  
نہ کی شرم سے پر کسی نہ ہی چون  
اس کے بعد جہاندار شاہ کو وطن یاد آیا وہاں سے  
خصت ہو کر کوچ فرمایا راہ میں انہیں براہِ حقیقی کر  
جو چار چیزوں کی تقسیم پر لڑتے تھے کا یا پلٹ کا عمل یاد  
کیا اگر قسمت پلٹ گئی مفت میں جاہ و حشم میر باد کیا۔  
میں بیٹا ہوں صدہ کٹھالی ہوئے  
جنون سا ہوا چلدا یا آپ سے  
تو میں جا کے جو ہوں آنکھ کے قدام

کیا غسل دونوں نے بدلا لیا  
یہ ہی دن ہو سب عاشقوں کو نصیب  
شادی کے بعد عورتوں نے بہرور بالو کو طعنہ دیا کہ دیوا  
تو نے کیا سمجھ کر فقیر و محتاج کے ساتھ بیاہ کیا یہ متکر جہاندار شاہ  
نے دعوت کے بہانے بادشاہ کو اپنے گھر بلایا انہیں خبر نہ تھی  
جو جہاں تہیں جو بہر دکھایا طعنے دیئے والے پشیمان ہو کر گریبان ہو  
کہا ایک دن عورتوں نے کہیں  
کیا ایک جوگی سے تو نے نکاح  
نکیلا جو دیکھا گئی تو پھسل  
فقیر وں کا ہے فخر یا شاہ کا  
ہوئی جب خبر یہ جہاندار کو  
یہی سوچ کر غم تو کیسو کیا  
قدم آگے چوئے وہیں عیش نے  
بہت لطف سے سب کما یا اوین  
نکالین پیرائیں کردہ چیزیں عجیب  
کہا شاہ نے اسے ستودہ خصال  
غرض پیر تو چاروں طرف بھہ خبر  
ہوئی شانہ زار ہی بہت شادمان  
اس کے بعد جہاندار شاہ کو وطن یاد آیا وہاں سے  
خصت ہو کر کوچ فرمایا راہ میں انہیں براہِ حقیقی کر  
جو چار چیزوں کی تقسیم پر لڑتے تھے کا یا پلٹ کا عمل یاد  
کیا اگر قسمت پلٹ گئی مفت میں جاہ و حشم میر باد کیا۔  
محبت نے ایسا کیا کچھ خلل  
وہ میرے لئے بلبلاتے نہوں  
اُسے گو کہ یہ غم گوارا نہ تھا

نہا دھوکے بیٹھے وہ گل باس پاس  
کہ ہو بر زمین دلیبر نور سے قریب  
ٹپٹے حجر غم درد و بچ و لقب  
سہنیں چاہتے ہیں کسی کا بہلا  
کیا جان و دل یار پر سے تیار  
سمجھتی تھی یوسف سے بڑھ کر عزیز  
بہلا سن تو اسے لاڈلی محبت میں  
یہ کبھی دی تجھ کو کس نے صلاح  
لگی جوٹا دلیر کیا جی نکل  
مگر مان برا ہو دے اس جاہ کا  
کہ یوں لوگ کرتے ہیں تو یار کو  
شہنشاہ کو جا کے مدعو کیا  
عجب ٹھاٹھ دکھلائے درویش  
غرض خوان غیبی بتایا انہیں  
کہ شمشاد ہوئے سب میر غریب  
دکھایا عجب تھے محب کو کمال  
ہوئی خاص اور عام میں شرم  
نہ باقی رہا غم کا نام و نشان  
ترا سیکھ اور آباد ہو  
بلاد سے گھر سے کہ میخواریوں  
تو گھر یاد آیا جہاندار کو  
گیا اور کی شاہ سے التماس  
کہ میں بے گھر سے آیا نکل  
کہیں بارِ فرقت اٹھاتے نہوں  
اگر بے اجازت کے چلا نہا



کہار و کنا ہے مہارا فضول  
بگرہ کے واقف جہاندار نے  
تکلف سے لہذا باز آئے  
وہ جب وقت رخصت کا اگر ہوا  
کلیجے سے بیٹی کو چٹا لیا  
یہی تھے جوانی کے میرے عمر  
سو تم آج مجھے چٹا لے چلے  
کلیجے کے ٹکڑے مرے جی سچے  
کئے گی مری عمر ہی جبر سے  
ہوئی جیتے ہی جی میں تجھے جدا  
سمجھتی نہیں ہے یہ بچ دالم  
مگر خیر جو حق کو منظور ہے  
کیا پھر جو بیٹی نے ملکر بیان  
ذرا سرا دھا کر تو دیکھو اچی  
فلک اب چٹا تا ہے بابا کے  
نہیں میرا پتھر سے سر پوڑو  
یہ رو نایہ باقیں کچھ تم کچھ حال  
وہاں جا کے پھر کوئی آتا نہیں  
فدا تم پہ لوٹتی تمہاری گئی  
نرکنا تم آنے کا میرے خیال  
بلکتاڑ پتا غرض چھوڑ کے  
یہیں تک تھا مجھے قول و قرار  
غرض کوچ در کوچ پہنچا وہاں  
کیا پاس چنچن دہریں دروہ  
ضرورت میں یہ فعل صادر ہوا

کیا خیر لاچار میں نے قبول  
اسیر غم گیسوئے یار نے  
عنایت ہی بس ہم پہ فرمائیے  
تو گھر میں عجب شور مچا ہوا  
بہت پیار سے پیارا و سکو گیا  
میں جیتی تھی اسکو فقط دیکھ کر  
مجھے خارا و دل کو گل دیچلے  
رہا عمر بہا اب یہی شور و شین  
لگے گی ہمیں پیٹھ ہی قبر سے  
تجھے جیتے جی شاد رکھے خدا  
نکالا نہیں اسے گھر سے قدم  
زمین سخت اور آسمان درجہ  
تو کا بنی زمین ہل گیا آسمان  
مرا خود بخود سننا تا ہے جی  
مراد دل دہڑکتا ہے کچھ آپ سے  
ہوٹاؤں چوموں مجھے چھوڑو  
ابھی دم میں ہوتا ہی خواب خیال  
وہاں کی خبر ہی سناتا نہیں  
چلو بخشو دودھ داری گئی  
سند لیا ہی آتا ہے اب تو حال  
چلے اوس جگہ سے وہ منہ موڑ کے  
سو پورا ہوا اسے شہ کا مگار  
برادر حقیقی لے تے جہاں  
بہت سی خوشامدی کی گنگو  
مگر بخشدیجے کہ حاضر ہوا

لگا سوچنے پر وہ عالی مقام  
کہار اسے ہے بہت پر خطر  
غرض نیک ساعت کوئی دیکھ کر  
لگا یا جو بیٹی کو مانے گلے  
کہارو کے پہریوں جہاندار سے  
میں بیان تھی یہ میر جان تھی  
فلک نے یہ کیا دن دکھایا مجھے  
کہاں جا کے دیکھو نگہی ہی تجھے  
چلا لعل یہ پالا پوسا ہوا  
کہا پھر دوبارہ جہاندار سے  
سہلا کون ہو ونگا اسکا وہاں  
سپر دم بتو مایہ خویش را  
کہا اسے مری مایں تیرے فدا  
ذرا اپنی صورت دکھا دیجئے  
کلیجے کو تھاموں سنبھالو مجھے  
کہاں میں کہاں پھر تمہارے قہقہے  
یہاں سے میں اب اوس جگہ جاؤ گی  
رہیں ساتھ کی میری بھجولیاں  
بس اسے ماجھے آپ رو بیٹھے  
یہ کہتے ہی کہرام سا ہو گیا  
کہا بڑھ کے طوطے نے ایجنہن  
یہ سننے ہی طوطے کو رخصت کیا  
اونہیں دیکھ کر دل میں شرم گیا  
کہا میں نہایت ہی ہون شرمسار  
ملی آپ ہی کے سبب سے مراد

اسے دوشین کیا جس سے ہو جاہم  
عنیت ہے خود پہنچ جائیں گے  
سفر کے لئے اسے باندھی کر  
تو اشک آپ ہی چشم سے بہ چلے  
کہ پالا تھا اوسکو بہت پیار سے  
یہی دین تھی یہی ایمان تھی  
کہ جانی سے میرے چٹا یا مجھے  
ارے مائے بے موت مارا مجھے  
یہ شادی ہوئی یا کہ کو سا ہوا  
میان اسکو رکھنا ذرا پیار سے  
رہنچا کوئی خواب میں ہی جہاں  
تو دانی حساب کم و بیش را  
کیا آج خالق نے تجھے جدا  
ذرا پھر گلے سے لگا لیجئے  
ذرا گود ہی میں اٹھا لو مجھے  
ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم  
کہ پھر پھر کے اے ماہیں آؤنگی  
چلی ہائے میں ہی اکیلی وہاں  
میں آتی نہیں ہاتھ دھو بیٹھے  
ہوئی سب کو حیرت کہ کیا ہو گیا  
مجھے حکم ہو میں ہی جاؤں وہاں  
وہاں نے پھر آگے کا رستہ لیا  
وہ ظلم آپ ہی آپ یا دا گیا  
نہ انکھیں مری تم سے ہوئی جاہ  
ہوئے آپ حسن رہن آشا د



یہ سنکر انہوں نے کہا اسے جوان  
اٹھائے نہ لایا اپنے دل پر لال  
کہ بائیں ہبلا اس کو کس طور سے  
سکھایا جئے اس فیصلہ کو پسند  
غرض اور بھی روک کر ایک پل  
قضا را وہ ہر مہر خرامی شہر  
کسین غم سے رکے ہوئی دلچہ تھ  
ملا بعد اسکے جہاندار سے

چل اسے ساتی غیرت انجمن  
پلائے کہ پر محبوبہ آفت پڑی  
نشہ آج میرا ہرن ہو گیا  
عجب کچھ زمانہ کا انداز ہے  
وہاں سے بہت خوش جہاندار شا  
کہ تا پیشوائی کو آوین وزیر  
کیا عرض ہر مہر نے اسے شہر بار  
اویس وقت ہر مہر نے افسون پڑا  
مجھے یاد ہے ایک ایسا عمل  
کہا شاہزادے نے اسی بے شو  
جلانے کو وہ بول اوٹا دین  
یہ نکلے جو الفاظ تقریر سے  
اویس وقت ہر مہر ہوا شاہان  
وہاں سے یونہی شہنشاہ ق میں یکے  
لگی دلیں کہنے سے دیکھ کر  
مگر صحت سے ہوئی ننگون  
تپ غم سے رہنے لگی بے قرار

یہ باتیں نہ لا غز کی در میان  
اویس روز سے ہیں یہ تہہ چلال  
چلو چلکے پوجہ میں کسی دوسے  
ہوئے اور بھی بلکہ احسان مند  
سکھایا اسے سیمیا کا عمل  
دعا باز مکار پور وزیر  
اسی لاؤ لشکر کے تہا ساتھ ساتھ  
کیا خوش بہت ذکر و اذکار سے

ہر مہر نے فریب سے جہاندار کو ہرن بنایا آپ کے  
قالب میں آیا جہاندار کے باپ نے رحلت فرمائی سلطنت  
ہر مہر کے ہاتھ آئی۔

کبھی سوز ہے اور کبھی ساز ہے  
چلا کوچ در کوچ شام و بچاہ  
چلون ساتھ چوں قدم اور سر  
چلو آج کسلیں ہرن کا شکار  
نیا یعنی بچہ ایک مضمون کرطا  
کہ جب چاہوں لون اپنا قابیل  
میں تجھے جو سیکوں مجھے کیا ضرر  
جہاندار یہ جھوٹ اچھا نہیں  
لگے اس کے سینے میں جاتیر سے  
کہا آپ اب جائے گا کمان  
مڑا اپنے گھوڑے کو چپکار کے  
کہ اسے دل نہیں بھر وہ رشک قمر  
جو پوچھا تو بولی کہ بیمار ہوں  
ہوئی اس سبب نحیف و غرار

ملین تہیں ہیں گو کہ بابا ہے  
یہ چیزیں تہیں ترکہ میں از خراب  
کہ اتنے میں تو اسکر لے گیا  
غرض اس کے ہم تجھ کو ہی رہنمائی  
وہاں سے وہ کا یا بلٹ سیکھ کر  
جو دت سے اس کا طلبگار تھا  
یہی چپ کے اوسے ہی سکھائے  
رفاقت کا دم دم سے بہرے لگا

ہر مہر نے فریب سے جہاندار کو ہرن بنایا آپ کے  
قالب میں آیا جہاندار کے باپ نے رحلت فرمائی سلطنت  
ہر مہر کے ہاتھ آئی۔

بدلتا ہے مورنگ لیل و نہار  
کیا جب کہ سرحد میں اپنی گذر  
روانہ کیا قاصد تیز گام  
مدد پر ہوا اس کے چرخ کمن  
کہا شاہزادے سے اسے شک ہے  
اگر حکم ہو تو دکھا دوں تمہیں  
میں خود جانتا ہوں بفضل خدا  
بجز میرے بیشک یہ نادر عمل  
کلیجہ مشک ہوا چمن گیا  
غرض یہ کہ موقع جو کچھ پا گیا  
مگر جو کہ وہ رشک ماہ منیر  
پڑی اور آفتاب کی آملن کے  
غرض اس کا سینہ ہوا غم سے پر  
ہوا شور و محشر قیامت بجی

مگر ہنہ بخشن تھے آپ کے  
اسی واسطے تھا ہمیں اضطراب  
قسم ہی ہیں چین سادے گیا  
خوشی کہو کے دیتے ہیں کلا چیر  
چلا ہر سے لیکے رشک قمر  
یہاں تک کہ جینے سے بیزارتا  
کہ تا وصل میں اس کے ڈالے خل  
فدا ہوٹ دل اس پکرنے لگا  
مہ عید رشک غزال ختن  
میں ہو لا بیابان میں چوگری  
وطن بھی ہو چنچا کٹھن ہو گیا  
نہ ہے اور نہ ہو دیکھا اس کو قرار  
تو بھی شہنشاہ کو بھی خبر  
کیا آپ اوس دن اسی جا مقام  
گئے اور مارا قضا ہرن  
بچپا نا ہبلا آپ سے کیا ضرر  
جو احسان مانو سکھا دوں تمہیں  
مجھے تو سکھائے تری صل کیا  
نہیں جانتا کوئی بھی آجکل  
دکھانے کو اس کے ہرن بنگیا  
تو اس گل کے قالب میں خود گیا  
قیافہ شناسی میں تھی بے نظیر  
ہوئی جی کے دشمن تو خود جاتے  
دیا چوڑیک لخت سب اب خور  
مگر بان بہانہ سے عصمت



گیا اور ہر فرماشاہ سے  
قضا را شہنشاہ عالی خصال  
مگر چونکہ ہر ستمگار تھا  
نماند ستمگار بدروزگار  
بکر کر لڑا اور پانی ٹھنہ  
چل اسے ساتی اور پر لگا دے مجھ  
اسی کے نہ ملنے سے حیرن ہوں  
حقیقت میں ابلق ہو چل دھنار  
کبھی نوش ہو اور کبھی نہیں ہے  
دغا دیکھ کر آدمی زاد کی  
موتی ایک مینا پڑی تھی ممان  
نہو کچھ تو اڑنے کا آرام ہو  
غرض بن کے مینا وہ رشک قمر  
اڑے لے دینا سے جرج کہن  
رہے آج تک جس کی خاطر خراب  
یہ مینا نہ در کی نگہ کی ہوئی  
غرض اُسے آکے قفس میں کیا  
کہیں ایک تکیہ جو آیا نظر  
نہیلے میں تھے چونکہ اس وقت نام  
رہائی کی تجویز اب کیجئے  
یہ سنکر تعجب سے بولا فقیر  
تجے اب تو بھیر غم ہے دزات کا  
اسی واسطے شکر کرتی ہوں میں  
تو طائر نہیں آدمی زاد ہے  
ضرورت کی کبھی اور کبھی دیر کی

نجانا کسی نے کسی راہ سے  
کتن سال تھا گر گیا انتقال  
رعیت کی آنکھوں میں وہ خار تھا  
بماند بروعت گردگار  
لیا چین سب ملک تاج و تہتر  
بعد مدت کے جہاندار شاہ پر فلک نامہ رہا بن مہربان  
ہوا بہرین سے مینا بنامینا سے انسان ہو تخت  
پدری پر چلوں فرمایا ہرگز کو خاک میں ملایا  
کبھی دلپہر سیم کبھی زینت ہے  
طبیعت کو دہشت تھی صیبا کی  
اُسے دیکھتے ہی ہوا شادمان  
بہلا اس عمل سے یہی کام ہو  
کہیں جل کے بیٹھا کسی شاخ پر  
کھاڑتے ہی ہکو دیا یہ سخن  
کیا آہ سوزان سے دل کو کباب  
خرابی کہاں مہشت پر کی ہوئی  
جہاندار کو اپنے بس میں کیا  
تو بیٹھا وہیں جا کے وہ بد گھر  
کیا نذر وہ طائر خوش کلام  
اسے آڑے ہاتھوں ایسے  
اری سن تو اسے طائر بنیظر  
قفس میں کیا شکر کلمات کا  
کہ ہم ایسے لوگوں کا بھرتی نہیں  
سخن دام ہے تو یہی صیاد ہی  
بڑے لطف سے آج تک نہیں کی

محل میں شب و روز لگا  
ہوا بعد اسکے یہی بادشاہ  
اوٹھایا جو ہر اک نے رنج و تعب  
قضا را کوئی شخص بہم خان  
مگر آپ اوس نے یہ احسان کیا  
بعد مدت کے جہاندار شاہ پر فلک نامہ رہا بن مہربان  
ہوا بہرین سے مینا بنامینا سے انسان ہو تخت  
پدری پر چلوں فرمایا ہرگز کو خاک میں ملایا  
بہرین بن گیا جب جہاندار شاہ  
بیابان میں پہر تا تھا حیران سا  
کہا اسکے قالب میں آجائے  
کبھی حضرت دل جو گھر آئینگے  
وہاں بیٹھتے ہی پہنسا جال میں  
نظر میں مری پری ہی تھیری  
نہ کیا اسے بھی دم واپسین  
بس اتنے میں صیاد آیا نظر  
چلا گھر قفس کو ملاتا ہوا  
لگائے جو حقہ کے دو چار دم  
ہوا مرغ زیرک بہت شادمان  
یہ کہہ کر کہا شکر پروردگار  
کبھی کوئی نعمت جو بخشے خدا  
کہا تیری صحبت سے بہتر کہیں  
یہ درویش کو بات آئی پسند  
کہا میں پری ہوں چمن چمن  
ہوئے اور بھی پہر تو سائیں گین

جہاندار ہر ایک کئے لگا  
کہ بچھری زمانہ کی ہر سیم راہ  
یہ ہی شور رہنے لگا روز و شب  
جو سالار تھا سب پہ کا وہاں  
کہ خود ملک آدھا اوسے دیدیا  
وہ سے دے کہ بالکل اڑا دی مجھ  
اگر جام پیلون تو انسان ہوں  
بتا ہے یہ رنگ و دم میں نہار  
تو دہشت سے لی ایک گھل کی راہ  
ملانا کہاں ایک میدان سا  
تو کچھ دن ہوا کی ہوا کہلے  
تو جنگل سے گلشن کو اڑ جائینگے  
کہا غم سے روکے جی حال میں  
قضا ہی جو آئی تو آئی بڑی  
کوئی دم میں پرہنگے پنہن  
ٹپنے لگا اور بھی دیکھ کر  
بہت شادمان کھلکھلاتا ہوا  
تو جاتا رہا دین و دنیا کا غم  
کہ اب تو لی اور کچھ دن امان  
کہ میں آج آکر ہوئی کاہ نگار  
تو بے شبہ ہاں شکر کیجے ادا  
مرے واسطے کوئی نعمت میں  
کہا واہ اسے جانور ہونہند  
بہت سا اٹھایا ہے رنج و سخن  
کہا مڑ کے یا شیرین سخن



جو کچھ بات حاصل ہوئی کہیں  
جو دیکھا تو اک سحر عرفان تھا وہ

دیا مہربانی سے اور سنے جواب

کہا مہر روشن ہو کیوں اس قدر

کہا غنچہ دل تنگ ہے کس لئے

کہا سرو ہے کس لئے سربلند

کہا سود ہی ہر کسی میں کہیں

یہ سنکر بہت خوش ہوا وہ فقیر

نہ آتا تھا آرام اوس بن اوس

عجب ہاتھ اور تہو کی تھی وہاں

کہیں ایک دوسے جو چوچہا

کہیں اس کی مٹی جو جہان کی دہان

وہیں آئینہ کو بھید پھر چوم کے

وہ کہتا ہے سولی چڑھاؤ اسے

فقط اسکے سایہ کو دینا سزا

ہوتی دہم پر تو ادھر اور ادھر

تو مینا کو کچھ دیکھے منگوا لیا

وہ سنتے ہی رونے لگی رازدار

نہیں مفت میں راز کھل جائیگا

وہ یہ ہر کہ جب آکر وہ بیجا

تپ غم سے اب محکوم ہوئی

طبیعت سنبھالے سنبھلتی نہیں

بہت دن ہو رہی کہ انہیں

کہا ان ابھی لیجئے جانسن

غرض اوسکے قالب میں

بیان کر کے کچھ عیب نہیں

وہ طائر تھا بلکہ انسان تھا وہ

کہہ دیتی ہے کچھ کلچہ آفتاب

کہا ہے تجر دکا یہ بھی اثر

کہا فکر زر ہے اسے اس لئے

کہا رستی ہے خدا کو پسند

کہا بد کا ہرگز نہ ہوشین

کہا تیری باتیں ہیں ناوکا تیر

گیا شہر لیکر سیان اوسے

گیا یہ بھی اوس ہیٹر کو چیر چار

تو بولے کہ اسنے کیا ہے غضب

تو بھیجیاں ہو گیا نیم جان

کھڑے کا کھڑا رہ گیا جہوم کے

نہیں تازیانے لگاؤ اسے

نہیں خیر آگے تمہاری رضا

یہاں تک کہ مخلوق میں پہنچی خبر

جب آئی تو الفت سے بوسہ یا

اڑے ہوش اور گوی سبقتار

میں مر جاؤنگا، تھکے کیا آئیگا

تو تعظیم دیکر دکھانا ادا

میں کہا کھلے غم سنگدل ہو گئی

کہیں جاؤں لیکن بہانہ نہیں

اسی سے سنبھل جاؤں شاید

یہ کہا کہیں سے منگایا ہرن

کھڑا ہو گیا آپ سے جان کر

کہا ہنس کے مینا نے اچھٹکار

لگی پوچھنے اس سے میں بولہو

یہ غنچا کہا کیونکہ مشہور ہے

کہا کیوں ہما ہی ہما یوں جان

کہا میں نے گل کس لئے ہے غنچہ

کہا کیونکہ دنیا میں ہوئے پہلا

کہا میں ہر شیا کس کو کے

کلیجہ سے اسکو لگاتا تھا وہ

وہاں ہوتا تھا کہیں از دہم

وہاں جل کے کیا دیکھتا ہے فقیر

لئے آئینہ ہاتھ میں پھر شریہ

پڑا عکس شیشہ میں اس کا

قضا اسکو لائی ہو قاضی کے گھر

وہ مینا پھرتے ہی ہوئی نہیں

یہ سنتے ہی سب ہو گئے باغ

سنا جب کہ اس سمیرنے پر حال

اکیلے میں مینا نے کی گفتگو

کہا شاہزاد نے خاموش ہو

وہ تدبیر کیجے کوئی سوچ کر

جو اس بات سے خوش ہو رہا

کہی گل تھی پر آجکل خار ہوں

سہلا آج وہ ہی دکھا دو عمل

غرض جبہ آیا تو بھیر ہی کیا

وہ آہا تو ایسا دبا یا اسے

اُدھر شاہزاد سے لے یہ پھیر کر

لی ایک طوطے کو کیا کیا

کہ آخر ہے کیوں صبح نہ آتا

کہا چونکہ خلقت سے اسکو دور

کہا صرف کتاب ہے یہ استخوان

کہا ہے شگفتہ روی خوب چیز

کہا رو کئے دل پہ تیر قصہ

کہا جو کہ دشمن سے بچتا رہے

خوشی سے نہ پہولا سنا تھا وہ

تلاشے کو تھے جمع سب غامض عام

جوان ایک خوش تر دکھتا ہے ہر

کھڑا تھا ابھی زیر قصر و زیر

کیا اس نے شغل لب نہ آہ کا

تردد میں بیٹھا ہے قاضی مگر

کہ لند ایسا نہ کرنا کہیں

کہہ دیا مینا ہی کیا خوش دماغ

ہوا تھا یہ جس کے سبب پامال

سنا یا وہ سب ماجرا موہو

مری جان سنبھل اور نہ بہو

کہ اس بے خبر کو نہ کچھ خبر

تو کہنا کہ سنئے جو ناچار تھا

سہلا کون مدت سے بیمار ہوں

کہ لیتے تھے جس سے قابیل

بڑے ناز و غم سے فقیر دیا

کہ بیجاں کر کے گرایا اوسے

فقس ہی میں ہوا اسے موت



دبا کل نفل  
وہ معشوق عاشق بہم  
ہو گیا بہم بہ امیر و وزیر  
کے تہ پہنچ کر لعل دگوں ہر تار  
کنوا جس نے کھو دا تھا میرے لئے  
کیا خود حرامی کو اُسے حلال  
بگڑت تو اسے ساتی بے خبر  
پلائے نہیں تو جلا دو گامین  
ہو احب جہاندار پھر بادشاہ  
سنا حال جس وقت بہرام کا  
لکھا ایک نامہ بڑی دہم سے  
وہ ہر خر جو ڈرتا تھا مارا گیا  
کہا ہنس کے میں خوف کرا نہیں  
یہ سنتے ہی رخ اوڑھ کا بیلا ہوا  
اُسے وہ شہنشاہ سے کیا باٹ  
چلے آگے آگے سناتے نقیب  
ہوئے ایک جا کے دونو بہم  
یہ تھی گفتگو ان کی اُس حال میں  
ہی ہے کہ وہاں جوتیان کہانے  
کر بیچ گئے تو ہمارا سلام  
اگر جو شجاعت کا بہرہ تھے دم  
لے دونوں شکر چلی تیغ تیغ  
زمین ہلگئی کانپا اٹھا فلک  
ہر نیمت بر افتاد بخواہ را  
لاٹھ میں مال و وزیر ہینار  
ضرورت یہ

کیا جلا اپنے بدن میں حلول  
کھلے غنچہ دل گئے در دو غم  
تو خوش ہو کے بیٹھا شہ بیظیر  
دو بار ہوا فضل پروردگار  
پڑا ہے وہ منہ اوں میں نہایت  
بھرا عجب اس وقت کچھ کمال

اکٹھا اور اٹھ کر وہ ایک کٹھا  
دو بار جو فضل ایسی ہوا  
وہ ہی قصہ غم سنایا اونہیں  
کیا شاہزادے نے شکر خدا  
یہ کہتے ہی صورت بنائی بری  
بچا گوشت یا ایک دو ہریان

جب جہاندار بادشاہ ہوا تو بہرام خان لڑائی  
ہوئی خوب زور آزمائی ہوئی آخر کو شہزادہ نے  
فتح پائی دشمن مارا کیا فوج لے پیچھ و کھائی

تو ننگ آگیا سنتے ہی نام کا  
کہ کچھ بات بھیجی ہے محکوم سے  
سر اس بے حیا کا اتارا گیا  
لڑائی بھڑائی سے ڈرتا نہیں  
علی شہ لڑائی کا حیلہ ہوا  
ننگی اوٹنے افسوس کچھ احتیاط  
کہ نصرت اللہ فتح قریب  
علم کی جوانوں نے تیغ اُلم  
کہ ہو قضا لے لیا جال میں  
مگر جان ہی شے کہاں پائینگے  
کہی تو کری کا نہ لیون گئے نام  
وہ کہتے تھے بڑھ بڑھ کر آگے قدم  
کرے اور اُسے ہوئے مستحضر  
لو سے بنا لعل مریخ تک  
جہان داد شاہی جہان شاہر  
کیا جان نثار و نہ وہ سب نثار

کہا کچھ بڑی شرم کی بات ہے  
جلا آجودا اپنا کرتا ہوتا  
لکھا حال باقی کامب محقر  
عدو کے لئے مرگنا کام ہون  
بغیر مودتا سپ رازین کنند  
مہیا عرض کر کے سامان جنگ  
اُدھر سے ہی لے دیکے کچھ پہلو  
جو نام دتے تھے تر لے لے گئے  
کہی خواب میں ہی نہ کی تھی جنگ  
لڑائی بھڑائی کچھ اچھی نہیں  
سپاہی کے جینے کا کیا ٹیکہ ہے  
مرا نکو اتا تھا تلوار پر  
بہا خون بہانے سے دیا خون  
ہوا قتل آخر کو بہرام خان  
بشکر خدا روئے بر خاک ہو  
ہوئے دوست اور لعنہ بادشاہ

تو ڈکر زمین پر ہر گز  
نئے سرے پھر شین شای ہی ہوا  
یہ کتا عجیب سا آیا اونہیں  
کہ میں بچہ ملا تم سے ہو کر جدا  
ہر گز کو پا کر نہ گمانی چھری  
وہ کتوں نے کین آتے ہی شجائے  
مری آہ میں برقی کاہے اثر  
ترے سیکرہ کو ہلا دو گامین  
تو کی رحم سے مملکت پر نگاہ  
کہ لگا اس قدر غیر کے مات ہے  
نہیں میں تہن اور تیغ خارا گشت  
ہوا او سکولیکین نہ مطلق اثر  
کہ میں نام کا اپنے بہرام ہوں  
دم اندر دم نامے زرین گفت  
جلا آپ شہزادہ شیر جنگ  
جلا جان دینے کو بہرام خان  
سروست دت انکو آنے لگے  
کیا ایسی تپسی میں ناموس ننگ  
خدا ہو گھر لیکے پہنچے کہیں  
بس آج سے ہم ہیں اور بیک  
فدا جان کرتے تھے ہر وار پر  
ہوئے بلیکے کا سہ واڑ گون  
کہلا فتح کا اس طرح سے نکل  
کہ فتح از خدا آمدش در دود  
تلی خاک میں خاک بہرام خان



نہ باقی رہا ملک و دولت کا نام  
 بلا ساقیا اور اک جامہ کل  
 غم عشق باقی ہے دل میں ہنر  
 حیدون کار کتا رہا از خیال  
 بڑی مشکون میں ہوا حبیب ال  
 مگر جب وہ ٹھہرے مارا گیا  
 نہ گلشن رہا اور نہ مالی رہا  
 وہ دونوں غرض گھر سے گئے گھر  
 بلا کہا لیا ورنہ فاقہ کیا  
 ہوئی جب کہ بڑھ کر وہ لڑکی جوان  
 کہا مانے دل میں کہ اس کے تئیں  
 گیا اور قاصد نے دیکر دعا  
 جسے جھک کے سجدہ کیں مہروما  
 شرف سنبلا میں ہو خورشید کو  
 وہ چہرہ جو ہے غیرت آفتاب  
 کہیں دیکھ لی ہی جو اسکی ادا  
 یہ سنتے ہی وہ صاحبخت و تاج  
 روانہ کیا آپ اپنا وزیر  
 دیا مانے جو کچھ کہ مقدور تھا  
 اوی پر فدا جان اور دل کیا  
 میں اب دخت زمرہ لگانا میں  
 کون کس سے اور کیا زمانہ کا حال  
 ہوئی جب یہ شادی جہاندار کی  
 لگی اگل بانو کے دل میں کمال  
 سبلا سچ ہی ہو چیکہ یوں سوچا

بہرام خان کی لڑکی غزال تاتاری سے جہاندار کی  
 شادی ہونا ایک گھر میں دوسری آبادی ہونا  
 میں کرتا ہوں اک نالہ سیدہ ہون  
 کہ تھا حضرت عشق کا پائمال  
 تو پہلے ہی لڑکی ہوئی خوشحال  
 وہ ملک اور وہ مال سارا گیا  
 نہ دارش رہا اور نہ والی رہا  
 گیا سر سے سر دار بے سر ہوئیں  
 نہ اس روگ سے کچھ افاقہ کیا  
 تو ہونے لگا حور کا سا گمان  
 کسی بادشاہ سے بیاہوں کہیں  
 پیام زبانی کیا سب ادا  
 صفائی سے رنج نہ تھے نگاہ  
 حمل سے نکل آئے تقلید کو  
 تو ہے زلف کو خود بخود پیچ و تاب  
 جو حشر کو آتی ہے آتے حیا  
 کہ تمار روزا دل سے عاشق مزاج  
 کہ لے آئے جا کر وہ ماہ منیر  
 بہلا تنگ کب اوسکو منظور تھا  
 جو کچھ مدعا تھا وہ حاصل کیا  
 غزال تاتاری کے باعث بہرور بانو کے دل میں آتش حسد  
 بڑھ گئے لگی مرغ بسمل کی طرح پیر نہ لگی شمع سان  
 سر سے پاؤں تک جل گئی دماغ میں یہ سودا سما یا کہ  
 گھر کے نکل گئی جہاندار نے گونا مہ لکھ کر بلوایا نہ آئی  
 صاف جواب سنایا۔

ہوئی ایک بیکار  
 کہ تازہ کہلا میرے  
 کہ یہ وقت میں جب کہ ہوگا جوان  
 یہ بہرام عاشق ہوا تھا کہیں  
 کہ تھی حسن میں بڑھ کے وہ ماہ سے  
 سوہ ما کے گھر سے نکالی گئی  
 وہ گلزار بالکل بیابان ہوا  
 زمانے کی آفات سننے لگیں  
 وہ بیٹھیں رہیں شکر اور صبر سے  
 غرض ہر طرح آفت جان تھی  
 جہاندار کو ادسنے بھیجا پیام  
 مہ چارہ رشک خورشید ہے  
 تو گو یا شب دروز کو جوڑ دے  
 لگے ہر کے دل پہ تیر فلک  
 وہ طوبے بھی دیکھے تو ہو پائمال  
 اسی سے ہر فردا کا ہر روز دم  
 یتنگہ بنا شعلہ طور کا  
 غرض ساتھ اپنے وہ لایا اسے  
 ہوا جوش الفت سے گویا غلا  
 بڑی ہی بڑی ہے شراب وصال  
 اگر وہ بلا سے تو جاتا نہیں  
 جسے دیکھتے غم سے ہو پائمال  
 تو باتیں ہوئیں الفت و پیار کی  
 ہوئی غم سے وہ بدگشت کو مال  
 تو کیونکر نہ غم سے اسے موت



پہلے کوئی کہیں  
 یہی یہ گل کھلانے لگی  
 بہلا اسکو اسکی کہان تابی  
 گئی ایک دن سیر گلزار کو  
 چہا خار دل میں تو رونے لگی  
 گلستان میں ایسی پرکھی ملی  
 وہاں دل کو افزون ہو بیچ و تا  
 تڑپتی ہوئی غم سے جاتی تھی وہ  
 جگہ خوش تھی شہزادہ تھا کو سون تلک  
 کہیں کبک تھے اور کہاں بیچ تھے  
 کہا دل میں تکیہ بنا دیا  
 کیا لکڑے ٹکڑے بد نکال باس  
 لئے رنجہ کیسوکے تار تار  
 یہ صورت بنا کے وہ بیٹی مان  
 لوگو کہ دل جل کے خاک سیاہ  
 یا آفنے آخر شش کو اثر  
 رہے تو میرے دلبر صنف  
 مگر بت سنگدل شوخ چشم  
 گلشن حسن و رشک چین  
 میں تجھ کو دیکھا کئی روز سے  
 گریبان کے دامن تلک میں  
 میرے مرنے سے شعلہ نکلنے لگا  
 میں کہو بکر کردن خار غم کا بیان  
 دیوان سا ہے آہو نکا چایا ہوا  
 ستم جان من یہ ستم پر ہوا

دل و جان تھی یہی زہر و جبین  
 کہ کانٹے جگر میں چبھانے لگی  
 دم گرم پر آب سیما ب تھی  
 کہ بہتر سے گلشت بیار کو  
 شجر غم کا سینے میں بونے لگی  
 کہ گل بے گلی سے ہوئے پرکھی  
 ذرا اور تھیری بڑا اضطراب  
 شجر اور حجر کو رولاتی تھی وہ  
 ارم کی سی کچھ بارتا تھا جملک  
 کہیں قمر یون کے عجیب رتے  
 دیا حکم خیمہ لگا دیا ہر سان  
 وہ دہونی رمی آہ کی آس پاس  
 کہ آس نویر و کے بناؤں گی ہار  
 رہا روز و شب شغل آہ و فغان  
 مگر تہا زبان پر جہاندار شاہ  
 جہاندار کو بھی یہ پہنچی خبر

نامہ

اکیلی غم سے تھی ہر سدا  
 میان اور بی بی کو درگیا  
 دل ہی دل میں جل جل کرتی تھی  
 وہاں گل کو دیکھا جو بیل کیسٹ  
 یہ بگڑی تو گلشن بگڑنے لگا  
 شجر آتش غم سے جلنے لگے  
 غرض آپ ہی آپ گھبرا گئی  
 بلا ایک چشمہ کہیں ناگہان  
 وہ سبزے میں پانی کی نہر عجیب  
 جو گل تھا وہاں عطر آمیز تھا  
 اوسیدم دیا پھینک دیا و تار  
 پہن لی اسوقت کھنی سپید  
 کہا پر کنا یہ سے مٹھام نے  
 نہ کہاتی نہ پیتی نہ سوتی تھی وہ  
 محبت بلا ہے محبت بلا  
 ہوا خود بخود دشن کے دل کو لم

دلارام دلار دل بر حبیب  
 کیا ہجر سے کیوں مجھے پال  
 نکلتا ہے آنکھوں میں ہلکے خون  
 بجز غم کے کچھ اور کہا تا نہیں  
 کیا آہ لئے میرا خانہ خراب  
 سدا شمع سان میں یہ دیا کیا  
 یہی چاہیے واہ اسے تند خو  
 میں پردانہ سان جلد کیا آپ پر

جہاندار تھا دل سے اس پر خدا  
 گنہگار دل میں سینہ میں غم ہر دیا  
 اب سے مگر آت نکرتی تھی وہ  
 تو آت کر کے رکھا کچھ یہ ہاتھ  
 ہر اک نخل پاؤں رکھنے لگا  
 رہے برگ وہ ہاتھ ملنے لگے  
 جنون ہو گیا سوئے صحر گئی  
 ذرا دل جو تھیرا تو تھیرئی مان  
 مؤدب کہڑے سر داس کے قریب  
 وہ صحر اعجاب جنون خیر تھا  
 کہا دل سے یل کہا نکلتا سنگار  
 کہا اب نہیں زندگی کی امید  
 رہی ہجر کی شب سدا سامنے  
 مگر مان شب و روز روتی تھی وہ  
 کہیں جیتے جی بھولتی تھی بہلا  
 کیا اس طرح ایک نامہ رقم  
 مہ حسن شمع شبتان غم  
 میحائے جان درد دل کے طبیب  
 دیا کیوں مجھے درد و رنج و ملال  
 خبر لو کہ ہوتا چلا ہے جنون  
 قسم ہے کہ کچھ مجھ کو ہاتا نہیں  
 مجھے دل سے آتی ہے بو کو کیاب  
 کہ خالق نے مجھ کو نہ گویا کیا  
 کہ یوں تیغ غم سے بہا دو لہو  
 مگر کئے پردانگی الحذر



میں تیرے لئے جان جوگی ہوا  
 لگی آگ سر سے جلا پاؤں تک  
 صبا نے مری خاک برباد کی  
 میں سمجھا میں سمجھا مسیحا تجھ جان  
 میں بہو لون تمہیں تو یہ کہیں میں  
 مذکور کہیں مجھ نظر ماد کو  
 اگر تجھے پہر جائے دل سے صفر  
 خوشامد سے ہرگز میں کہ نہیں  
 بس اب لن ترائی نہ فرمائیے  
 تپ غم سے مرنے کو تیار ہوں  
 اگر جان میں تنکو منظور ہو  
 شہ ملک خوبی و حسن و جمال

محبت کے غم کا بزدگی ہوا  
 نہ کی آہ غم سے نہ جھپکی پلک  
 ملی خاک میں خاک ناشاد کی  
 ہوا اور شاید تمہیں کچھ گمان  
 مجھے ایک دم چین تم بن نہیں  
 بخوبی یہ روشن ہے اللہ کو  
 اسے پہنکد دن مجھ کو تیری قسم  
 سوا تیرے کچھ دسیان رہتا میں  
 مرا حال سنئے ہی آجائے  
 بہت دق ہوں جینے سے نیرا ہوں  
 تو یہ ضعف دم بہر میں سب دو

رخ و زلف پر جان کھو یا کیا  
 نتیجہ ہی اس کا ایجان ہوا  
 بہلائے کیا ایسی تقصیر کی  
 قسم ہے کہ وہ حرف بہتان ہے  
 تمہیں دیکھنا صرف منظور ہے  
 فرے پر ہی غم یہ تو جاتا نہیں  
 محبت تری آیا ور گل میں ہے  
 میں ہوں بندہ عشق او نارین  
 مسیحا ہوا و اوٹھا و مجھے  
 میں لکھتا ابی اور کچھ حال غم  
 یہ بانو کو پڑھ کر ہوا اضطراب

اندھیرے آجائے میں دیا کہ  
 دھوئیں کی طرح میں نشان ہوا  
 کہ جو تھے ناحق یہ تدبیر کی  
 خدا آپ ہی پر مری جان ہے  
 بلا ہے اگر سامنے تھوڑے  
 تمہیں ہائے افسوس آتا نہیں  
 ترا عشق جبکی جگہ دل میں ہے  
 ترا نام لو نگاہ دم واپسین  
 جلا نا کمان کا جلاؤ مجھے  
 مگر ضعف سے کانپتا ہے قلم  
 اوٹھی اور ادھر لکھا یوں جواب  
 مہ چرخ اقبال غر و جلال

### جواب نامہ

شہنشاہ تاج نرا کت بس  
 کروں کس طرح شکارے بادشاہ  
 شہنشاہ غم ہو تو ہوں میں فقیر  
 گلستان میں موجود ہو گل اگر  
 انگر کیا تعجب کہ ابر ہبار  
 کیا جان و دل میں نے اوپر تیار  
 ہوئی رفتہ رفتہ میں پیرانہ سر  
 وہ رشک پری غیرت جو ہے  
 وہ ہونٹھ اوسکے دیکھو تو ہر لودیا  
 جلے ہی بیچ میں خاکسار  
 اسی سے بہلا خیر پوری پڑے  
 چڑایا مجھے ماسے اور پاپ سی  
 نہ اب کوئی مونس نہ غمخوار ہے

زحالات دیوانگان بے خبر  
 کہ نکلی یہ پیغام کی رسم و راہ  
 تمہیں عیش میں قید غم میں  
 تو پڑتی نہیں خار پر پہر نظر  
 برابر سمجھتا ہے گل اور خار  
 مجھے اوسے جنتا بہت افتخار  
 بخبر حق کے اب کون یوسے خبر  
 تمہیں وصل اوس گل کا منظور  
 کرو نقل پوچھو کسی سے نہ بات  
 خطا ہے تبادو کہ ہے شرمسار  
 محل میں رہیں شاد چوٹے بڑے  
 توقع نہ کرتی تھی یہ آپ سے  
 فقط دل ہی ہیا و میں سو فار ہے

جو کاتی ہوں سراپا تسلیم کو  
 کیا مہربانی سے نامہ دستم  
 فقیر دن سے نسبت نہیں شاہ کو  
 سمن براگر بر میں دلدار ہے  
 مجھے آپ ہی آپ ہے بیچ و تاب  
 کیا مجھ کو قسمت نے میری جدا  
 ہوا اور تو تمہیں آج کل  
 دہن تنگ شکر سخن قند ہے  
 وہاں آن کے مفت کوئی مرے  
 کوئی بات بندی نکالے کہیں  
 نکل آئی میں آپ اسے گلزار  
 بڑے ہی کوئی تم ہی بید رہو  
 کہ کتنا ہے شتر سایل و نہار

مقدم مجھتی ہوں تقسیم کو  
 کرم ہے کرم ہے کرم ہے کرم  
 کروں کیون نہ سجدہ میں اللہ کو  
 تو پیر خار کا ذکر بیکار ہے  
 کہ لکھوں میں نامہ کا اب کیا جواب  
 تمہیں وصل سے شاد کے خدا  
 پری دیکھ کر دل میں آیا خلل  
 لیا ایک بوسہ کہ لب بندہ  
 سوا اسکے لہو نہیں میں دہر  
 تو وہ سیمبر فی نکالے دہن  
 کہ کتنی تھی آنکھوں میں ماند خار  
 جفا میں خدا کی قسم نہ رہو  
 ہرستا ہے اکھوں سے کبر ہار



ہم مرنے لے کچھ داغ سا  
 کچھ عشق کرنے سے خلی ہوئی  
 شریک کر اگر دم نکل جائے گا  
 کہلی آنکھ مردم رہیں ہوشیار  
 یہی چہرہ دستی ہے گرد و رکی  
 اب اصغر گریبان کرو تار تار  
 لگائی ہے نالے آتش مجھے  
 مگر جو نہ آتا آجائے گا  
 رہوں گی میں جنگل میں شام و سحر  
 میں جل جاؤنگی شمع ساں قد  
 میں شیریں تھی اب شک فرماؤ  
 میرے آبلوں میں تیرا ہے  
 ہوا آہ سوزان سے سینہ تنور  
 زبان پر تو گو آہ و سنہ یاد ہے  
 ہی درد اور غم میں مر جاؤنگی  
 ہو دیگی دیدار کی آرزو  
 راہ تہا کیجے حد کا بیان  
 قصہ تو ہرگز نہ ہو گا تمام  
 بیا جب یہ نامہ جہاندار پاس  
 دہرے تو اسے ساتی شکر  
 پلا ایسے بہر بھر کے دس میں جام  
 فقط تو نے ہر بار دے دے کئے  
 سنا و خراپات کے پادشاہ  
 وہ نامہ نہ تھا نقشِ تسخیر تھا  
 وہاں جا کے دیکھا تو یہ حال ہے

کہلا ہے جگر پر مرے داغ سا  
 کہ رہتی ہوں آنکھیں ڈلی ہوئی  
 لہو کا یہ چشمہ ابل جائیگا  
 کلیجہ سے دل نکال جا جائیگا  
 اسی شغل میں دل بہل جائیگا  
 یہ اب اشک ہی سے بچے تو بچے  
 مدد آپ ہی عشق فرمائے گا  
 نکالوں گی آنکھوں سے سخت جگر  
 مگر کون قسم ہے نہ مار دنگی دم  
 کوئی دن میں مجھوں کی ستارہ ہوں  
 کہ خار غیلان کا دل آپ ہے  
 بس آنکھوں کا طوفان کا ہوا کلہاڑ  
 مگر دل میں تیری فقط یاد ہے  
 مگر اب دمان میں نہیں آؤنگی  
 تو دل صاف کہتی ہوں امان  
 مگر فائدہ کیا ہے ایجاں جان  
 کیا محقر میں نے صاحبِ سلام  
 جہاندار ایسا جواب شکر بیتیاب ہونے لگا مٹہ پر  
 رومال دہر کر رونے لگا آخر شتاب نہ لایا خود جا کر  
 ہمراہ لے آیا  
 زبردستیوں سے پلائی ہوئی  
 ذرا میری توبہ کا یہ ہو گواہ  
 جہاندار سنتے ہی تصویر تھا  
 کہ ہے اشک اس میں ہیں پلائی

مقدر نے یہ کچھ دکھایا ہے  
 اگر زہر کھانا نہ تو حرام  
 شغل جواب نامہ  
 میں مرے آگ ہی کی گئی ہے  
 سناؤں اگر درد دل آپ کو  
 نہلا میں سمجھتی تھی کیا دھم  
 میں روتی ہوں روزِ پارتا نہیں  
 مری عمر یوں ہی گزر جائیگی  
 ملاؤنگی یہ جیوڑا خاک میں  
 اگرچہ یونہی میں کام ہو جائیگا  
 اگر آہ کہیں چون کرے آسمان  
 نکلتے ہیں چہالوں سے جسم شرم  
 بے گی ابی زور قہر کج خرام  
 نہیں ہوتا تیرا دم بہر خیال  
 جو منظور ہوگی مشکافی خنجر  
 مرے دل میں رہتا ہے تیرا خیال  
 ادب سے یہاں تو زبان بند ہے  
 مبارک ہو تم کو صنف کا وصال  
 مری آنکھ آہستی نہیں لاج سے  
 ہوا رام آخر کو چسپنج کہن  
 لگی چوٹ دلیر جہاندار کے  
 نہ سر نہ نہ کا جل سے سی نہ بیان  
 مری آنکھ آہستی نہیں لاج سے  
 ہوا رام آخر کو چسپنج کہن  
 لگی چوٹ دلیر جہاندار کے  
 نہ سر نہ نہ کا جل سے سی نہ بیان

کہاں اشک نے لاڈ لایا مجھے  
 تو کہا کہ یہ قصہ ہی کرتی تمام  
 توجی آپ ہی سے سنبھل جائیگا  
 اگر ہاتھ رکھا تو جل جائیگا  
 مریجان کلیجہ دہل جائیگا  
 مجھے چرخ نے یہ دکھایا ستم  
 مری آگ کو یہ بھاتا نہیں  
 سمجھ کس طرح سے نہر آئیگی  
 کیا عشق نے میرا دم ناک میں  
 مگر عشق میں نام ہو جائیگا  
 فرشتے کہیں الامان الامان  
 تو پڑتے ہیں میرے قدم نکر  
 کہاں نوح ہیں اب علیہ السلام  
 کیا خوب الفت نے مجھ کو نہال  
 تو کافی ہے اسی جان با دھر  
 تصور میں دیکھا کر دنگی جمال  
 اگر زہر بھی ہے تو وہ قند ہے  
 مجھے درد و آلام رنج و ملال  
 تو پڑھ کر نہایت ہوا وہ آدم اس  
 مرا شیشہ دل ہوا چور خور  
 کہ قصہ ہی ہو جائے بالکل تمام  
 بل بل میں نے توبہ سی کی آج سے  
 نہ باقی رہا درد رنج و محن  
 گیا پاس دوڑا ہوا یار کے  
 مگر ان فقط ایک نے سے دہیاں



گھنا پانا شاہی لباس  
نکلتا ہے شعلہ سا ہر دم کے تھک  
جہاندارے جب کہ دیکھنا یہ حال  
یہی ہے یہی عشق کی رسم و راہ  
نہایت ہی عاشق تھی وہ کاغذ  
کیا شکر سو طرح سے ادا  
مرے آپ مالک مرے آپ شاہ  
جہاندار نے پھر اٹھایا اسے  
بس اب کیجئے دل سے غم کو دور  
رہے عمر بھر چین و آرام سے  
کے عمر سب کی اسی طور سے  
دعا ہے کہ ناشاد ہو جائیں شاد  
ہیں شاد و خوش سدا والدین  
یہ غربت کی جاتی رہے فکر بھی  
کردن کس طرح شکر خالق ادا  
آئی جو اس کو پڑے شاد ہو  
اگرچہ میں اس فن میں ماہر نہ تھا  
زبان روک اصغر زیادہ نہ بڑھ  
ہوئی مثنوی جب سفر میں تمام  
کہا سرسبز پڑے کے احباب نے  
دکھائی جو ہاتھ کو پچھ مثنوی  
نئی مثنوی تو نے اصغر لکھی

پڑی ہے یونہی رنج و داس  
کلیجہ ہے ایک کدل پہ ماتھے  
تو فرط محبت سے ردیا کمال  
گدا ہو کہ ہو ملک کا بادشاہ  
سمجھ بھی تو دل میں ہوئی شرمسا  
کہا آپ پر سے کروں دل فدا  
مرے دین و دنیا کے پشت پناہ  
بہ الفت گلے سے لگایا اسے  
کہ انسان سے ہوتے ہیں اکثر نفوس  
رہی صرف صحبت می و جام سے  
بچا وے خدا چرخ کے جور سے  
ملے نامرادوں کی دل کی مراد  
کہ ہے جنکے باعث مرے لگو چین  
نہ غم کا رہے نام کو دکھی  
جو جانا وہ ہی اسے بختا سدا  
غم و رنج دنیا سے آزاد ہو  
فقط شوق رکھتا تھا شاعر تھا  
تاریخ تصنیف طبع از سید محمد علی اکبر آبادی مصنف مثنوی  
تو ہاتھ سے میں نے کیا آشکار  
سخن ہیں یہ گل گوہر آبدار  
نئی کوئی تاریخ بھی گرفتہ

وہ رنگین آنکھوں سے جاری ہیں  
زبان پر یہی ہوا سے واہ واہ  
ہوا ہو پائین اسطر سے کھڑا  
میسر کہاں ہیں قدم یار کے  
ہٹی اور کچھ دل میں اپنے رُکی  
کنیز آپ کی ایچھاوند ہوں  
ہوئی مجھے تقصیر کیجے معاف  
کہا آپ جانی مری جان ہیں  
غرض صاف دونوں کے دل ہو گئے  
نہ بخش رہی اور کچھ غم رہا  
نہ کوئی دنیا میں اندو گھین  
خدا دوستوں کو بھی رکھے بہم  
بس اب ہیں ہوں اور اکبر آبادی  
بچا وے خدا شہر طوفان سے  
ہوئی مثنوی جبکہ میری تمام  
مرے دل کے مقصد آدین تمام  
اگرچہ دیکھا کہا آپ میں  
تاریخ تصنیف طبع از سید محمد علی اکبر آبادی مصنف مثنوی  
دل و جان سے اسے کچھ جان کے  
ہوئی جبکہ اصغر کو اسکی خبر  
ایٹا  
کہا میں نے سُن جہری علیوی

کہ اتنا ہے ابر بباری کا ورثہ  
کیا خوب اسے عشق تو نے تباہ  
کہ جا سر کا سایہ قدم پر پڑا  
نہیں سر کو پہنکیں ابھی رُکے  
پھر آتے ہی قدموں پہ اس کے جھکی  
اگر غم بھی دیکھے تو خور بند ہوں  
کیا عقل کے خیر میں نے معاف  
سہت آپ کے مجھ پہ احسان ہیں  
وہ خوش ہو کے اپنے محل کو گئے  
سدا عیش و آرام تہم رہا  
نہا کے کہی نام غم کا کہیں  
نہو دے غذا انکی درد و الم  
گلستان ہوا دسر و آزاد ہو  
اٹھا وے یہاں سے تو ایمان سے  
تو رکھا بہار خرواس کا نام  
بجی محمد علیہ السلام  
ترے سحر کرنے میں کچھ نہیں  
جو افسون ہے یہ تو پھر افسون پر  
کہا رنگ لانی خزان میں بہار  
کہا شکر و احسان پر وردگار  
توفہ ہنس کے بولا راہِ کرم  
اٹھا رہ سو با سٹھ زیادہ نہ کم

تمام شد کتاب لا جواب سے مثنوی بہار خرد مطبع گلشن ہند  
واقع کوچہ حکیمان اگر طبع کو شہور خاص و عام ہوئی۔ بتایہ روزنامہ بی  
اگست ۱۸۹۳ء



# مختصر فہرست کتب بخاری مطبعہ النور و دار الفکر و دار السلام

جو صرف نقد قیمت یا ندیجہ و پلوپی ایل پریل روانہ ہو سکتی ہیں۔

مطالعہ برین ہر ایک قسم کی چھاپائی اردو و فارسی و انگریزی و عربی و سنسکرت بکفایت ہو سکتی ہے و نیز دیگر اشیاء و کتب کمیشن پر مل سکتی ہیں۔

نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت
قرآن مجید مترجم و محشی تقطیع کالان	۷۰	شکری کی نقل	۱۰	رفاہ المسلمین اردو حدیث میں	۴۰
خیال شریف مترجم و محشی	۷۰	شکری کی نقل	۱۰	مفتاح النجوان مترجم حصہ سوم قصہ میں	۱۰
دلائل الخیرات مع مجموعہ وظائف خوشخط جلی قلم	۸۰	اندیز نگری چوٹ راج	۱۰	ترکیب الصلوٰۃ نماز کے بیان میں	۱۰
درو و التاج مع ترجمہ	۱۰	ہندوستان کسکا	۱۰	ارمغان یوسفی	۴۰
تفسیر عزیزی سورۃ فاتحہ	۷۰	مرقعہ دلپذیر تیموریہ بیگمات کے خوش	۷۰	تذکرۃ الفقرا	۱۰
سرور سلطانی از مصنف فسانہ عجائب	۱۰	معہ تواریخی حالات	۱۰	حجۃ الاسلام حقیقت اسلام پر پیرائے سوال و جواب	۱۰
النور سہیلی اردو با محاورہ	۱۲	تذکرہ زنان مشہور ہند	۱۲	فتویٰ جوازیہ شیخ عبدالقادر جیلانی شیناٹ	۲۰
منتخب الحکایات از مصنف مرآۃ العروس	۵۰	گلشن جانفزاقصہ دل پسند و نایاب	۲۰	نکاح و نکاح خمسہ المعروف بلفوائید حسد	۱۰
جمال العرائس تعلیم نسوان پر پیرائے قصہ	۲۰	شورش عشق بحباب ضامہ عجائب گلشن جانفزاق	۱۵	خیالات نادرہ تصوف میں	۱۰
قصہ ہنگام حصہ سوانح عمری خود زبان	۱۵	الف لیله دنیا زاد بطر ناول حسین	۲۵	تذکرۃ الاولیاء	۱۵
مصنوع کامیابی بیان علوم مختلفہ پر پیرائے نادر	۲۵	سب سے اور اچوتے ہیں	۹	نسب نامہ کلان مع ہفتاد و ملت	۳۰
فسانہ شیرین نام سے شیرین بیگم ہے	۹	الف لیله شہزاد و بطر ناول بایزاد	۱۰	ضیاء القلوب از حاجی شاہ امداد الدین صاحب	۶
سدان چتر تر بجالا کی زنان	۱۰	افیر و گناہ شکیبے کے ڈراما کا ترجمہ	۵	معمولات مظہریہ تصوف میں	۸
افسانہ عجائب بحباب فسانہ عجائب	۵	عصمت بیان پاکدامنی بطر ناول	۸	حکایات الصالحین عربی مع حل اللغات	۳۰
دستان تہذیب تہذیب کا خزانہ	۳۰	قصہ ممتاز	۱۰	واقعات ولی (مطبوعہ نظامی)	۱۰
قصہ گل و صنوبر بالقصور	۱۰	مکتوبات حضرت خواجہ مصوم مطبوعہ نظامی	۳۰	راحت القلوب ملفوفات بابا قریب شکر گنجی	۵
پیرنا بال مع بالقصور نام سوشنی اور چیلان	۸	تفسیر ابرکرم	۱۰	مقامات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی	۸
مرآۃ العروس تعلیم نسوان از مولوی ڈپٹی نذیر احمد	۱۰	جوان خمسہ عظیمہ مع نقوش و تزیینات	۳۰	احوال الصادقین نے حکایات الصالحین	۳۰
نادر مسعود نہایت عبرت خیز قصہ	۳۰	اعمال مجرب	۱۰	مجموعہ رسائل مولانا شاہ عبدالغفر صاحب	۳۰
شہر دیانت دیانت کی خوبیاں	۶	جوان خمسہ اردو پنج نقوش و وظائف	۲۰	مختصری بہ مختلف علوم	۳۰
نور الایمان بطر ناول	۲۰	سفر السعادت اردو حدیث میں	۱۰	فرائض نعیمی و تقسیم وراثت	۹
نور الایمان تہذیب کا علم	۱۰	حصہ جہیں ہاررد	۱۰	مسلمان کی چالیس باتیں	۲۰
نور الایمان کی کتاب	۱۰	ایضاً	۱۰	معدن الاعمال و المسائل مسائل و فقہ	۸



نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت	نام کتب
خیر الکلام و بناء اسلام حقیقت اسلام میں	۱۰	مفتاح الجفر جعفرین	۱۵	قرابادین ذکاتی
کنز العرفین محمدی مع ترجمہ اردو لکھنؤ	۱۱	نوبادہ منیر فارسی	۲	قرابادین احسانی
زینۃ الایمان مسائل حدیث میں	۴	منشآت برہمن	۳	معجون حیات درازی حیات کا گنہگار
محنت الرحیم در ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۵	انشائے دولت رام	۱	تکلمہ بیدار
ترجمہ مفتاح الجہان حصہ اول درویش	۸	صحیفہ شاہی از ملا حسین واعظ	۱۲	مجزبات ہندی نقوش و تعویذات و نجات بخیر
حیرت الفقہ	۱	رقعہ گلستان حکمت	۱	رسالہ علاج الموشی
تردید الابطال در ردیخ و غیرہ	۷	انشاء سرور از مصنف فناء عجائب	۵	بہارستان زندگی بہار لالت پرستان
نافع خیر داران مسائل خرید و فروخت	۱۰	انشاء مینہ	۳	طب شہابی
انیس الودعین	۹	شمارہ مشاہیر و فوز نام سے داغ مسطر	۱۳	دریا و طلسم مجموعہ نجات و تعویذات وغیرہ
زبدۃ الاوطار فتاویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۱۱	لذات الافہام مجموعہ علوم مختلفہ	۱۲	قانون تخریرات شومر
بہشت کا دروازہ (نظامی)	۲	زمین دارنامہ حصہ اول	۱۲	قانون اقوام فوجدارنی حوالگی بحران بکین
ہدایت القضاۃ بیان کج و مطلق	۸	مجموعہ کاغذات کارروائی بجا لکھنؤ	۱۲	مجموعہ ضابطہ فوجدارنی ایکٹ ۱۰ و ۱۵
مرقعہ شریف مجموعہ تعویذات و نقوش	۱۲	انشاء حیرت نئی طرز کے تہذیب کی انشاء	۱۲	شرح قانون سرفیکٹ جانشینی ایکٹ ۱۸۷۵
تحفۃ الہند در ردیخ ہندو	۹	آر و وے معلیٰ غالب	۷	مکمل شرح و حوالہ فیصلہ جات مائیکورٹ و کبلی لاٹ
عسکی و شیعہ دونوں کا دینی قول فصل	۱	تاریخ طبیبہ قیصری راجگان و الیان ہند	۱	مجموعہ تخریرات ہند ایکٹ ۱۸۵۷ و ترمیمات
چرخ معرفت تصوف میں چند مسائل	۲	انگلینڈ کے نوٹ و مفصل حالات تاریخی و غیرہ	۲	نشل ایکٹ ۱۸۷۲ و دیگر سٹٹوٹ وغیرہ وغیرہ
فضائل چارپار	۱۳	نہایت خوشخط و کثیر الجہم	۱۳	اصول نظارہ ہر شاستر حصہ اول و دوم
مجلس کیا مہوین	۱۳	آئینہ اودھ تواریخ اودھ (نظامی)	۷	خلاصہ نظارہ فوجدارنی بہت سالہ حصہ اول و ترمیمات
اسرار الہدیٰ کے جواب مسائل شیعان	۱۵	مخزن الادویات انگریزی اردو ہندی	۵	بیمیں دیکھی ریپرٹ ۲۶ جلد بنگال لارپورٹ ۱۵ جلد
از جوہر علی سنی جدیدی	۱۱	علاج الغریب	۹	نیچر دیکھو ریپرٹ ۱۳ جلد دیکھو ریپرٹ ۱۵ جلد
الوار الہدیٰ در ردیخینان از شیخ احمد	۱۱	تفارق الاعراض طبین	۱۱	خلاصہ نظارہ فوجدارنی بہت سالہ جلد دوم و ترمیمات
شیعی جدیدی	۱۱	مجموعہ رسالہ جریان و آتش گزیرہ طبین	۲	فوجدارنی حسب صفت مذکورہ بالا
ہمسیر اسلام	۱۲	قرابادین سلطانی	۱۲	مجموعہ قوانین تخریرات ہند جین ایکٹ ۱۸۷۵
مولد شہید	۱۲	موضح القانون ترجمہ موجز القانون طبین	۱۲	ایکٹ ۱۸۷۵ ایکٹ ۱۹ از سر نو ترمیمات جین ایکٹ ۱۸۷۵
ہزارۃ الحور و عروس بنت بربان انون	۱۲	فرسنامہ بالتصویر	۹	ایکٹ ۱۸۷۵ ایکٹ ۱۹ و غیرہ اضافہ کیا گیا ہے
الوزار النجوم نجوم میں	۱۵	ترباقہ استمنا ضیف النباہ و فیہ کابجیا	۱۵	ایز و نامہ بحجاب خالق باری
اصول الریل ریل میں	۱۸	اقطری اردو	۱۸	مناوی قرعیت فصاحت میں
شمس الریل	۱۸	تذکرۃ الوفاق فی علاج المراق	۱۸	مشکلات نشا ترمیم بند شیعہ اسلام



Jammu & Kashmir University Library,  
Accession No. .... 58046



نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت
تاجار بطرز جدید	۱۲	اعجاز حیدمی بیان شہادت حضرت امام حسین	۱۵	مثنوی اعجاز رقم نمبر مثنوی حسین بطرز جدید	۱۲
نامہ حضرت علی رضا	۱۲	سخن بے مثل	۱۲	مثنوی اعجاز رقم نمبر مثنوی حسین بطرز جدید	۱۲
نضیار نور	۱۵	مرآت الخیالی	۱۵	رسالہ تیرا کی بالقصور	۱۲
نہان بختیوان نظم دل پسند	۱۲	شبستان عشق	۱۲	جادو کا کھیل ہر حصہ	۱۲
نشاہ نیا زاہد	۱۲	دیوان نویدی	۱۲	محاورات ہندو چین دس نمبر ہندو اور د	۱۲
نارنگہ زبان اردو کی تحقیق	۱۲	دہ مجلس	۱۲	محاورے ہیں۔	۱۲
داور عم خمس قصیدہ بردہ مترجمہ	۱۲	گلزار اعجاز مطبوعہ نظامی	۱۲	رکاز الفیوض حسابین	۱۲
داور دو پنجابی	۱۲	مثنوی جوہر عشق	۱۲	محازن الامثلہ	۱۲
عن النور آنحضرت صلعم سے اولیا	۱۲	گلزار خلیل	۱۵	آفتاب حساب مفید پواریان و قاریان	۱۵
بیک لوانج رحلت	۱۲	مثنوی طلسم الفت یا مثنوی تلقی	۱۲	منطق کی پہلی کتاب	۱۲
مثنوی شیریں خرم از مولانا نظامی گنوی	۱۲	عطر مجموعہ لغت کمالہ نثر لہن	۱۲	گلشن شہرستانہ حصہ سوم و چہم فی حصہ	۱۲
مثنوی شیریں خرم و جواب زلیخا	۱۲	عروس مثنویوں یا دیوان مشہور	۱۲	اقسام الطعام شاہجہانی ساڑھے پانچ سو روپے	۱۲
بہار بدائع	۱۲	بہارستان افیون	۱۲	طعام دشائی و سر تے و آچار وغیرہ مندرج ہیں	۱۲
مذنامہ عطار مطبوعہ نظامی	۱۲	افیونیون کی گریما مہتمم شہر خالق کی	۱۲	رسالہ گلٹ سہ تصویر حصہ اول	۱۲
دیوان شہر بہار نبیرہ واجد علی شاہ	۱۲	مثنوی سبحۃ الابرار	۱۲	اصول حیرت ثقیل کلون وغیرہ کا بیان	۱۲
مثنوی عالم ازذاب بادشاہ حسن	۱۲	مثنوی لہشتہ غم	۱۲	رسالہ کبوتر بازی بالقصور	۱۲
مثنوی واجد علی شاہ	۱۲	پداوت رانی نظم بالقصور	۱۲	زخم لہجہ نام ہی خبر زنی کرار ہے۔	۱۲
دیوان ترانہ ایمان دولت	۱۲	خالق باری اکرم ترسیم شدہ	۱۲	ایکٹ نمبر اکادمی بے مجموعہ ضابطہ	۱۲
مثنوی مہر و مشتری	۱۲	بحر الفصاحت عروض و قوافین	۱۲	دیوانی قرعہ	۱۲
قصا ترکیب کریم	۱۲	حارق الکلام شہرہ مذاجات سلیم خطیر شاہ	۱۲	تفسیر فتح العزیز بارہ عم زبان کردو	۱۲
بہار یار کاؤنکا	۱۲	ریاض بہار الین	۱۲	بہارستان شرح بوستان سعدی	۱۲
ریاضیات شہباز	۱۲	دیوان خلیل	۱۲	علم کیمیا کیمیا کا مفصل بیان	۱۲
نشاہ گلشن	۱۲	بکٹ کہانی	۱۲	طالعہ ہنگالہ نقوش و شعبان کا نمونہ	۱۲
مثنوی دیوان	۱۲	مسدس حیرت بجواب مسدس حالی	۱۲	انشائے فیض رحمانی	۱۲
نغمہ لکھنؤ	۱۲	برسہ حصہ اول ۱۲۲ دوم ۱۲۳ سوم	۱۲	تراق اشک	۱۲
مثنوی حیات	۱۲	گلزار ترنم معروف بہ نظم و نثر	۱۲	مکتوبات احمدی	۱۲
دیوان شہر بہار	۱۲	نالیہ شکر	۱۲	الکھنڈ	۱۲
چوہے نامہ بالقصور	۱۲	روضہ نفیست	۱۲	جنتی ہر قسم موجود ہیں۔	۱۲



Call No. \_\_\_\_\_

Acc. No. \_\_\_\_\_

Date \_\_\_\_\_

**J. & K. UNIVERSITY LIBRARY**

This book should be returned on or before the last date stamped above. An over-due charge of .06 P. will be levied for each day, if the book is kept beyond that day.



Call No. \_\_\_\_\_

Acc. No. \_\_\_\_\_

Date \_\_\_\_\_

**J. & K. UNIVERSITY LIBRARY**

This book should be returned on or before the last date stamped above. An over-due charge of .06 P. will be levied for each day, if the book is kept beyond that day.





**ALLAMA  
IQBAL LIBRARY**  
**UNIVERSITY OF KASHMIR**  
**HELP TO KEEP THIS BOOK  
FRESH AND CLEAN.**



